سورۃ آل عمران

THE FAMILY OF 'IMRĀN

Revealed at Al-Madinah

رکوع نمبر ۱ آیات ۱ تا ۹ تلک الرسل ۳/۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے ○

In the name of Allah, the Beneficent, the Merciful.

الٓمّٓ ۝١ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝٢

الم ۝١ خدا (جو معبودِ برحق ہے) اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں زندہ ہمیشہ رہنے والا ۝٢

1. Alif. Lâm. Mîm.[1]

2. Allah! There is no God save Him, the Alive, the Eternal.

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝٣

اُس نے (اے محمدؐ) تم پر سچی کتاب نازل کی جو پہلی (آسمانی) کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اُسی نے تورات اور انجیل نازل کی ۝٣

3. He hath revealed unto thee (Muhammad) the Scripture with truth, confirming that which was (revealed) before it, even as He revealed the Torah and the Gospel.

مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۬ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۬ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝٤

(یعنی) لوگوں کی ہدایت کیلئے (تورات اور انجیل اُتاری) اور (پھر قرآن جو حق اور باطل کو) الگ الگ کر دینے والا (ہے) نازل کیا. جو لوگ خدا کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اُن کو سخت عذاب ہوگا. اور خدا زبردست (اور) بدلہ لینے والا ہے ۝٤

4. Aforetime, for a guidance to mankind; and hath revealed the Criterion (of right and wrong). Lo! those who disbelieve the revelations of Allah, theirs will be a heavy doom. Allah is Mighty, Able to Requite (the wrong).

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝٥

خدا (ایسا خبیر و بصیر ہے کہ) کوئی چیز اُس سے پوشیدہ نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں ۝٥

5. Lo! nothing in the earth or in the heavens is hidden from Allah.

هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۬ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٦

وہی تو ہے جو ماں کے پیٹ میں جیسی چاہتا ہے تمہاری صورتیں بناتا ہے. اُس غالب حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ۝٦

6. He it is who fashioneth you in the wombs as pleaseth Him. There is no God save Him, the Almighty, the Wise.

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۬ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝٧

وہی تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی جس کی بعض آیتیں محکم ہیں (اور) وہی اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ ہیں، تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کا اتباع کرتے ہیں تاکہ فتنہ برپا کریں اور مُرادِ اصلی کا پتہ لگائیں حالانکہ مُرادِ اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لائے. یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو عقلمند ہی قبول کرتے ہیں ۝٧

7. He it is Who hath revealed unto thee (Muhammad) the Scripture wherein are clear revelations—They are the substance of the Book—and others (which are) allegorical. But those in whose hearts is doubt pursue, forsooth, that which is allegorical seeking (to cause) dissension by seeking to explain it. None knoweth its explanation save Allah. And those who are of sound instruction say: We believe therein; the whole is from our Lord; but only men of understanding really heed.

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝٨

اے پروردگار جب تُو نے ہمیں ہدایت بخشی ہے تو اس کے بعد ہمارے دلوں میں کجی نہ پیدا کر دیجیو اور ہمیں اپنے ہاں سے نعمت عطا فرما تُو تو بڑا عطا فرمانے والا ہے ۝٨

8. Our Lord! Cause not our hearts to stray after Thou hast guided us, and bestow upon us mercy from Thy Presence. Lo! Thou, only Thou art the Bestower.

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ

اے پروردگار تُو اُس روز جس (کے آنے) میں کچھ بھی

9. Our Lord! it is Thou Who gatherest mankind

لَا رَیۡبَ فِیۡہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ ﴿٩﴾	شک نہیں سب لوگوں کو (اپنے حضور میں) جمع کرے گا بیشک خدا خلافِ وعدہ نہیں کرتا ﴿٩﴾	together to a Day of which there is no doubt. Lo! Allah faileth not to keep the tryst.

اسرار و معارف

الٓمّٓ ۚ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ .... لا الٰہ الا ھو العزیز الحکیم۔

جب بات کفار پر نصرت اور غلبہ کی طلب پر پہنچی جو کہ سورۃ بقرۃ کے آخر میں بطور دعا ہے تو اس سورۃ میں کفار کے ساتھ معاملات اور تعلقات کو بیان فرما دیا۔ گویا وہی بات آگے چل رہی ہے۔

سب سے پہلے مومن اور کافر میں فرق ارشاد ہوا کہ توحید باری اور ذات وصفاتِ الٰہیہ میں یہ بات واضح ہے۔ کہ ماننے والے مسلم اور نہ ماننے والے کافر۔ گویا دنیا میں انسان کی تقسیم دو طرح پر ہے جسے دو قومی نظریہ بھی کہا جاتا ہے، ایک مومن دوسرے کافر۔ مومنین باہم ایک شے ہیں اور کفر کے اندر پھر قسمیں ہیں مگر بنیادی طور پر سب کافر ایک ہی ملت ہیں۔

یہاں توحید باری بطور دعوٰے کے ارشاد ہوئی کہ اللہ کے سوا کوئی بھی یہ حق نہیں رکھتا کہ اس کی عبادت کی جائے الٓمّٓ حروفِ مقطعات میں سے ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز ہیں یا کسی کو اس قدر قوی نسبتِ باطنی حضور اکرم ﷺ سے ہو کہ علم لدنی سے حصہ پائے اور بات سمجھ سکے۔ مگر یہ بھی صرف اس کے اپنے لئے ہوگا۔ دوسرے یہی ایمان رکھیں گے کہ اللہ و رسولہٗ اعلم۔

اس کے بعد الوہیتِ باری و توحید باری کا دعوٰی ہے۔ جس کی دلیل عقلی ارشاد فرمائی کہ وہ ہمیشہ زندہ ہے اور سب کائنات کو زندہ رکھنے والا۔ کوئی بھی شے اس کی قدرت کے علاوہ اپنا وجود تک قائم نہیں رکھ سکتی اور عبادت نام انتہائی تذلل کا ہے، غایت عاجزی کا ہے اور یہ اسی کے لئے سزاوار ہے۔ جو انتہائی عظمت کا مالک اور ہر اعتبار سے کامل ہو۔ احتیاج سے پاک ہو۔ جو ہستی خود اپنا وجود قائم نہ رکھ سکے اور اس کی بقا کے لئے دوسرے کی محتاج ہو۔ خواہ بت ہو یا فرشتہ، بہت بڑا پہاڑ ہو یا دریا، ولی ہو یا پیغمبر، ہرگز عبادت کے لائق نہیں ہو سکتا۔ عبادت صرف اس ذات کی ہوگی جو ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ کے لئے ہے اور وہ صرف اللہ کی ذات ہے۔

اس کے بعد دلیل نقلی ارشاد فرمائی کہ نقلاً بھی یہ بات صرف قرآن کریم میں نہیں یا صرف آپ ﷺ نے ہی

ارشاد نہیں فرمائی بلکہ اس سے پہلے نازل ہونے والی تمام آسمانی کتابوں میں ہے اور تمام انبیاء و رسل ؑ نے اسی کی طرف دعوت دی ہے۔ اب اس بات کو اگر اس طرح بھی دیکھا جائے کہ دنیا میں آنے والے سب سے پہلے انسان اور اللہ کے نبی نے جو دعوت دی وہ یہی تھی لا الٰہ الا اللہ۔ پھر صدیوں بعد نوح علیہ السلام نے اسی جملے کو دُہرایا اور مدتِ مدیدہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں یا سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام یہی دعوت لے کر اُٹھے تھے۔ اسی دعوت کی طرف موسٰی ؑ و ہارون ؑ نے بلایا اور یہی دعوت عیسیٰ علیہ السلام نے دی اور آخر میں حضرت محمد ﷺ بھی اسی بات کی طرف دعوت دے رہے ہیں تو یہ کوئی عجیب بات نہیں بلکہ کم و بیش سوا لاکھ آدمیوں کا ایک طویل مدت میں مختلف زبانوں اور مختلف زمانوں میں کھڑے ہو کر اسی حقیقت کو بیان کرنا خود اس کی صداقت کی بہت بڑی دلیل ہے خصوصاً اس وقت اس میں اور بھی بہت قوت آجاتی ہے جب ان حضرات کے کردار کو دیکھا جائے کہ سب کے سب انسانی اخلاق کے صرف نمونہ ہی نہ تھے بلکہ انسانوں کو اخلاق سکھانے والے تھے۔ سب صالح، صادق، پاکباز اور امانت دار تھے۔

ان تمام حضرات کی زندگیاں ہر بُرائی سے ہر طرح پاک تھیں اور ان میں اس قدر بعد زمانی تھا کہ کسی دنیوی سبب سے ایک کی بات دوسرے تک پہنچ سکنا ممکن نہ تھا۔ لامحالہ یہ وحی الٰہی تھی اور یہ سب اللہ کے رسُول تھے اور پھر بعثتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے اس حقیقت کو چار دانگ عالم میں منور کر دیا۔

اب جو شخص بھی استقدر دلائل عقلیہ اور نقلیہ کے ہوتے ہوئے اللہ کی توحید یا کسی وصف کا انکار کرے گا یا اس کے سوا کسی کی عبادت کرے۔ وہی کافر ہے اور یہ بات یقینی ہے کہ ان دلائل کو جھٹلا کر کافر ایک بہت شدید عذاب کو دعوت دے رہا ہے کیونکہ اللہ ہر شے پر غالب ہے اور وہ بدلہ لینے والا ہے۔

نیز اس کے اوصافِ کمال میں یہ بات بھی ہے کہ ارض و سما میں کوئی چیز اس سے چھپ نہیں سکتی اور نہ اس کی گرفت سے باہر رہ سکتی ہے۔ وہ تو ایسا قادر ہے جو شکمِ مادر میں جیسی چاہتا ہے ویسی صورت بنا دیتا ہے بچہ بناتے یا بچّی، گورا بنائے یا کالا، خوش شکل یا قبیح صورت، جس کے پیٹ میں بن رہا ہے وہ آگاہ نہیں لیکن اللہ اس سے پوری طرح آگاہ ہے خود بنا رہا ہے اس کی قدرت سے بن رہا ہے۔ سو یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی اس سے چھپ سکے۔ یا اس کے دائرہ اختیار سے باہر چلا جائے۔ غرضیکہ کافر کسی طرح نہیں بچ سکتا اور ایسی کامل ہستی جو تمہاری خالق بھی ہے، رزاق بھی ہے اور تمہیں اسی کے سہارے یہاں وہاں رہنا بھی ہے۔ وہی اکیلا عبادات کا استحقاق رکھتا ہے۔ پھر سُن لو! اس کے سوا کوئی معبود نہیں

وہ ہر شے پہ غالب ہے اور حکیم و دانا بھی ہے۔

ھُوالذی انزل علیك الکتاب .... اولوالالباب۔

وہی ذات ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب یعنی قرآن اتارا جس کی کچھ آیات محکم ہیں، مضبوط ہیں، یعنی اشتباہِ مراد سے محفوظ ہیں کہ زبان جاننے والے شخص کے لیئے نہ تو ظاہر الفاظ شبہ آفرین ہوتے ہیں اور نہ مفہوم کلام جیسے قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم یا اس طرح کی اور آیات۔ یعنی غور کرنے سے مفہوم اور مقتضا سمجھ میں آجاتا ہے یہاں صاحب تفسیر مظہری نے بطور مثال یہ آیت لکھی ہے کہ ارشاد ہے،

وارجلکم الی الکعبین۔ کہ ٹخنوں تک اپنے پاؤں دھوؤ کہ دھونے کی آخری حد مذکور

پاؤں دھونے کی حد

ہے اس لیئے اس کا عطف وجوھکم اور ایدیکم پر ہوگا ورنہ اگر برؤسکم پر پڑھا گیا تو گویا مسح کرو ٹخنوں تک۔ تو یہ از خود غلط ہو جائے گا۔

علماءِ شیعہ نے کہا ہے کہ کعب سے مراد پاؤں کا اُبھار ہے۔ سو دونوں پاؤں کے ابھار تک مسح کیا جائے گا۔ لیکن کعب کے یہ معنی خلافِ ظاہر ہیں۔ بالاجماع کعب کا معنیٰ ٹخنہ ہے اور ایک پاؤں میں دو ٹخنے ہوتے ہیں۔ سو کعبین دھونے کی حد ہوگی نہ مسح کی۔

غرض محکم آیات وہ ہیں جن کا معنی معروف اور دلیل واضح ہو، اور یہی آیات ساری تعلیمات کی اصل اصول ہوں گی اور کچھ دوسری وہ ہیں جو متشابہات ہیں کہ جب تک رسول اللہ ﷺ کی طرف سے محکم عبارت میں ان کا مفہوم بیان نہ ہو، کوئی زبان دان بھی غور و خوض سے ان کی مراد کو نہیں پا سکتا۔

جن آیات کا مفہوم حضور ﷺ کی طرف سے بیان ہو جائے ان کو اصطلاح میں مجمل کہا گیا ہے جیسے صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج یا ربٰو وغیرہ۔ اور اگر حضور ﷺ کی طرف سے تعلیم نہ ہو تو متشابہ کہا جاتا ہے اور یہ ان ہی امور میں ہوتا ہے جن کا تعلق عمل سے نہ ہو، جیسے حروفِ مقطعات یا الرحمٰن علی العرش استوٰی۔ تو ان پر ایمان لانا ضروری ہے کہ یہ حق ہے۔ کیفیات میں پڑنے کی ضرورت ہرگز نہیں۔ اور ایسے متشابہات کا علم اہلِ عرفان کو الہام یا تعلیمِ الٰہی سے ہو جاتا ہے، جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے تمام اسماء کا علم عطاء فرمایا۔ مگر یاد رہے کہ مشکوٰۃِ نبوت سے خوشہ چینی بجز شرح صدر کے ممکن نہیں اور یہ کبھی کبھی ہوتی ہے اور تب ہوتی ہے جب زبان و لغت عاجز آجائیں۔ اس لیئے عوام کا علم

اس کو پانے سے عاجز ہے ان میں صحیح طریقہ یہ ہے کہ محکمات کی طرف لوٹا کر دیکھی جائیں گی اور جو معنیٰ اس کے خلاف ہوں گے ان کی قطعی نفی کی جائے گی اور کوئی ایسی تاویل قابل قبول نہ ہوگی جو آیاتِ محکمات کے خلاف ہوگی مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے،

ان ھو الا عبد انعمنا علیہ۔ یا دوسری جگہ

ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل اٰدم خلقہ من تراب۔

اب اگر کوئی قرآن پاک کے ان الفاظ سے کہ ارشاد ہے کلمۃ اللہ یا دوسری جگہ روح منہ یہ ثابت کرنا چاہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام الوہیت میں شریک ہیں یا اللہ کے بیٹے ہیں تو درست نہ ہوگا۔ ان آیات کا نزول ہی اس وقت ہوا جب نجران کے عیسائیوں کا وفد خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے عقیدہ تثلیث کو باطل ثابت فرمایا تو کج بحثی کرکے کہنے لگے آپ ﷺ انھیں کلمۃ اللہ نہیں کہتے۔ فرمایا، بے شک!۔ تو کہنے لگے بس! الوہیت ثابت ہے۔

ارشاد ہوا جن کے دلوں میں کجی ہے اور فطرتِ سلیمہ سے محروم ہیں وہ متشابہات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں، اور اپنی خواہشاتِ نفسانی کے مطابق معنی گھڑ لیتے ہیں۔

حروف و اعداد

یہاں مفسرین نے ایک اور واقعہ بھی نقل فرمایا ہے کہ یہود نے ابجد کے حساب سے اس اُمت کی بقا کی مدت معلوم کرنا چاہی اور حی ابن اخطب اور کعب بن اشرف وغیرہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ ﷺ پر الٓمٓ نازل ہوئی ہے۔ فرمایا ہاں!۔ تو کہنے لگے "ہم اس کو آپ ﷺ کی اُمت کی مدتِ زندگی خیال کرتے ہیں اور یہ کُل ۷۱ بنتے ہیں۔ پھر پوچھا کہ اس کے علاوہ بھی کچھ ہے۔؟ ارشاد ہوا ہاں! المص تو حی بولا "یہ تو ۱۶۱ سال ہوگئے۔ اس کے علاوہ بھی کچھ ہے؟" فرمایا الر تو کہنے لگا۔ یہ تو ۲۳۱ ہوگئے کیا کچھ اور بھی ہے؟ فرمایا المر تو کہنے لگا یہ تو ۲۷۱ ہوگئے پھر کہنے لگا یہ بہت گڑبڑ ہوگئی ہے ہم ایسی باتوں کو نہیں مانتے۔

آجکل بھی شیعہ کو اکثر ابجد کا سہارا لیتے ہوئے دیکھا گیا ہے اور بعض اہل بدعت ان کی اقتدا کرتے ہیں۔ جو سراسر جہالت اور یہود کی نقل ہے اور ایسا وہی لوگ کرتے ہیں جن کے دلوں میں کجی ہے اور لوگوں کو مغالطے میں ڈالنے کی

کوشش میں لگے رہتے ہیں، اور اپنی پسند کی تاویلوں سے لوگوں کو طرح طرح کے فتنوں سے دوچار کر دیتے ہیں۔ یہ سب سے پہلے یہودیوں نے شروع کیا کہ شوکتِ اسلام کو زک پہنچائیں۔ چنانچہ مروریہ، معتزلہ اور رافضی وغیرہ وجود میں آئے۔ اور کبھی جہلاً اس مرض میں مبتلا ہو کر ہلاکت میں پڑتے ہیں جیسے متاخرینِ اہلِ بدعت کا وطیرہ ہے حالانکہ ان کی اصلی مراد سے اللہ ہی آگاہ ہے یعنی جب تک کسی کو اللہ اطلاع نہ دے کوئی نہیں جان سکتا۔ یہاں حصر اضافی ہے ورنہ یہ معنی نہیں ہو سکتا کہ رسول اللہ بھی آگاہ نہیں کہ ارشاد ہے ثم ان علینا بیانہ۔ اس اعتبار سے قرآن کا کوئی حصہ بھی رسول پاک ﷺ کے لئے بغیر بیان کے نہ رہنا چاہیئے۔

مقصد یہ کہ بغیر اللہ کے بتائے کوئی بھی محض لغت دانی یا زبان دانی سے نہیں جان سکتا۔ لہٰذا یہ پتہ چل رہا ہے کہ نہ صرف حضور نبی کریم ﷺ بلکہ آپ کے کامل اُمتی بھی فیضانِ نبوت سے ضرور اپنا حصہ پاتے ہیں اور اخص الخواص علم لدنی کے ذریعہ سے اس سے واقف ہوتے ہیں جس کا حصول بے کیف ذاتی یا صفاتی معیت کے سبب ہوتا ہے۔ تحصیل اور کسب کو یہاں دخل نہیں یا پھر راسخون فی العلم۔ جو کہتے ہیں کہ پورا قرآن اللہ کا بھیجا ہوا ہے اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں مفسرین کے نزدیک اس سے اہل السنۃ والجماعت ہیں جو قرآن کی وہی تعبیر و تشریح صحیح مانتے ہیں جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، سلف صالحین اور اجماعِ اُمت سے منقول ہے اور محکمات کو ساری تعلیمات کا محور جان کر متشابہات میں اپنی کوتاہی نظری کا اعتراف کرتے ہیں اور ان کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں بلکہ نصیحت حاصل ہی وہ کرتے ہیں جو سالم عقل اور فطرتِ سلیم رکھتے ہیں اور نہ جاننے کے باوجود کبھی جاننے کے مدعی نہ بنتے ہوں کہ یہ جہل مرکب ہے۔

ربنا لا تزغ قلوبنا .... لا یخلف المیعاد۔

اور ہدایت کو اللہ کی عطا جان کر، اللہ ہی سے سلامتی کے طلبگار رہتے ہیں کہ اے اللہ! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر! یعنی حق کی طرف سے نہ پھیر دے۔ اس کے بعد کہ تُو نے ہمیں ہدایت فرمائی، کتاب عطا کی اور محکم و متشابہ پر ایمان لانے کی توفیق ارزاں فرمائی۔

غرض ہدایت کا مدار دل کی سلامتی پر ہے اور انہی اعمال کی قیمت بھی ہے جو خلوص دل سے کیے جائیں۔

انسان کو اصلاحِ قلب کی طرف متوجہ ہونا دین کی سلامتی کے لئے اشد ضروری ہے جسے آج بھلایا جا رہا ہے نہ کوئی صاحبِ دل نظر آتا ہے نہ کوئی اس دولت کا طالب۔ یوں نظر آتا ہے جیسے یہ بازار اُجڑ گیا۔ اس کے طالب جا چکے

اب یہ دُنیا بھیڑیوں اور درندوں کا مسکن ہے جو انسانی کھالوں میں نظر آتے ہیں ۔

لیکن یاد رہے منور القلوب لوگوں سے جہان خالی نہیں ہوتا ۔ جب ایسا ہو گا تو پھر یہ جہان ہی نہ ہو گا کہ ارشاد ہے قیامت تب قائم ہو گی حتیٰ لا یقال اللہ اللہ کہ کوئی اللہ ! اللہ ! کہنے والا نہ ہو گا ۔ یعنی کوئی ایسا نہ ہو گا جس کا دِل ذاکر ہو ۔ اگر دل ساتھ نہ دے تو زبانی کہنے کا اعتبار نہیں اور نہ یہ اللہ کے عذاب کو روکتا ہے ۔ ہر حال میں ایسے لوگوں کی تلاش ضروری ہے اور ان کی صُحبت زندگی بخش ۔

دُعا کرتے ہیں اے اللہ ! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر ، اور یہ رحمت محض مال و منال نہیں بلکہ وہ مجلس ہے جہاں رحمتِ باری بٹتی ہے وہ استقامت مراد ہے جو دین پر نصیب ہو اور اہلِ اللہ کی مجالس ہی رحمتِ باری کا مہبط ہوا کرتی ہیں کہ ارشاد ہے ۔

اے اللہ ! تو ہی عطا کرنے والا ہے اور تو ضرور ہر ایک کو میدانِ حشر میں جمع فرمائے گا جس کے وقوع یا جزا و سزا میں کسی ادنےٰ شبہ کی بھی کوئی گنجائش نہیں ، اور یہ بات یقینی ہے کہ اللہ کبھی اپنے وعدہ کے خلاف نہ کرے گا ۔ بھلائی کا وعدہ پورا نہ کرنا تو شانِ الوہیت سے تو بعید ہے معتزلہ کے نزدیک عہد عذاب کی خلاف ورزی بھی جائز نہیں ، مگر سوائے کفر اور شرک کے جن پر اللہ نے فرمایا کہ نہ بخشوں گا ، کیسے بھی ہوں ، عفو و درگزر سے متجاوز نہیں ۔ اور جس طرح عذاب عدم توبہ سے مشروط ہے اسی طرح عدم عفو و درگزر سے بھی مشروط ہے اگر اللہ رحم کر کے بخش دے تو یہ وعدہ خلافی ہرگز نہ ہو گی ۔

رکوع نمبر۲ آیات ۱۰ تا ۲۰ تلک الرسل ۳/۱۰

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ
أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ
اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ﴿١٠﴾

جو لوگ کافر ہوئے (اُس دن) نہ تو اُن کا مال ہی خدا (کے عذاب) سے اُن کو بچا سکے گا اور نہ اُن کی اولاد (کچھ کام آئیگی) اور یہ لوگ آتشِ (جہنم) کا ایندھن ہونگے ۱۰

10. (On that day) neither the riches nor the progeny of those who disbelieve will aught avail them with Allah. They will be fuel for fire.

كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ
مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا
فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ
وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١١﴾

اُن کا حال بھی فرعونیوں اور اُن سے پہلے لوگوں کا سا ہو گا جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی تھی تو خدا نے اُن کو اُن کے گناہوں کے سبب (عذاب میں) پکڑ لیا تھا اور خدا سخت عذاب کرنے والا ہے ۱۱

11. Like Pharaoh's folk and those who were before them, they disbelieved Our revelations and so Allah seized them for their sins. And Allah is severe in punishment.

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ
وَتُحْشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ ۚ وَبِئْسَ

(اے پیغمبر) کافروں سے کہہ دو کہ تم (دُنیا میں بھی) عنقریب مغلوب ہو جاؤ گے اور (آخرت میں) جہنم کی طرف ہانکے

12. Say (O Muhammad) unto those who disbelieve: Ye shall be overcome and gathered unto Hell, an evil resting-place.

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ
الْتَقَتَا ۭ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ
رَاْيَ الْعَيْنِ ۭ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ
مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً
لِّاُولِي الْاَبْصَارِ (۱۳)
زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ
مِنَ النِّسَاۗءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ
الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ
وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ
وَالْحَرْثِ ۭ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ
وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ (۱۴)
قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ
لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ
جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ
وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ
بِالْعِبَادِ (۱۵)
اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا
فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (۱۶)
اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَ
الْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ
بِالْاَسْحَارِ (۱۷)
شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ
وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَاۗىِٕمًۢا
بِالْقِسْطِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْمُ (۱۸)
النصف
اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۣ
وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ
بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ

جاؤ گے اور وہ بری جگہ ہے (۱۲)
تمہارے لیے دو گروہوں میں جو (جنگِ بدر کے دن) آپس
میں بھڑ گئے (قدرتِ خدا کی عظیم الشان) نشانی تھی
ایک گروہ (مسلمانوں کا تھا وہ) خدا کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا
گروہ (کافروں کا تھا وہ) ان کو اپنی آنکھوں سے اپنے سے
دوگنا مشاہدہ کر رہا تھا اور خدا اپنی نصرت سے جس کو چاہتا ہے مدد
دیتا ہے جو اہلِ بصارت ہیں ان کے لیے اس (واقعے) میں بڑی عبرت ہے (۱۳)
لوگوں کو ان کی خواہشوں کی چیزیں یعنی عورتیں
اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے بڑے بڑے
ڈھیر اور نشان لگے ہوئے گھوڑے اور مویشی
اور کھیتی بڑی زینت دار معلوم ہوتی ہیں
(مگر) یہ سب دنیا ہی کی زندگی کے سامان ہیں۔ اور
خدا کے پاس بہت اچھا ٹھکانا ہے (۱۴)
(اے پیغمبر ان سے) کہو کہ بھلا میں تم کو ایسی چیز بتاؤں جو ان
چیزوں سے کہیں اچھی ہو (سنو) جو لوگ پرہیزگار ہیں ان
کیلئے خدا کے ہاں باغات (بہشت) ہیں جن کے نیچے
نہریں بہ رہی ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ عورتیں ہیں
اور (سب سے بڑھ کر) خدا کی خوشنودی۔ اور خدا (اپنے نیک)
بندوں کو دیکھ رہا ہے (۱۵)
جو خدا سے التجا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم ایمان لے آئے
سو ہم کو ہمارے گناہ معاف فرما اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ (۱۶)
یہ وہ لوگ ہیں جو (مشکلات میں) صبر کرتے اور سچ
بولتے اور عبادت میں لگے رہتے اور (راہِ خدا میں) خرچ
کرتے اور اوقاتِ سحر میں گناہوں کی معافی مانگا کرتے ہیں (۱۷)
خدا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود
نہیں اور فرشتے اور علم والے لوگ جو انصاف پر قائم
ہیں وہ بھی (گواہی دیتے ہیں کہ) اس غالب حکمت والے
کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں (۱۸)
دین تو خدا کے نزدیک اسلام ہے۔ اور اہلِ کتاب
نے جو (اس دین سے) اختلاف کیا تو علم حاصل ہونے
کے بعد آپس کی ضد سے کیا۔ اور جو شخص خدا کی آیتوں
کو نہ مانے تو خدا جلد حساب لینے والا (اور سزا

13. There was a token for you in two hosts which met:[2] one army fighting in the way of Allah, and another disbelieving, whom they saw as twice their number, clearly with their very eyes. Thus Allah strengtheneth with His succour whom He will. Lo! herein verily is a lesson for those who have eyes.

14. Beautified for mankind is love of the joys (that come) from women and offspring, and stored-up heaps of gold and silver, and horses branded (with their mark), and cattle and land. That is comfort of the life of the world. Allah! With Him is a more excellent abode.

15. Say: Shall I inform you of something better than that? For those who keep from evil, with their Lord, are Gardens underneath which rivers flow wherein they will abide, and pure companions, and contentment from Allah. Allah is Seer of His bondmen,

16. Those who say: Our Lord! Lo! we believe. So forgive us our sins and guard us from the punishment of Fire.

17. The steadfast, and the truthful, and the obedient, those who spend (and hoard not,) those who pray for pardon in the watches of the night.

18. Allah (Himself) is witness that there is no God save Him. And the angels and the men of learning (too are witness). Maintaining His creation in justice, there is no God save Him, the Almighty, the Wise.

19. Lo! religion with Allah (is) The Surrender[3] (to His will and guidance). Those who (formerly) received the Scripture differed only after knowledge came unto them, through transgression among themselves. Whose disbelie-

veth the revelations of Allah (will find that) lo! Allah is swift at reckoning.

20. And if they argue with thee, (O Muhammad), say: I have surrendered my purpose to Allah and (so have) those who follow me. And say unto those who have received the Scripture and those who read not: Have ye (too) surrendered? If they surrender, then truly they are rightly guided, and if they turn away, then it is thy duty only to convey the message (unto them). Allah is Seer of (His) bondmen.

اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ⑲
فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ
لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ
فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ
تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ
بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ⑳

دینے والا ہے ⑲
(اے پیغمبر) اگر یہ لوگ تم سے جھگڑنے لگیں تو کہنا کہ
میں اور میرے پیرو تو خدا کے فرمانبردار ہو چکے۔ اور
اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے کہو کہ کیا تم بھی (خدا
کے فرمانبردار بنتے اور) اسلام لاتے ہو؟ اگر یہ لوگ اسلام
لے آئیں تو بیشک ہدایت پالیں اور اگر (تمہارا کہا) نہ مانیں تو تمہارا
کام صرف خدا کا پیغام پہنچا دینا ہے۔ اور خدا اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے ⑳

اسرار و معارف

ان الذین کفروا .... وبئس المھاد ۔

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا ۔ ان کے مال اور اولاد اللہ کے مقابل ذرہ برابر کام نہ آئیں گے یا وہ یہ سمجھ رکھیں کہ ان کے پاس دولت ہے اولاد ہے تو شاید عند اللہ وہ مقبول ہیں اور یہ اللہ کی خوشنودی کی دلیل ہے ہرگز نہیں ! یہ ایک نظام ہے اللہ کا مقرر کردہ جو چل رہا ہے ہاں ! اللہ کی رضامندی کی دلیل دین ہے ۔ اگر دین قبول نہ کیا تو مالدار ہوں یا صاحب اولاد ہوں ، دوزخ کا ایندھن ہیں بلکہ ترجمہ تو یوں ہے کہ یہی لوگ دوزخ کا ایندھن ہیں ۔ ان کا رویہ تو آل فرعون جیسا ہے یا ان سے پہلے گزرنے والے کافروں جیسا کہ دولت اور ریاست کے لالچ میں حق کو قبول نہ کیا اور اللہ کی آیات کی تکذیب کی ۔ اللہ نے ان کے جرائم کی ان کو سزا دی اور اللہ کی سزا بہت سخت ہے ۔

آپ ﷺ کفار سے فرما دیجئے کہ عنقریب تم مغلوب ہو جاؤ گے اور تمھیں ہنکا کر جہنم کی طرف لے جایا جائے گا ۔ یعنی دونوں عالم میں تم دار و گیر سے نہ بچ سکو گے کہ دنیا میں تمھیں مسلمانوں کے ہاتھ سے شکست ملے گی اور آخرت میں جہنم ۔ جو بہت برا ٹھکانہ ہے ۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ فتح بدر کے بعد یہود نے کہا تھا کہ مسلمانوں کو کسی آزمودہ کار جنگی قوت سے واسطہ نہیں پڑا ۔ مکہ والے ناتجربہ کار تھے اگر کبھی ہم سے مقابلہ ہوا تو خبر ہو جائے گی ۔

اس پر یہ آیات نازل ہوئیں جن میں ان کی شکست کی پیش گوئی تھی جو حرف بحرف پوری ہوئی ۔ بنی قریظہ قتل ہوئے

اور بنی نضیر جلا وطن۔ نیز خیبر فتح ہوا، جس کے بارے یہود سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ اتنی بڑی قوت مسلمانوں کے ہاتھوں مغلوب ہو جائے گی مگر چشمِ عالم نے دیکھا یہ سب کچھ ہو کر رہا اور یہیں پر بس نہیں۔ نزول اگرچہ خاص ہو مگر آیت کا حکم تو عام ہے۔ یہ کوئی سوچ سکتا تھا کہ وہ چند سرفروش جنہیں مکہ میں زندہ رہنے کا حق بھی نہیں دیا جا رہا اور بے کسی و بے بسی کے عالم میں مہاجر بن کر نکل رہے ہیں۔ آئندہ چند سالوں میں بحیثیت فاتح مکہ میں داخل ہوں گے اور اہلِ مکہ کی گردنیں جھکی ہوئی ہوں گی۔ یا صحرا اور ریگ زار سے اُٹھنے والے یہ چند خادمانِ رسول ﷺ مشرق و مغرب کو ہلا کر رکھ دیں گے اور عالمی قوتیں اپنے دور کی واقعی سُپر پاور قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں ان کی ضربِ پا سے چُور چُور ہو جائیں گی اور دینِ برحق کو ہر طرف نسیمِ سحر کی طرح اور خوشبوئے محمد ﷺ کو ایک عالم کی مشامِ جان تک پہنچا دیں گے۔ صحراؤں کی وسعتیں ان کے قدموں میں سمٹ آئیں گی، پہاڑ اُن کا راستہ نہ روک سکیں گے اور سمندر اُن کے لئے پایاب ثابت ہوں گے مگر یہ سب کچھ ہوا۔ یہی تاریخ کا روشن اور سُنہرا باب ہے۔

اس پسِ منظر میں ہم اپنے آپ کو دیکھیں تو معاملہ بالکل برعکس ہے کہ دنیا میں مسلمانوں کے کسی ملک سے خیریت کی خبر نہیں آتی، اریٹیریا سے لے کر فلسطین تک خونِ مسلم کی ندیاں بہہ رہی ہیں اور کفر کے عفریت اپنے ہیبت ناک جبڑوں میں انھیں جکڑے ہوئے ہیں تو سوچتے ہیں کہ وعدہ الٰہی کیا ہوئے؟

صاحبِ معارف القرآن نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہاں دنیا بھر کے کفار مراد نہیں بلکہ عہدِ نبوی ﷺ کے یہود و مشرکین مراد ہیں جو واقعی مغلوب ہوئے۔

بیان القرآن میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ دنیا میں صرف عہدِ نبوی ﷺ کے کافر مراد ہیں اور آخرت میں سب۔ مگر یہ شان تو ہمیں صرف خلافتِ راشدہ میں نظر آتی ہے بلکہ صدیوں تک اس کا مظاہرہ ہوتا رہا اور صلاح الدین ایوبی کی ضرب ہو یا غزنوی کی چوٹ، سب میں یہی وعدہ کارفرما نظر آتا ہے۔ اور آج کے چند تہی دست، غیر تربیت یافتہ فوجی بغیر وردی بلکہ بغیر پگڑی کے اور ننگے پاؤں دُنیا کی، دورِ حاضرہ کی مسلمہ سُپر پاور کو افغانستان کی گھاٹیوں میں گذشتہ چھ برس سے رگید رہے ہیں۔ یہاں بھی مادی طاقت کا کوئی مقابلہ نہیں، یہی نصرت اللہ ہے کہ ان بادیہ نشینوں کے سینوں میں نورِ ایمان ہے۔ یہ قدامت پسند عین برستی آگ میں بھی اذان کہتے اور باجماعت نماز ادا کرتے ہیں۔ ان کے چہرے سُنتِ رسول اللہ ﷺ سے مزین ہیں اور دل عشقِ رسول ﷺ کی آماجگاہ۔

یہ کافی ثبوت ہے کہ نصرتِ باری تو ہے شاید مسلمان اپنی جگہ سے سرک گیا ہے اور ترقی کے شوق میں بے دینی اور بے حیائی کی طرف بڑھ رہا ہے جس کا سال محرم کی جاں نثاری سے شروع ہو کر ذوالحجہ کی جان سپاری پہ ختم ہوتا تھا، آج شب بھر کلبوں میں دُھت دادِ عیش دے کر گزشتہ برس کو رخصت کرتا ہے اور نئے سال کو خوش آمدید کہتا ہے اور پھر اس کے ساتھ اپنے کو اس لُطف و کرم کا حقدار بھی جانتا ہے جو صرف مسلمانوں کا حق ہے۔

اگر ہمیں آج بھی کُفر کی ظلمت کو مٹانا ہے اور دُنیا کو دین کے نور سے منوّر کرنا ہے تو پھر پلٹ کر اپنی اصلی جگہ پر آنا ہو گا۔ اللہ توفیق عطا فرمائے! آمین۔

قد کان .... ان فی ذالک لعبرۃ لاولی الابصار۔

اللہ کے اس وعدہ کے ساتھ غزوۂ بدر کی مثال کو دلیل کے طور پر ارشاد فرمایا کہ تم اس کی مثال کا نظارہ کر چکے ہو کہ میدانِ بدر میں دو گروہوں کا مقابلہ ہوا تھا۔ جہاں مادّی اعتبار سے یا افرادی قوت کے اعتبار سے کوئی مقابلہ نہ تھا کہ اہلِ مکہ ۹۵۰ کی تعداد میں اور مکہ کے چُنے ہوئے افراد جن کے پاس ۷۰۰ اونٹ، ۱۰۰ گھوڑے مکمّل سامانِ حرب اور وافر مقدار میں راشن بھی تھا۔ دوسری طرف ۳۱۳ جانفروش، جن میں ۷۰ مہاجر اور باقی انصار تھے۔ ان میں بچے بھی تھے اور عمر رسیدہ افراد بھی کل ۷۰ اونٹ، دو گھوڑے اور سامانِ حرب میں کل چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں۔

یہ پہلی جنگ تھی جو رمضان ۲ ہجری میں خود نبی کریم ﷺ کی قیادت میں کُفر کے مقابل لڑی گئی۔ مہاجرین کے علمبردار حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور انصار کے حضرت سعد بن عبادہ تھے اور ایک جھنڈا نبی پاک ﷺ نے سارے لشکر کا بنایا جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دوپٹے سے بنایا گیا تھا اور اس کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اٹھائے ہوئے تھے گویا جان پیش کی احباب کی جان پیش فرمائی۔ گھر اور شہر سے ہجرت فرمائی اور میدانِ بدر اللہ کا رسول ﷺ ناموسِ رسالت بھی راہِ خدا پرلے آیا کہ اللہ! اگر آج یہ جھنڈا گرے گا تو تیرے رسُول ﷺ کی محبوب بیوی کا دوپٹہ ہے جو کفار کے قدموں میں روندا جائے گا۔

بدر میں علم

اب تیرے اختیار میں ہے کہ اسے بلند رکھ! تاریخ شاہد ہے کہ دوسری دفعہ خیبر کے مقام پر جب لڑتے لڑتے مہینہ بھر سے اوپر دن نکل گئے۔ راشن کے ساتھ سامانِ حرب بھی کافی نہ رہا۔ تلواریں بیشتر ٹوٹ گئیں اور جو تیر یہود نے پھینکے تھے وہی اٹھا کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کی طرف پھینکتے تھے۔ پھر پندرہ سو

جاں نثار دس ہزار یہود کے مقابل تھے پُشت پر بنو غطفان تھے جن کے لشکر کی تعداد پانچ سو تھی اور یہود سے معاہدہ بھی تھا مگر ناحال دبکے ہوئے تھے۔

جب یہ حال ہوا تو آقائے نامدار ﷺ نے پھر صدیقہ کائنات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دوپٹے کا جھنڈا بنایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علمبردار مقرر فرمایا۔ اللہ کی شان کہ ایک ریلے میں خیبر کے قلعے فتح ہوتے گئے اور تیسری دفعہ جب حضور پُرنور ﷺ مکہ مکرمہ میں بحیثیت فاتح داخل ہوئے تو جھنڈا صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا کے دوپٹے کا بنایا اور وہ عَلَم پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو عطا فرمایا۔ یہ غالباً اظہار تشکر کے لیئے تھا کہ رب العزت نے اس پرچم کو کبھی گرنے نہیں دیا۔ بار بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمانے کی ممکن ہے یہ وجہ ہو کہ حضرت علی نہ صرف داماد تھے بلکہ آپ ﷺ کے گھر میں ایک بیٹے کی طرح پلے بھی تھے اور ماں کا دوپٹہ اٹھانا بیٹے ہی کا حق ہے واللہ اعلم۔

بات اتنی تھی کہ ایک گروہ اگرچہ تعداد میں، اسباب میں کم تھا مگر اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا گروہ تعداد میں زیادہ اسباب سے لدا پھندا، مگر تھا کافروں کا اور دونوں گروہ ایک دوسرے کو اپنے سے دوگنا دیکھ رہے تھے اور کھلی آنکھوں دیکھ رہے تھے یعنی جو مسلمانوں سے تین گنا تھے کم نظر آ رہے تھے اور مسلمان جو تعداد میں کم تھے زیادہ نظر آتے تھے۔

سورہ انفال میں ہے یقللکم فی اعینھم۔ تو اس سے مراد میدانِ جنگ کی شروع کی کیفیت ہے کہ مسلمان کافروں کو بہت تھوڑے لگے اور وہ جنگ میں کود پڑے مگر جب جنگ چھڑ گئی تو انھیں نظر آیا کہ یہ تو ہم سے دوگنا ہیں۔ ہمت ٹوٹنے کا سبب بن گیا۔

یہ مختلف کیفیات مختلف اوقات کی ہیں۔ نیز اللہ پاک ہر کام کے لیئے اسباب پیدا فرماتا ہے۔ ترکِ سبب مناسب نہیں۔ پھر دیکھا تم نے کہ اللہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور اپنی مدد سے قوی کر دیتا ہے چند تہی دست مسلمانوں نے اچھی طرح سے مسلح ہوئے لشکر کو کتنی ذلت آمیز شکست سے دوچار کر دیا کہ چیدہ چیدہ کفار بھی قتل ہوئے اور قید بھی۔

اہلِ بصیرت کے لیئے تو اس میں بہت بڑی نصیحت ہے اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کی پیشگوئیوں کی صداقت کا مُنہ بولتا ثبوت۔

زین للناس حب الشھوات .... واللہ عندہ حسن المآب۔

لوگوں کو مرغوب اور پسندیدہ چیزوں کی محبت بھی بڑی خوشنما معلوم ہوتی ہے حب الشھوات فرمایا کہ شہوت

دلیلِ بہیمت ہے یعنی بالکل جانوروں کی طرح۔ ان اشیاء کے پیچھے لپکتے ہیں اور مکمل طور پر ان کی طلب میں مستغرق ہو کر اللہ کی یاد اور اس کی اطاعت سے کٹ جاتے ہیں۔ یاد رہے اسبابِ زینت بنانے والا خود اللہ ہے اور ان تمام اشیاء کی طبعی محبت خود اللہ کی پیدا کردہ ہے لہٰذا دل سے نکل نہیں سکتی۔ ہاں! جب عقلی محبت پر جو اللہ سے، اللہ کے رسول ﷺ سے اور دارِ آخرت سے ہونی چاہیئے کہ اگر مقابلہ آجائے تو حُبِ طبعی کو حُبِ عقلی پر قربان کر سکے۔ یہی انسان کا امتحان ہے ورنہ انہی اشیاء سے استفادہ شکر نعمت ہے اور سعادتِ آخرت ہے نیز انہی کی وجہ سے آدمی کو فرشتوں پر فضیلت حاصل ہے مگر اس وقت تک جب تک یہ سب کچھ اپنی حد کے اندر رہے۔ اگر انہی رسُومات یا حُبِ جاہ یا نام و نمود کی نمائش اور خواہش میں اللہ کے احکام کے مقابل کھڑا ہو گیا۔ تو یہی تباہی کا سب سے بڑا ذریعہ ثابت ہوں گے۔

ارشاد ہے کہ عورتوں کی محبت، اولاد اور مال یعنی سونے چاندی کے ڈھیروں سے محبت اور خوبصورت گھوڑوں اور چارپاؤں کی اُلفت لوگوں کو کھینچ رہی ہے حالانکہ یہ سب دُنیا کی قلیل زندگی میں استعمال کی عارضی چیزیں ہیں۔ انھیں فنا ہونا ہے کہ موجوداتِ دنیوی کا مبدء وجود عدم ہے یعنی تمام ممکنات اصلاً معدوم تھے پہلے نہ تھے پھر ہوئے ان کا وجود ظلی ہے ان کی اصل عدم ہے اس لیے ہر شے فنا کی طرف جا رہی ہے۔ اسی لئے کہ ہر ممکن حادث ہے۔ اس کا اپنا کوئی وجود نہیں اپنے وجود کے لیے دوسروں کا محتاج ہے اور تمام حقائق کونیہ کا تقرر اور تقدر علم باری تعالےٰ میں ہے۔ اصلاً سب کچھ معدوم جب صفاتِ باری تعالےٰ کا پرتو پڑا تو ہر شے کا وجود ظلی طور پر یا عکسی طور پر منودار ہو گیا جسے لوگ وجود اصلی جان بیٹھے اور جس شے کی اصل ہی نہ ہو اس میں حُسن یا کمال نہیں ہوا کرتا۔ ہاں! آخرت کی نعمتیں چاہے جانے کے قابل ہیں کہ اُن کے تعین اور تحقق کے مبادی صفاتِ خداوندی ہیں۔ یعنی صفاتِ خداوندی آخرت میں بصورت مہر و قہر نمایاں ہوگی اسی لیے ان کا ابدی کنارہ کوئی نہیں، وہ لازوال ہیں نعمتیں بھی لازوال اور مصائب بھی لازوال۔

فرمایا واللہ عندہٗ حسن المآب۔ کہ اللہ کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے۔ یعنی دارِ آخرت بہترین ٹھکانہ ہے دُنیا کی جو شے حصُولِ آخرت میں معاون ہوگی وہی محبوب ہوگی۔ انبیاء، صحابہ اور اولیاء اللہ کی محبت، آخرت کی محبت ہے۔ اور آخرت کی محبت اللہ کی محبت ہے اُخروی نعمتوں کی رغبت اللہ کی طرف رغبت ہے۔

قل اؤنبّئکم بخیر من ذالکم .... والمستغفرین بالاسحار

فرما دیجئے کہ ان تمام لذّات سے بدرجہا بہتر نعمتوں کی بابت تمھیں خبر کردوں؟

وہ ان کے لیے ہیں کہ جو لوگ متقی ہوں گے یعنی اپنی زندگی میں مرضیاتِ باری کے حصول کے لیے کوشاں رہیں گے دنیا اور دنیا کی لذتوں کو اللہ کی رضا پہ قربان کرنے کی ہمت رکھتے ہوں گے ان کے پروردگار کے پاس ان کی خاطر جنّتیں ہیں باغات ہیں۔ جن میں نہریں جاری ہیں اور وہ جنّتیں بھی لازوال اور ابدی ہیں اور ان میں داخل ہونے والے بھی کبھی نہ نکالے جائیں گے بلکہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ وہاں ان کے لیے پاک بیبیاں ہیں یعنی جسمانی آلائش حیض و نفاس اور بول و براز سے پاک اخلاقی آلائش یا بدخلقی سے پاک۔ یہ بات دُنیا کی ان عورتوں کو جو جنت میں داخل ہوں گی اور جنت میں وہاں کی مخلوق بیبیوں دونوں کو شامل ہے۔

پھر سب سے بڑی نعمت اللہ کی خوشنودی ہے جو جنّت میں رہنے والوں کو حاصل ہوگی۔ مومنین کے جنّتی اقرباء اور اولاد سب جنت میں جمع ہوتے رہیں گے اور ہمیشہ کے لیے اللہ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ زوالِ نعمت کا کوئی کھٹکا نہ ہو گا نیز جو چاہیں گے ملے گا۔

احادیثِ مبارکہ میں استقدر نعمتوں کا ذکر ہے کہ آدمی پڑھ کر یہ چاہتا ہے کہ اللہ دنیا سے اٹھالے اور جنّت نصیب کرے۔ یہاں بوجہ خوفِ طوالت احادیث نقل نہیں کی جارہیں۔

فرمایا اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے کون کس چیز کے لیے کوشاں ہے اور خود ملاحظہ فرما رہا ہے جانتا ہے سب اُس کی نگاہ کے سامنے ہے ان کو بھی دیکھ رہا ہے جو یہ عرض کرتے ہیں کہ اللہ ہم ایمان لے آئے۔ ہم نے کفر کو ترک کر دیا۔ اب تُو ہمارے گناہ، ہماری لغزشیں معاف فرمادے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

یہاں ثابت ہوتا ہے کہ صرف ایمان مغفرت کا استحقاق پیدا کر دیتا ہے۔

اولیاء اللہ کے اوصاف

فرمایا ایسے لوگ جو نفس کی مخالفت پہ جم جاتے ہیں الصَّابِرِین یعنی بُری باتوں سے نفس کو روکتے ہیں اور اطاعتِ الٰہی اور اچھی باتوں میں لگاتے ہیں۔ یاد رہے یہاں متقین اور اولیاء اللہ کی صفتوں کا بیان ہے سو ہر شخص کو چاہیے کہ کسی کو پیر بنانے سے پہلے یہ اوصاف دیکھے ورنہ بدکار کی بیعت تو سرے سے حرام ہے۔ یعنی صبر کرنے والے اور والصَّادِقِین سچے۔ تمام دعووں میں، احوال میں، نقل واقعات میں، نیز سب سے بڑا سچ کلمہ طیبہ ہے کہ اس پر کاربند ہیں۔ اللہ کی عبادت سُنّت رسولِ خدا ﷺ کے مطابق کرنے والے۔ یہی مفہوم ہے "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اسی کی عبادت کریں گے بھئی! کیسے

کروگے۔ تمھیں اس کی پسند کا پتہ کیسے چلے گا "محمدؐ رسول اللہ" نبی کریم ﷺ کی سُنت کے مطابق۔

والقانتین ۔یعنی ہمہ وقت اللہ کی رضا کے طالب۔

والمنفقین ۔اپنی تمام کوششوں کو مال و دولت ہو یا محنت و کاوش۔سب کو اللہ کی راہ میں لگانے والے اور پھر اس سب طاعت و عبادت کے باوجود سحری کو اٹھ کر اپنی کوتاہی کا اقرار کرکے معافی طلب کرنے والے کہ اللہ! یہ عبادت، نیکی کی طاقت بھی تو نے بخشی۔اس کا علم بھی تیری عطا ہے اور یہ تیرے قبول کی محتاج۔کہ تو محض اپنے کرم سے شرفِ قبولیت عطا فرماتا ہے۔وقتِ سحر چونکہ قبولیت کا وقت بھی ہے اور اُٹھنے کا اہتمام بھی کرنا پڑتا ہے کسی کام کی اہمیت ہی اُس وقت بستر سے نکال سکتی ہے۔ اس میں صُوفیہ اور اہل اللہ کی صفات بیان فرما دی ہیں کہ ان لوگوں کے پاس یہ دولت ہوتی ہے اور اسی کے حصُول کے لئے ان کی صحبت اختیار کی جاتی ہے۔جہاں یہ نہ ہو وہاں سے اجتناب اور علیحدگی اختیار کرنا چاہیئے۔

شھد اللہ انہ لاالہ الا ھو ………… واللہ بصیر بالعباد

اللہ خود گواہ ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اس کی ذات، اس کی صفات اور تمام مظاہر و مصنوعات اس کی توحید پر گواہ ہیں۔اور فرشتے جو اس کے مقرب ہیں اپنے اذکار و تسبیح میں اور اطاعت میں اس کی توحید کے شاہد ہیں۔

اسلام کیا ہے؟

ہر دور کے اہل علم نے بھی شہادت دی کہ وہ لاشریک ہے۔اہل علم سے مراد ایسے لوگ ہیں جو انبیاء سے سیکھ کر یا کائناتِ عالم میں غور کرکے توحیدِ باری کو پا سکیں خواہ ضابطے کے عالم ہوں یا نہ۔ ورنہ ایسے لوگ جو اللہ ہی کو نہ پہچان سکیں۔کتنے علوم بھی سیکھ جائیں عند اللہ جاہل ہی ہوں گے کہ سب سے بڑی حقیقت تو اسی کی ذات ہے اس سے جاہل رہنے والا کب عالم ہو سکتا ہے تو یہ سب گواہ ہیں کہ اللہ واحد، لاشریک اور معبودِ برحق ہے اور ہر شے پہ غالب اور حکمت والا ہے۔

یہ بھی یقینی بات ہے کہ اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔اسلام سے مراد اپنے کو اللہ کے سپرد کر دینا اور اس کی اطاعت پر کمر بستہ ہو جانا ہے ہر نبی دعوت لے کر دُنیا میں آیا اور ہر نبی کے ساتھ ایمان اور اطاعت کا رشتہ اسلام

ہی ہے۔ اسی لئے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے دَور میں اور سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے زمانے میں اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے اپنے وقت میں مسلمان ہونے کا اعلان فرمایا۔ غرضیکہ ہر نبی کا لایا ہوا دین اسلام ہی تھا اور عنداللہ مقبول اور آخر میں خاتم الانبیاء ﷺ کا لایا ہوا دین اسلام کہلایا۔ جو قیامت تک باقی رہے گا۔

باقی انبیاء بھی توحید، رسالت، آخرت، جنت، دوزخ، جزا و سزا یا فرشتوں کے بارے میں متفق تھے۔ فرق صرف عبادات کے طریق میں تھا جو ہر دَور میں شریعت لانے والے نبی کے ساتھ تبدیل ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ جو جو احکام منسوخ ہوتے گئے اس کے بعد وہ اسلام نہ رہے اور اب آقائے نامدار ﷺ کی شریعت اسلام ہے اور شرائع سابقہ جو منسوخ ہوئے اُن پر عمل اب اسلام نہیں رہا۔

بعثتِ رسول ﷺ کے بعد اسلام صرف وہ ہے جو کتاب اللہ اور آپ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ہے اس سے ثابت ہو گیا کہ رواداری کے نام پر کفر سے مصالحت کرانے والے مُلحد ہیں اور یہ نظریہ کہ دُنیا کا ہر مذہب یہودیت ونصرانیت ہو یا بُت پرستی ذریعۂ نجات بن سکتا ہے بشرطیکہ اعمال صالحہ اور اخلاق اعلیٰ ہوں۔ دراصل یہ اسلام پر بہت بڑی چوٹ اور الحاد پھیلانے کی کوشش ہے۔ بات سیدھی سی ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت اور اطاعت نہیں اور اس کا طریقہ سیکھنا ہے محمد رسُول اللہ ﷺ سے۔ اگر یہ بات نہیں تو کافر ہے اگر کوئی نیک کام بھی کر گزرے تو نہ اُس نے اللہ کے لئے کیا نہ اللہ کے رسُول ﷺ سے پوچھا۔ آخرت میں کوئی اجر نہیں اور نہ وہ ذریعۂ نجات ہے۔

اب اگر اہلِ کتاب اس بات میں جھگڑا بھی کریں تو وہ بغاوت کر کے ہوگا ورنہ تو ان کے پاس خود ان کی کُتب میں بھی یہی بات موجود ہے اور اسی پر سب دلائل موجود ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں جس میں کوئی شبہ رہ گیا ہے بلکہ مسلمانوں سے حسد اور حُبِ مال و جاہ نے انھیں اختلاف میں مبتلا کر دیا ہے۔

جو شخص بھی اللہ کی آیات کا انکار کرتا ہے اُسے بہت جلد حساب دینا ہوگا کہ اللہ عنقریب اس سے حساب لینے والا ہے کہ مرتے ہی برزخ میں داخلے پر پوچھ گچھ شروع ہو جائے گی اور پھر قیامت کو سب جھگڑوں کی حقیقت سرِ میدان کُھل جائے گی۔ اور اگر اس قدر دلائل و براہین کے باوجود بھی آپ ﷺ سے جھگڑا کریں تو آپ فرما دیجئے کہ میں تو اللہ کا فرمانبردار ہوں۔ اپنے دل، زبان اور سارے اعضاء کو اس کی اطاعت پر لگا دیا اور یہی کام ان سب لوگوں نے کیا جو میرے ساتھ ہیں میرے پیروکار ہیں۔ انھوں نے اپنی ہستی اللہ کے سپرد کر دی۔

اب اے اہلِ کتاب! اور اے گروہِ مشرکین! کیا تم بھی ایسا کرسکتے ہو؟ اگر وہ بھی قبول کریں تو ہدایت پاگئے سیدھی راہ ان کو بھی نصیب ہوئی اور اگر یہ نہ کرسکیں تو پھر درمیانی راستہ کوئی نہیں۔ وہ کفر میں بھٹکتے ہیں کہ آپ ﷺ کے ذمہ تو بات کا پہنچا دینا تھا۔ اس سے آگے سب کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔ سب اُس کی نگاہ میں ہیں۔

رکوع نمبر ۳ آیات ۲۱ تا ۳۰ تلک الرسل ۳/۱۱

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ
وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ
وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ
مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢١﴾

جو لوگ خدا کی آیتوں کو نہیں مانتے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے رہے ہیں اور جو انصاف کا حکم دیتے ہیں انہیں بھی مار ڈالتے ہیں اُن کو دُکھ دینے والے عذاب کی خوشخبری سُنا دو ﴿٢١﴾

21. Lo! those who disbelieve the revelations of Allah, and slay the Prophets wrongfully, and slay those of mankind who enjoin equity: promise them a painful doom

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ
فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ
مِنْ نَاصِرِينَ ﴿٢٢﴾

یہ ایسے لوگ ہیں جن کے اعمال دُنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہیں اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا ﴿٢٢﴾

22. Those are they whose works have failed in the world and the Hereafter; and they have no helpers.

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا
مِنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ
اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ
فَرِيقٌ مِنْهُمْ وَهُمْ مُعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾

بھلا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب (یعنی تورات) سے بہرہ دیا گیا اور وہ (اس) کتاب اللہ کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ وہ (اُنکے تنازعات کا) اُن میں فیصلہ کردے تو ایک فریق اُن میں سے کج ادائی کے ساتھ مُنہ پھیر لیتا ہے ﴿٢٣﴾

23. Has thou not seen how those who have received a portion of the Scripture of Allah (in their disputes) that it may judge between them; then a faction of them turn away, being opposed (to it)?

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا
النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ ۖ
وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِمْ مَا كَانُوا
يَفْتَرُونَ ﴿٢٤﴾

یہ اس لئے کہ یہ اس بات کے قائل ہیں کہ دوزخ کی آگ ہمیں چند روز کے سوا چھو ہی نہیں سکے گی۔ اور جو کچھ یہ دین کے بارے میں بہتان باندھتے رہے ہیں اُس نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے ﴿٢٤﴾

24. That is because they say: The Fire will not touch us save for a certain number of days. That which they used to invent hath deceived them regarding their religion.

فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ
فِيهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ
وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٥﴾

تو اُس وقت کیا حال ہوگا جب ہم اُنکو جمع کرینگے (یعنی اُس روز) جس کے آنے میں کچھ بھی شک نہیں اور ہر نفس اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ پائیگا اور اُن پر ظلم نہیں کیا جائیگا ﴿٢٥﴾

25. How (will it be with them) when We have brought them all together to a Day of which there is no doubt, when every soul will be paid in full what it hath earned, and they will not be wronged.

قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي
الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ
مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَ
تُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ ۖ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ
إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٦﴾

کہو کہ اے خُدا (اے) بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے اور جس کو چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔ ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے اور بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے ﴿٢٦﴾

26. Say: O Allah! Owner of Sovereignty! Thou givest sovereignty unto whom Thou wilt, and Thou withdrawest sovereignty from whom Thou wilt. Thou exaltest whom Thou wilt and Thou abasest whom Thou wilt. In Thy hand is the good. Lo! Thou art Able to do all things.

تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ

تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا اور تو ہی دن کو

27. Thou causest the night to pass into the day, and Thou causest the day to pass into

النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ
الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ
وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (٢٧)
لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِيْنَ
اَوْلِيَاۤءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ
وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ
اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّاۤ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ
تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ
وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ (٢٨)
قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ
اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَيَعْلَمُ
مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ
وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (٢٩)
يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ
مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّمَا عَمِلَتْ
مِنْ سُوْۤءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا
وَبَيْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ
اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ (٣٠)

رات میں داخل کرتا ہے تو ہی بے جان سے جاندار
پیدا کرتا ہے اور تو ہی جاندار سے بے جان پیدا کرتا ہے
اور تو ہی جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق بخشتا ہے (٢٧)
مومنوں کو چاہیے کہ مومنوں کے سوا کافروں کو
دوست نہ بنائیں۔ اور جو ایسا کرے گا اُس سے
خدا کا کچھ (عہد) نہیں ہاں اگر اس طریق سے تم ان
(کے شر) سے بچاؤ کی صورت پیدا کرو (تو مضائقہ نہیں)
اور خدا تم کو اپنے (غضب) سے ڈراتا ہے اور خدا ہی
کی طرف (تم کو) لوٹ کر جانا ہے (٢٨)
(اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ کوئی بات تم اپنے دلوں
میں مخفی رکھو یا اُسے ظاہر کرو خدا اُس کو جانتا ہے
اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اُسکو
سب کی خبر ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے (٢٩)
جس دن ہر شخص اپنے اعمال کی نیکی
کو موجود پالے گا اور اُن کی بُرائی کو بھی
(دیکھ لیگا) تو آرزو کرے گا کہ اے کاش اس میں اور
اس بُرائی میں دُور کی مسافت ہو جاتی۔ اور خدا تم کو اپنے
(غضب) سے ڈراتا ہے اور خدا اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے (٣٠)

the night. And Thou bringest forth the living from the dead, and Thou bringest forth the dead from the living. And Thou givest sustenance to whom Thou choosest, without stint.

28. Let not the believers take disbelievers for their friends in preference to believers. Whoso doth that hath no connection with Allah unless (it be) that ye but guard yourselves against them, taking (as it were) security. Allah biddeth you beware (only) of Himself. Unto Allah is the journeying.

29. Say, (O Muhammad): Whether ye hide that which is in your breasts or reveal it, Allah knoweth it. He knoweth that which is in the heavens and that which is in the earth, and Allah is Able to do all things.

30. On the day when every soul will find itself confronted with all that it hath done of good and all that it hath done of evil (every soul) will long that there might be a mighty space of distance between it and that (evil). Allah biddeth you beware of Him. And Allah is full of pity for (His) bondmen.

اسرار و معارف

ان الذین یکفرون .... لا یظلمون۔

بعض طبائع مسخ ہو جاتے ہیں اور ایسے برباد ہوتے ہیں کہ نسلوں تک میں ان کا اثر پایا جاتا ہے فرمایا یہ معاملہ بھی ایسا ہی ہے کہ آج کے اہل کتاب صرف آپ ﷺ کی نبوت کا ہی انکار نہیں کر رہے بلکہ جن کے یہ متبع ہیں۔ وہ تو انبیاء علیہم السلام کو ظلماً قتل بھی کرتے تھے بلکہ جن لوگوں نے انصاف کا حکم دیا یا سچی اور کھری بات کہی تو انھیں بھی قتل کر دیا۔

تو اے نبی ! ﷺ ان کو دردناک عذاب کی بشارت یعنی اطلاع دے دیں۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ بنی اسرائیل یعنی یہود نے دن کے اول حصہ میں محض اقتدار اور حکومت کے لالچ میں چالیس انبیاء کو قتل کر دیا حالانکہ وہ خوب جانتے تھے کہ یہ قتل ناحق ہے اسی لئے بغیر حق ارشاد ہوا۔ ورنہ انبیاء کا قتل تو ناحق ہی تھا یہاں بغیر حق کہنے سے مراد کہ خود ان کے نزدیک بھی ناحق تھا اور پھر اس قتل ناحق پر ملامت کرنے اور حق کا

حکم کرنے کے لئے ان کے متبعین میں سے ایک سو بیس آدمی کھڑے ہو گئے۔ اسی روز پچھلے پہر ان کو بھی قتل کر دیا۔ تو یہ یہود چونکہ انہی کے پیروکار اور ان کے افعال پر راضی ہیں۔ تو ان کا مزاج ہی دیکھ لیں، یہ حق کو حق جان کر بھی قبول نہ کریں گے۔ ایسے بدکاروں کو دردناک عذاب کی خبر کر دیں۔ بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں جن کے اعمال رائیگاں ہو گئے۔ دُنیا میں بھی ذلیل و خوار ہوں گے اور آخرت میں بھی عذاب کا شکار اور کوئی ان کی مدد کرنے والا نہ ہو گا۔

آپ ﷺ دیکھیں تو کیسی تعجب خیز بات ہے کہ جن لوگوں کو توراۃ کا تھوڑا سا علم دے دیا گیا کہ پوری توراۃ تو نہ ان کے پاس تھی نہ ساری پہ ان کا ایمان تھا۔ جب ان کو اللہ کی کتاب کے فیصلہ کی دعوت دی جاتی ہے کہ آپ کی ذات اور بعثت کے بارے تو اس توراۃ میں بھی موجود تھا جو ان کے پاس تھی اور یا پھر قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق دعوت دی جاتی ہے کہ اس کے مطابق فیصلہ کر لیں تو ان میں ایک گروہ کترا کے نکل جاتا ہے اور کتاب اللہ کے فیصلے سے مُنہ موڑ لیتا ہے یعنی وہی آبائی مزاج ہے کہ ریاست کے لالچ میں انبیاء علیہم السلام کو ظلماً شہید کیا۔ یہ بدکار بھی بجائے اتباع کے حضور پُرنور ﷺ کے قتل کے درپے رہے۔ مسلمانوں کو ان پر اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔

اللہ اس قوم کو ہدایت نصیب فرمائے اور دین کے رہزنوں سے محفوظ رکھے! آمین۔

فرمایا کہ ذرا غور کرو، اس وقت کیا حال ہو گا جب ہم ان سب کو اس روز اکٹھا کریں گے جس کے وقوع میں ذرا برابر شبہ نہیں اور پھر ہر شخص کو اس کے اپنے عمل کا پورا پورا بدلہ دیں گے۔ نہ نیکی میں سے کوئی شے گھٹائی جائے گی، نہ بدی میں کوئی اضافہ کیا جائے گا اور کسی کی حق تلفی نہ کی جائے گی جیسے کہ انھوں نے فرض کر رکھا ہے۔

قل اللّٰھم مالک الملک .... بغیر حساب۔

بدر و اُحد میں تباہی سے دوچار ہونے کے بعد مشرکین و اہل کتاب سب میں ایک ہیجان پیدا ہو گیا اور حسد کی آگ میں جلنے لگے کہ ان کی نظروں کے سامنے ایک اسلامی ریاست تشکیل پا رہی تھی۔ سب نے سازش تیار کی اور فیصلہ ہوا کہ یہُودُ نصاریٰ اور مشرکین عرب سب مل کر یکبارگی مدینہ منورّہ پر حملہ کر دیں اور اسلام اور مسلمانوں کا نام صفحہ ہستی سے مٹا دیں۔ اس غرض سے ایک بہت بڑا لشکر تیار ہو کر مدینہ منورہ کی طرف بڑھا۔ اس جنگ کو غزوہ احزاب یا غزوہ خندق کہا جاتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مشورہ سے شہر کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا۔ تقریباً چالیس ہاتھ جگہ دس دس صحابہؓ میں بانٹی گئی جس کی چوڑائی اور گہرائی بھی اسی قدر تھی کہ کوئی سوار یا پیادہ اسے عبور نہ کر سکے۔

وقت بہت کم تھا مگر جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم اس طرح کام میں جُتے کہ کھانے اور رفع حاجت تک کے لیے وقت نکالنا مشکل ہو رہا تھا۔ لوگوں نے بھوک کی وجہ سے پیٹوں پر پتھر باندھے۔ خود سرورِ عالم ﷺ نے شکم مبارک پر دو پتھر باندھے تھے اور کام مطلوبہ چند دنوں کے اندر مکمل ہو گیا۔

اثنائے کار ایک جگہ کھدائی میں ایک چٹان حائل ہو گئی جو کسی طرح ٹوٹ نہ رہی تھی اور اس دس آدمیوں کی ٹولی میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی تھے جو خندق کے تجویز کنندہ تھے۔ باقی ساتھیوں نے رائے دی کہ خندق میں تھوڑا سا ٹیڑھا پن پیدا کر کے چٹان چھوڑ دیں اور خندق کھود لیں کہ مقصد تو دشمن کو روکنا ہے۔

اتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا معیار

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تو درست ہے مگر خندق کھودنے کے لیے جگہ خود محمد رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمائی ہے اور اپنے دستِ مبارک سے لکیر لگائی ہے اس لکیر سے کون ہٹنے کی جرأت کرے گا تو سب خاموش ہو گئے۔ آج کے مسلمان کے لیے اس میں درسِ عبرت ہے۔ جس کے سامنے سُنت کی کوئی قیمت نہیں اور جو جی میں آئے کر گزرتا ہے۔ رواج اور رسومات کو نہیں چھوڑتا۔ خواہ کتنی سُنتیں پامال ہو جائیں۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بات لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور حکم چاہا۔ آپ ﷺ بنفسِ نفیس تشریف لے گئے، کدال دستِ مبارک میں لیا اور ضرب لگائی تو ایک نور چمکا جس سے مدینہ روشن ہو گیا اور چٹان کا ایک حصّہ ٹوٹ گیا۔ ارشاد ہوا مجھے اسی روشنی میں مُلکِ فارس کے محلّات دکھائے گئے۔ اسی طرح دوسری ضرب پہ روشنی ہوئی تو ارشاد فرمایا کہ مجھے رُومیوں کے سُرخ محلّات دِکھائے گئے اور تیسری ضرب پر چٹان ریزہ ریزہ ہو گئی۔ شعلہ نکلا تو ارشاد ہوا کہ مجھے صنعا یعنی یمن کے پایۂ تخت کے محلات دکھائے گئے۔ ہر ضرب پر آپ ﷺ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی نعرۂ تکبیر بلند فرمایا۔ اسلام میں اس کے علاوہ کسی نعرے کی ضرورت بھی نہیں۔ باقی نعرے بازیاں یار لوگوں کی ایجاد ہیں۔

حضورِ پُرنور ﷺ نے خبر دی اور بشارت دی کہ مجھے جبرائیل امین علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ یہ تمام ممالک میری اُمت کے ہاتھ پر فتح ہوں گے اس پر منافقین اور یہودی کہنے لگے کہ جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں چھپنے کے لیے خندق کھودی جا رہی ہے اور خواب دیکھے جا رہے ہیں فارس، رُوم اور یمن کی فتوحات کے مسلمانوں کا مذاق اُڑایا

کہ آئندہ چند روز میں شاید تمھارا نشان بھی نہ رہے تو رُوم و فارس کون فتح کرے گا ؟

ارشادِ باری ہوا کہ اے نبی ! ﷺ فرما دیجئے کہ اے اللہ ! تو مالک الملک ہے ۔

یہ سب واقعہ تو میں نے بطورِ شانِ نزول اور حضور ﷺ کی پیشگوئی کے طور پر نقل کیا ہے ورنہ تو پیچھے بات چل رہی تھی کہ حکومت و ریاست کے لالچ میں انبیاء کو قتل کیا اور اب آپ ﷺ کو ایذا دینے کے درپے ہیں ۔ فرما دیجئے کہ اللہ مالک الملک ہے اور جسے چاہے ملک سلطنت اور حکومت بخش دے اور جس سے چاہے جس قدر چاہے واپس لے ۔ دُنیا و آخرت میں یا دونوں عالم میں جسے چاہے اپنی مدد اور توفیق سے عزت دے دے اور جسے چاہے بدبختی اور عدمِ توفیق ۔ نیز عذاب کی وجہ سے ذلت سے دوچار کر دے ۔ ہر طرح کی بھلائی صرف تیرے قبضۂ قدرت میں ہے ، اور تو ہر چیز پہ قادر ہے تو جو چاہے کر سکتا ہے ۔

یہاں صرف خیر کا ذکر ہے حالانکہ شر بھی اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے تو عرض ہے کہ جو اللہ کی طرف سے ہوتا ہے سب خیر ہے خواہ ایک قوم کے لئے نقصان کا باعث ہو مگر مجموعۂ عالم پر نگاہ کی جائے تو اس میں بہتوں کا بھلا ہوتا ہے جیساکہ متنبی کا مصرعہ ہے ع

مصائبُ قومٍ عند قومٍ فوائدُ

اور اصل تو خیر سے وجُود مراد ہے اور وجودِ حقیقی صرف حق تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے جو سراسر خیر ہے رہا ممکنات کا وجُود تو وہ ظلّی ہے ، واجب کا پرتو ہے ورنہ ممکن کی حقیقت میں شر داخل ہے یعنی عدم ۔ اس کے بعض افراد شر میں زیادہ اور بعض کم ہیں ۔ بہرحال معدوم الذات کو وجودِ ظلّی وجودِ حقیقی سے ملا ہوا ہے اسی لئے شر کی نسبت بھی اللہ کی طرف کر دی جاتی ہے ورنہ اصل بات تو یہی ہے کہ بیدك الخیر ۔

یہاں نبی کریم ﷺ کی پیشگوئیوں اور انقلاباتِ عالم کی ایک تصویر کھینچ دی ہے کہ اے عاد و ثمود اور قومِ نوح وغیرہ کے انجام سے بے خبر لوگو ! ہر شے کو اسبابِ ظاہری اور شان و شوکت کے تابع نہ دیکھو بلکہ اللہ قادر ہے ، ایک پل میں سب اُلٹ سکتا ہے ۔

پھر عہدِ فاروقی کا وہ بہار آفریں نظارہ ! جب یہ تمام ممالک خادمانِ نبوی ﷺ کے زیرِ نگیں ہوئے ۔ صد حیف ہے اُن لوگوں پر ، جو اس فاروق رضی اللہ عنہ پر طعن کرتے ہیں جس کے دستِ مبارک پہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی

پیشگوئیاں پوری فرمائیں تو اس طرح نہ صرف عظمتِ فاروقی پر حرف آتا ہے بلکہ دلائل نبوت اور صداقتِ نبوّت بھی مجروح ہوتے ہیں۔ العیاذ باللہ!

حد یہ ہے کہ ایسا کرنے والے صرف اپنے کو مسلمان اور دوسروں کو اس سے محروم سمجھتے ہیں۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

تُو ایسا قادر ہے کہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے یعنی آسمانی طاقتیں اور فلکیات بھی تیرے تابع فرمان ہیں۔ تو جب چاہے رات کے اجزاء دن میں اور دن کے رات میں داخل کر کے گھٹا بڑھا دے یعنی زمینی سلطنتوں کی کیا حیثیت ہے۔ شمس و قمر تیرے حکم سے سرگرداں ہیں اور روحانیت تیرے قبضہ قدرت میں کہ تُو زندہ کو مُردہ سے اور مُردہ کو زندہ سے پیدا کر دیتا ہے یعنی بیضہ یا نطفہ سے انسان، بیج سے درخت، کافر کے گھر مومن، آذر کے گھر ابراہیم کو پیدا فرما دیتا ہے۔ یعنی آپ کی قدرتِ کاملہ تمام عالم پہ محیط ہے۔ عناصر قوتیں، حکومتیں، عالمِ افلاک اور رُوحانیت سب تیرے قبضہ قدرت میں ہیں اور تیری حکومت سب پر جاری و ساری ہے اور تو جس کو چاہے اتنا بخش دے کہ مخلوق اُس کے حساب تک سے عاجز آ جائے۔

اِن آیاتِ کریمہ کو آیت الکرسی کے ساتھ فرض نمازوں کے بعد پڑھنا بہت زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

لایتخذ المؤمنون .... واللہ رؤفٌ بالعباد۔

اس جملہ بحث کے بعد کفار کے ساتھ تعلقات کے بارے ارشاد ہوا کہ مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ موالات یعنی دوستی اور محبت ہرگز نہ کرنی چاہیئے، چہ جائیکہ رشتہ داری بناتے پھریں۔ مومن کو صرف مومن سے دوستی سزاوار ہے۔

کافر کے ساتھ تعلقات کی صُورت

کفار کا دوست مومنین کی دوستی سے محرُوم ہو جائے گا اور کفار کی دوستی بجائے خود بھی تو بُری ہے غرض کسی طرح بھی خواہ رشتہ داری کی صُورت میں ہو یا دوستی کی شکل میں، جہاد میں مدد کے لئے ہو یا دینی امور میں اعانت کے لئے۔ کسی طرح بھی جائز نہیں۔ یہ درُست نہیں کہ دشمنانِ صحابہؓ سے چندہ لے کر مساجد میں پنکھے آویزاں کرے۔ یہ حرام ہے۔

اگر کوئی کافروں سے دوستی رکھے گا تو اللہ سے اس کی دوستی کا کوئی رشتہ نہیں، نہ کوئی تعلق ہے یعنی کفار کی دوستی جیسے مسلمانوں کی محبت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی اسی طرح اللہ کی دوستی کے ساتھ یکجا نہیں ہو سکتی۔ ہاں! اگر کفا

کی طرف سے کسی شر کا اندیشہ ہو تو صرف دفعِ شر کی حد تک نہ کہ عبادات، معاملات اور امورِ زندگی میں اُن کے تابع ہو جاؤ۔

یہاں تقیہ کی جڑ کٹ رہی ہے کہ تعلقات کی کئی اقسام ہیں۔

اوّل موالات ہے یعنی دلی دوستی، محبت، رشتہ داری۔ یہ صرف مومنین کے ساتھ مخصوص ہے۔ غیر مسلم سے قطعاً کسی حال میں جائز نہیں۔

دُوسرا درجہ مواسات کا ہے بحیثیت انسان ہمدردی و خیر خواہی۔ یہ سوائے اہلِ حرب کے یعنی جو مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہوں دُوسروں سے جائز ہے۔

تیسرا درجہ مدارات کا ہے جس کا معنیٰ خوش خلقی اور دوستانہ برتاؤ کا ہے۔ یہ تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے جبکہ اس سے ان کے مذہب کو کوئی تقویت نہ پہنچے، اگر ایسا ہو تو یہ بھی جائز نہیں۔

یہی مفہوم الا ان تتقوا منھم تقۃ۔ کا ہے کہ مدارات جائز ہے مگر بقدرِ ضرورت، نہ یہ کہ ان کے ساتھ مل کر حرام کھانے لگو یا گناہ کا ارتکاب کرو یا عبادات میں اُن کے ساتھ شامل ہو جاؤ یا مسلمانوں کے راز اُن پر افشا کرو یہ سب سختی کے ساتھ منع ہیں اور یہیں سے تقیہ کی حُرمت ثابت ہے کہ تقیہ کرانے والوں نے تو سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو عقائد، معاملات، عبادات اور رشتہ داری تک میں خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا ایسا تابع بنایا کہ سب ان کی اقتداء میں کرتے رہے۔ سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بیٹی بیاہ کر دے دی اور ایسے مطیع ہوئے جب خلافت ان کو مل گئی تو بھی ان کے اتباع سے سرِمُو انحراف نہ کیا۔ اور یار لوگوں نے کہا کہ یہ سب تقیہ تھا۔

ناطقہ سر بگریباں ہے اِسے کیا کہیے

اس کے بعد چوتھا درجہ معاملات کا ہے مثلاً تجارت، ملازمت، مزدُوری یا صنعت و حرفت۔ یہ سب غیر مسلموں سے اس صُورت میں جائز ہیں کہ کسی مسلمان کا اس میں نقصان نہ ہو۔ خود عہدِ نبوی ﷺ میں صحابہ کرام کا تعامل اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں مسلمانوں کے کفار سے تعلقات اس پہ بہترین نمونہ ہیں۔

گویا یہ طے ہوا کہ دلی دوستی کافر سے ہرگز جائز نہیں اور خوش خلقی یا کاروباری تعلقات اِس حد تک جائز ہیں جب تک عام مسلمانوں کا اس میں نقصان نہ ہو۔ ورنہ کافر کی دوستی غضبِ الٰہی کو دعوت دینا ہے جو بہت سخت ہے اور جس سے اللہ تمھیں ڈرا رہا ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ تمھیں اسی کے پاس لوٹ کے جانا ہے کہ انسان کے تمام امور، کاروبار

ریاست ہوں یا سیاست، عائلی تعلقات ہوں یا منزلی، سب آخرت کے لیئے اور رضائے باری کے حصول کے لیئے ہیں مومن کی ساری زندگی اس ایک مقصد کے گرد گھومتی ہے جبکہ کافر سب سے زیادہ اسی مقصد کو نقصان پہنچانے والا ہے پھر دوستی کیسی ؟

مومن کی دوستی دشمنی اللہ کے لیئے ہے جیسا کہ ارشاد ہے من احب للّٰہ وابغض للّٰہ فقد استکمل الایمان۔ کہ جس نے دوستی اور دشمنی صرف اللہ کے لیئے وقف کردی اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا۔

اور پھر تم اللہ سے کچھ پوشیدہ نہیں رکھ سکتے خواہ کسی شے کو دل میں چھپا کے رکھو یا ظاہر کردو۔ اللہ ہر حال میں جانتا ہے بلکہ ارض و سما کی ہر شے سے ہر وقت آگاہ ہے جب ہر شے کا وجود ہی اس کے علم اور اس کی قدرت سے ہے تو پھر اس پر کوئی شے کس طرح پوشیدہ رہ سکتی ہے اور وہ ہر چیز پہ قادر ہے اس کا علم ہمہ گیر اور اس کی قدرت محیط کُل ہے تو پھر اس کی نافرمانی اور کافر سے دوستی کس قدر نادانی اور خلافِ عقل ہے۔

ایک روز ایسا ہوگا کہ ہر شخص اپنی کی ہوئی بھلائی کو اپنے سامنے موجود پائے گا، اسی طرح جو برائی کی ہوگی وہ بھی سامنے ہوگی اور وہ تمنا کرے کہ اے کاش! اس کے اور اس کی برائی کے درمیان ایک لمبی مسافت ہوتی، یہاں تنبیہہ فرمائی کہ دیکھو روزِ حشر تمہارے نامۂ اعمال میں کفار کی محبت نہ نکل آئے جو اس روز تم پسند نہ کرو اور جان چھڑانا چاہو۔

حدیث شریف میں ہے کہ تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہوگی۔ روزِ حشر کو یاد رکھو اور اللہ کے عذابوں سے ڈرتے رہو کہ اللہ بندوں پہ بہت مہربان ہے تمہیں تباہی اور بربادی کے اسباب سے قبل از وقت مطلع کر رہا ہے کہ تم اپنے آپ کو اس کے عذاب سے بچا سکو اور اس کی مرضیات کو پانے میں کوشاں رہو۔

رکوع نمبر ۴ آیات ۳۱ تا ۴۱ تلک الرسل ۳/۱۲

31. Say, (O Muhammad, to mankind); If ye love Allah, follow me; Allah will love you and forgive you your sins. Allah is Forgiving, Merciful.	اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا اور خدا بخشنے والا مہربان ہے ۳۱	قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ‏ ۳۱
32. Say: Obey Allah and the messenger. But if they	کہہ دو کہ خدا اور اس کے رسول کا حکم مانو اگر نہ مانیں	قُلۡ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَۚ فَاِنۡ

تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٣٢﴾
إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ
إِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٣﴾
ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ
سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٣٤﴾
إِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ إِنِّيْ
نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ
مِنِّيْ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٣٥﴾
فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّيْ
وَضَعْتُهَا أُنْثٰى وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا
وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ
كَالْأُنْثٰى وَإِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ
وَإِنِّيْ أُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا
مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿٣٦﴾
فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ
أَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّكَفَّلَهَا
زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا
الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا
قَالَ يٰمَرْيَمُ أَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ
هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ
مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٧﴾
هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ قَالَ
رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً
طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿٣٨﴾
فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ
يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللّٰهَ
يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ
مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّ
نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٣٩﴾
قَالَ رَبِّ أَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ
بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ
قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿٤٠﴾

تو خدا بھی کافروں کو دوست نہیں رکھتا ﴿٣٢﴾
خدا نے آدم اور نوح اور خاندان ابراہیم اور خاندان
عمران کو تمام جہان کے لوگوں میں منتخب فرمایا تھا ﴿٣٣﴾
اُن میں سے بعض بعض کی اولاد تھے ۔ اور خدا
سُننے والا (اور) جاننے والا ہے ﴿٣٤﴾
(وہ وقت یاد کرنے کے لائق ہے) جب عمران کی بیوی نے کہا کہ اے پروردگار
جو (بچہ) میرے پیٹ میں ہے میں اس کو تیری نذر کرتی ہوں اُسے دنیا کے کاموں
سے آزاد رکھوں گی تو (اسے) میری طرف سے قبول فرما تو تو سننے والا (اور) جاننے والا ہے ﴿٣٥﴾
جب اُن کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور جو کچھ ان کے ہاں پیدا
ہوا تھا خدا کو خوب معلوم تھا تو کہنے لگیں کہ پروردگار!
میرے تو لڑکی ہوئی ہے اور (نذر کے لیے) لڑکا (موزوں تھا کہ وہ)
لڑکی کی طرح ناتواں نہیں ہوتا اور میں نے اس کا نام
مریم رکھا ہے اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود
سے تیری پناہ میں دیتی ہوں ﴿٣٦﴾
تو پروردگار نے اُس کو پسندیدگی کے ساتھ قبول
فرمایا اور اُسے اچھی طرح پرورش کیا اور زکریا کو
اس کا متکفل بنایا۔ زکریا جب کبھی عبادت گاہ
میں اس کے پاس جاتے تو اس کے پاس کھانا
پاتے (یہ کیفیت دیکھ کر ایک دن مریم سے) پوچھنے لگے کہ مریم
یہ کھانا تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے۔ وہ بولیں خدا کے ہاں سے
(آتا ہے) بیشک خدا جسے چاہتا ہے بیشمار رزق دیتا ہے ﴿٣٧﴾
اُس وقت زکریا نے اپنے پروردگار سے دُعا کی (اور)
کہا کہ پروردگار مجھے اپنی جناب سے اولاد صالح عطا فرما۔
تُو بیشک دعا سننے (اور قبول کرنے) والا ہے ﴿٣٨﴾
وہ ابھی عبادت گاہ میں کھڑے نماز ہی پڑھ رہے تھے
کہ فرشتوں نے آواز دی کہ (زکریا) خدا تمہیں یحییٰ کی
بشارت دیتا ہے جو خدا کے فیض (یعنی عیسیٰ) کی تصدیق
کریں گے اور سردار ہوں گے اور عورتوں سے رغبت نہ رکھنے والے اور
(خدا کے) پیغمبر (یعنی) نیکوکاروں میں ہوں گے ﴿٣٩﴾
زکریا نے کہا اے پروردگار میرے ہاں لڑکا کیونکر پیدا
ہوگا کہ میں تو بڈھا ہو گیا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے
خدا نے فرمایا اسی طرح خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے ﴿٤٠﴾

turn away, lo! Allah loveth not the disbelievers (in His guidance).

33. Lo! Allah preferred Adam and Noah and the Family of Abraham and the Family of 'Imrân above (all His) creatures.

34. They were descendants one of another. Allah is Hearer, Knower.

35. (Remember) when the wife of 'Imrân said: My Lord! I have vowed unto Thee that which is in my belly as a consecrated (offering). Accept it from me. Lo! Thou, only Thou, art the Hearer, the Knower!

36. And when she was delivered she said: My Lord! Lo! I am delivered of a female—Allah knew best of what she was delivered—the male is not as the female; and lo! I have named her Mary, and lo! I crave Thy protection for her and for her offspring from Satan the outcast.

37. And her Lord accepted her with full acceptance and vouchsafed to her a goodly growth; and made Zachariah her guardian. Whenever Zachariah went into the sanctuary where she was, he found that she had food. He said: O Mary! Whence cometh unto thee this (food)? She answered: It is from Allah. Allah giveth without stint to whom He will.

38. Then Zachariah prayed unto his Lord and said: My Lord! Bestow upon me of Thy bounty goodly offspring. Lo! Thou art the Hearer of Prayer.

39. And the angels called to him as he stood praying in the sanctuary: Allah giveth thee glad tidings of (a son whose name is) John,[4] (who cometh) to confirm a word from Allah, lordly, chaste, a Prophet of the righteous.

40. He said: My Lord! How can I have a son when age hath overtaken me already and my wife is barren? (The angel) answered: So (it will be). Allah doth what He will

41. He said: My Lord! Appoint a token for me. (The angel) said: The token unto thee (shall be) that thou shalt not speak unto mankind three days except by signs. Remember thy Lord much, and praise (Him) in the early hours of night and morning.	زکریا نے کہا کہ پروردگار میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما خدا نے فرمایا نشانی یہ ہے کہ تم لوگوں سے تین دن اشارے کے سوا بات نہ کر سکو گے تو ان دنوں میں اپنے پروردگار کی کثرت سے یاد اور صبح و شام اس کی تسبیح کرنا ﴿۴۱﴾	قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ ع ۱۴

اسرار و معارف

قل ان کنتم تحبون اللہ .... لا یحب الکفرین -

رہا مذاہبِ عالم کا یہ دعویٰ کہ ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں اللہ کی محبت اور اس کی طلب میں کرتے ہیں۔ یہ دعوے اہلِ کتاب سے لے کر مشرکین تک سب میں مشترک ہے۔

محبت، محب اور محبوب

اللہ کریم نے اس کا صحیح اور درست طریقہ ارشاد فرما دیا کہ میاں اگر تمھیں اللہ کی ذاتِ بابرکات سے محبت ہے تو محبت ایک کیفیت، ایک جذبہ ہے، جو کسی کے بارے دل میں جاگزیں ہو پھر محبت کرنے والے کا دل خیالِ محبوب میں مستغرق ہو جاتا ہے اور ایسا بے بس کر دیتا ہے کہ محبوب کی یاد اور اس کے اشتغال کے سوا چارہ ہی نہیں رہتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ محب کی اپنی کوئی پسند و ناپسند نہیں رہتی بلکہ جو محبوب کی پسند ہو، وہ طبعاً پسند ہو جاتی ہے اور جو شے محبوب کو پسند نہ ہو وہ طبعاً ناپسند ہو جاتی ہو بلکہ انتہا یہ ہوتی ہے کہ نہ ثواب کا لالچ رہتا ہے اور نہ عذاب کا خوف۔ اگرچہ طبعاً اس کی طلب میں طمع اور خوف کی آمیزش ہوتی ہے مگر آسائش نہیں ہوتی یہ محبت ذاتیہ ہے۔

اور رہی محبتِ صفاتیہ، وہ کسی کا کوئی کمال دیکھ کر پیدا ہوتی ہے مگر اس کی بنیاد ذات پر نہیں، اس وصف پہ پیدا ہوتی ہے کہ اگر وہ وصف موجود نہ ہو تو محبت بھی نہ ہو۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ طالب الدنیا کلب دُنیا مردار اور فنا کا مقام ہے اُس کا طالب کُتا ہے اور طالب العقبیٰ مؤنث آخرت اور جنت کا طالب مؤنث ہے کہ حصولِ جنت کے لئے عبادت کرتا ہے اگر حصولِ جنت عبادت کے سوا ممکن ہو تو عبادت چھوڑ بیٹھے گا مگر طالب المولیٰ مذکر اللہ کا طالب مرد ہے کہ جس طرح شفیع الامم آقائے نامدار ﷺ کے پاؤں مبارک عبادت میں کھڑے کھڑے متورم ہو جاتے ہیں اور گریہ سے ریش مبارک اور سینۂ اقدس تر۔ تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! آپ بھی؟ حالانکہ دنیا آپ کی شفاعت کی

امیدوار ہے تو ارشاد ہوا افلا اکون عبداً شکوراً کہ میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ کیوں نہ بنوں. گویا ذاتِ باری کی طلب ہے اور مکالمہ باری مقصود۔

ارشاد ہوا کہ جو بھی اللہ سے محبت کا مدعی ہے اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچّا ہے تو اُسے محبوب کی رضا پہ چلنا چاہیئے اور وہ کام کرے جو محبوب کو پسند ہو اور محبوُب کی پسند ہے اطاعت محمد رسول اللہ ﷺ۔

اے لوگو! اگر اللہ کے طالب ہو تو میری غلامی کرلو، میری پیروی کرو، جب تم میری اطاعت کروگے تو پھر اللہ تم سے محبت کرے گا۔ تم کو پسند فرمائے گا۔ ایسے الفاظ جب ذاتِ باری کی طرف منسوب ہوں تو معنیٰ بعید مراد ہوا کرتا ہے یعنی جو کچھ نتیجتاً صادر ہو تو محبت کا معنیٰ بعید یہ ہوگا کہ محبوب کی پسند اس کے ہر طرح کے آرام اور خوشی کا خیال رکھا جائے اور اہلِ جنّت سے اللہ کا یہی وعدہ ہے کہ تم پر رحم کروں گا۔ اپنی رضا اور دائمی خوشنودی عطا کروں گا جو ہر طرح کے ابدی آرام کا باعث ہوگی ورنہ اللہ کسی کی یاد میں آہیں بھرنے سے بہت بلند ہے۔ اللہ کی محبت یہ ہے کہ اپنی رضا اور اپنے رحم سے نوازے اور یہی ارشاد ہے کہ تمھاری خطائیں بخش دے گا وہ بہت بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

پس یہ قاعدہ ارشاد ہُوا کہ جو مدعی بھی محبتِ الٰہی کا دعوےٰ کرے اگر اتباعِ سُنت میں ثابت قدم ہے اور پوری طرح کوشاں ہے تو درست بحیثیت انسان جو کوتاہیاں اس سے سرزد ہو جاتی ہیں اللہ وہ بخش دینے والا ہے لیکن اگر سُنتِ رسُول ﷺ کا تارک ہے تو اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔ ارشاد ہُوا کہ اللہ کی اطاعت کرو اس طرح کہ اس کے رسُول ﷺ کی اطاعت کرو۔ مرضیاتِ باری کو پانے کا واحد راستہ ہے آقائے نامدار ﷺ کی اطاعت۔

حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، محمد ﷺ نے ہی اللہ کے فرمانبرداروں اور نافرمانوں میں امتیاز قائم کردیا۔ (مظہری)

فنا فی الرسُول ﷺ اور منازلِ سلوک

صوفیاء اسی کو فنا فی الرسول ﷺ کہتے ہیں کہ رُوحانی طور پر اُن کی ارواح بارگاہِ رسالت پناہ میں حاضری سے مشرف ہوتی ہیں اور ظاہراً ہر مُوئے جسم اتباعِ رسالت کے لئے کوشاں ہوتا ہے اور یہ فنا فی الرسُول ہی فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا راستہ ہے اگر کسی نے بقا باللہ کو پالیا تو سلوک کے ابجد سے واقف ہو گیا۔ گویا اس میں سالک بننے کی استعداد اللہ نے مہیا فرما دی اب

ہمتِ مردانہ سے آگے بڑھے اور کسی مردِ خدا کو پا سکے تو ان عظمتوں کے لئے کوشاں ہو جائے کہ مکاں رہے اور نہ لامکاں باقی۔ بلکہ یہ دونوں عالم اس کے راستے کے نشاں ہوں کہ کوئی عاشق یہاں سے بھی دامن کشاں گذرا ہے۔

آپ ﷺ کی صداقت پہ عقلی و نقلی دلائل اور معجزاتِ قاہرہ اور دلائلِ باہرہ جمع ہو چکے۔ اگر کسی کو اب اتباعِ رسالت میں اعتراض ہے اور وہ رُوگردانی کرتا ہے تو اللہ ایسے کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

گویا فیصلہ ہو گیا کہ اللہ کی محبت مومنوں کے لئے مخصوص ہے اور مومن وہ ہے جو محمدؐ رسول اللہ ﷺ کا غلام ہو۔ یہاں ایک بات سمجھ لیں کہ بعض نادان محبت کرنے کے لئے اپنی طرف سے کئی اعمال ایجاد کر لیتے ہیں اور بدعات میں مبتلا ہو کر نگاہِ رسالت پناہ میں گر جاتے ہیں۔

یاد رکھیں! اس بارگاہ میں عشق و محبت بھی آداب سے آزاد نہیں ہیں۔ بلکہ محبت کے لئے بھی وہی کچھ کرنا ہو گا جو محبوب کا ارشاد ہو۔ ورنہ کسی بھی کام کا اگر اپنی طرف سے کوئی طریقہ ایجاد کرو گے تو وہ اس کام کے کرنے کے اُس طریقے کو مٹانے والا ہو گا جو محبوب نے ارشاد فرمایا ہے اور اس طرح حضور پُر نور ﷺ فداہ ابی و اُمی کی ناپسندیدگی کا سبب بن جائے گا۔

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ اینجا

نیز اللہ کی رضا کے لئے نبی ﷺ کے اتباع کا ضروری قرار دیا جانا کوئی حیرت کی بات نہیں کہ نبی ہی تو وہ ہستی ہے جو اللہ کی بات اس کے بندوں تک پہنچاتا ہے اور اللہ کی پسند و ناپسند سے بندوں کو آگاہ کرتا ہے نیز نبی کا ہر فعل اللہ کی اطاعت ہوتا ہے اور یہ تاریخِ مذاہب میں موجود ہے۔

ان اللہ اصطفیٰ اٰدم .... واللہ سمیعٌ علیم۔

اللہ نے آدم علیہ السلام کو منتخب فرمایا، یعنی نبوت سے سرفراز فرمایا اور ان کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت قرار پائی۔ ایسے ہی نوح علیہ السلام کو اور ابراہیم علیہ السلام کو اور ان کی اولاد کو جیسے حضرت اسمٰعیل، اسحاق، یعقوب اور انبیائے بنی اسرائیل علیہم السلام یا آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور عمران کی اولاد یعنی عیسےٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام صاحب مظہری فرماتے ہیں کہ عمران بن ماثان تھے اور ماثان حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور عمران حضرت مریم

علیہ السلام کے والد تھے۔ یہاں حضرت عمران اور حضرت مریم، پھر عیسےٰ علیہ السلام کا پیدائش سے رفعِ سماوی تک مفصل ذکر فرما دیا کہ کسی کو کوئی غلط فہمی نہ رہے اور نصاریٰ اپنے غلط عقائد کو نہ پھیلاتے پھریں۔ نیز آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی تو آنے کا نہیں جو اُمت کو تعلیم فرمائے اور عیسےٰ علیہ السلام نے آسمانوں سے نزول فرمانا ہے۔ ان مفصل حالات سے اس آخری اُمت کو مطلع کر دیا جائے کہ گمراہی کا اندیشہ نہ رہے۔ نہ مرزا قادیانی جیسے نقال گمراہ کر سکیں۔ نہ نزولِ عیسےٰ کا انکار ہو اور نہ عیسےٰ علیہ السلام کی پہچان میں کوئی مشکل۔

فرمایا ان تمام حضرات کو تمام جہانوں پر فضیلت عطا فرمائی کہ آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کروایا اور آپ کا دشمن ابلیس مردود ہوا۔ اسی طرح نوح علیہ السلام کے دشمن تباہ ہوئے۔ ابراہیم علیہ السلام کو بھی ہجرت کرنا پڑی مگر پھر غلبہ عطا ہوا یہی حال تقریباً سب انبیاء کا ہے کہ یا تو اُن کے دشمن عذابِ الٰہی کی زد میں آکر تباہ ہوئے جیسے قومِ نوح علیہ السلام یا قومِ ہُود عاد و ثمود اور یا پھر انبیاء نے ہجرت فرمائی اور کچھ عرصہ بعد اسی ملک پر غلبہ نصیب ہوا۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام، گویا اس بات کی طرف بھی اشارہ یہاں موجود ہے کہ ایسے ہی حضور ﷺ کو بھی غلبہ نصیب ہوگا۔ اور وہ سب کی سُنتا ہے کہ اس کے انتخاب پہ کافر کس طرح سے اعتراض کرتے ہیں اور علیم ہے جانتا ہے کہ کس کو کس کام کے لئے مامور کیا جاتا ہے۔

یہاں سے عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر بالتفصیل شروع فرمایا۔

اذ قالت امرأة عمران .... بغیر حساب۔

کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کی نانی اور عمران کی بیوی نے یہ نذر مانی کہ اللہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے مَیں نے تیری نذر کیا۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ بوڑھی ہو چکی تھی مگر اولاد نہ تھی۔ ایک روز کسی پرندے کو دیکھا، بچے کو چوگا دے رہا تھا۔ تو دل سے ہُوک سی اٹھی اور بچے کے لئے دعا کی جب حاملہ ہو گئیں تو بطورِ تشکر یہ نذر مانی کہ مَیں نومولود کو بیتِ الٰہی کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گی اور دُنیا کے جھمیلوں میں نہ ڈالوں گی۔ یہ نذر اُس اُمّت میں جائز تھی۔

عرض کیا کہ اے اللہ! تُو باتوں کو سُنتا ہے اور دِلوں کے بھید سے آگاہ ہے میری یہ نذر قبول فرما۔ لیکن جب بچے کی پیدائش ہوئی تو وہ لڑکی تھی، پریشان ہو گئی کہ اللہ! یہ تو بچی پیدا ہوئی ہے لڑکا اور لڑکی ایک سے تو نہیں ہوتے۔ کہ وہ مضبوط بھی ہوتا ہے اور نسوانی عوارض سے دُور بھی۔ لڑکی یہ خدمت کیسے کر سکے گی؟ مگر اللہ نے فرمایا کہ میری ذات خوب جانتی ہے کہ کیا پیدا ہوا۔ مَیں تو خود پیدا کرنے والا ہوں۔ اس موقعہ پر اگر لڑکا ہوتا تو یہ رُتبہ نہ ہوتا جو اس لڑکی کا ہے کہ اس

سے ایک عظیم الشان رسُول کو پیدا کرنا اور ایسے طریقے سے پیدا کرنا مقصود ہے کہ مخلوق پر اللہ کی حجت ہو۔

انھوں نے عرض کیا کہ اللہ! مَیں نے اس کا نام مریم رکھا ہے جس کا معنیٰ عابدہ ہے اور آپ کی خاص رحمت کی اُمیدوار ہے۔ کہ حضرت عمران علیہ السلام دَوران حمل فوت ہو چکے تھے۔ حضرت مریم علیہ السلام یتیمہ پیدا ہوئیں۔ میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردُود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

ایک وٗلیہ کی دعا کا اثر

حدیث شریف میں وارد ہے کہ ہر بچے کو پیدائش کے وقت شیطان ضرور مَس کرتا ہے مگر حضرت مریم اور اُس کا بچہ اُس سے محفوظ رہے۔ یہ ایک وٗلیہ کی دُعا کا اثر تھا۔

اللہ نے اس بچی کو حُسنِ قبول بخشا۔ پیدا ہوتے ہی قبول فرمایا اور بہت اعلیٰ پرورش فرمائی کہ براہِ راست اپنی قدرت سے غذا، عطا فرماتا تھا اور حضرت ذکریا علیہ السلام جیسی پاکباز ہستی کو ان کا کفیل مقرر فرمایا۔ جب حضرت مریم علیہ السلام کو بیت المقدس لایا تو ہر شخص ان کو لینے کے لئے دوڑ پڑا۔ مگر حضرت ذکریا علیہ السلام نے فرمایا۔ میرے گھر اِن کی خالہ ہے وہ بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے مگر لوگوں نے نہ مانا اور قرعہ اندازی ہوئی جس کا ذکر آگے ہے تو اس میں بھی حضرت ذکریا علیہ السلام ہی حقدار ٹھہرے۔ انھوں نے ایک حجرہ حضرت مریم کے لئے خاص کر دیا۔ اللہ نے ایسی پرورش فرمائی کہ انھیں دایہ یا دُودھ پلانے والی کی حاجت ہی نہ رہی اور وہ بہت جلد چلنے پھرنے لگیں غیب سے رزق عطا ہوتا تھا۔

حضرت مریم علیہ السلام کی کرامت

حضرت ذکریا علیہ السلام کہیں جاتے تو کمرہ مقفل کر جاتے مگر جب آتے تو دیکھتے کہ وہاں پھلوں کے ڈھیر ہیں اور موسم کی بھی قید نہیں جس پھل کا موسم نہیں وہ بھی وہاں رکھا ہے تو فرمانے لگے اے مریم! یہ پھل کہاں سے آتے ہیں؟

فرمانے لگیں "اللہ کے پاس سے!"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ملتا ہے کہ ان کا رزق جنت سے آتا تھا۔ فرمایا اللہ جسے چاہتا ہے استقدر رزق عطا فرما دیتا ہے کہ وہ اس کا حساب بھی نہیں جان پاتا۔ یا یہ مطلب کہ اپنی عطا اور مہربانی سے بغیر کسی استحقاق کے عطا فرما دیتا ہے نہ وہ موسموں کا محتاج ہے نہ ذرائع کا۔ یہاں کرامتِ وٗلی کا بہت بڑا ثبوت ہے۔

ھنالك دعا ذكريا .... وسبح بالعشي والابكار۔

جب رحمتِ باری کو یوں ٹھاٹھیں مارتا ہوا دیکھا تو حضرت ذکریا علیہ السلام سے نہ رہا گیا جو خود بے اولاد تھے اور بہت

بوڑھے ہو چکے تھے۔ پکار اُٹھے اللہ! مجھے صالح اور نیک اولاد نصیب فرما کہ تو ہی دعاؤں کو سُننے والا ہے۔ صالح اور نیک اولاد کے لئے دعا کرنا صالحین کی سُنت ہے یعنی ایک طرف تو خاندان ختم ہو رہا ہے اور کوئی نبوت اور علم کا وارث نہیں اور دوسری طرف لوگوں کی گمراہی کا اندیشہ۔

بے موسم کے پھل، بند حجرے میں حضرت مریم علیہ السلام کے پاس دیکھ کر ایسی تحریک پیدا ہوئی کہ کمرہ بند کر کے اللہ کے حضور التجا کی، اللہ! مجھے نیک اور پاکیزہ اولاد عطا فرما۔ ابھی محراب میں کھڑے تھے کہ ملائکہ نے پکارا، آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ فرشتے نے صدا دی جو حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔ چونکہ وہ سیّد الملائکہ ہیں عموماً ان کے ساتھ فرشتوں کی جماعت ہوتی ہے اس لئے یہاں فنادتہ الملائکہ فرمایا کہ اللہ نے آپ کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دی ہے جو کلمۃ اللہ یعنی عیسٰے علیہ السلام کی تصدیق کرنے والے ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے صرف اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے اس لئے انھیں کلمۃ اللہ کہا گیا ہے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام ہی وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کی تصدیق فرمائی۔

سیّد کون؟

سَیّدًا، اور سردار ہوں گے۔ یعنی علم، عبادت اور تمام خصائل خیر میں سب کے سردار ہوں گے۔ اسی لئے خانوادہ نبوی ﷺ کو سیّد کہا جاتا ہے مگر وہ لوگ جو اتباع رسالت چھوڑ چکے اور حضور ﷺ کی غلامی سے نکل گئے، سیّد کہلانے کے ہرگز مستحق نہیں رہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد انا سیّدُ ولد آدم موجود ہے مگر رشتہ اطاعت سے ثابت ہوگا۔

عورت کے قرب کا اثر

وَحَصُورًا، یعنی عورتوں کے پاس نہ جائیں گے۔ یہاں ایک عجیب بات یہ ہے کہ نکاح سُنت انبیاء ہے اور یہاں نکاح نہ کرنا باعثِ فضیلت بیان ہوا ہے۔

تو حقیقت اس طرح ہے کہ ان پر عشقِ الٰہی ایسا غالب تھا کہ انھیں ان امُور کا قطعاً خیال نہ تھا۔ جہاں حدیث شریف میں نکاح کی ترغیب ہے وہاں مَنِ اسْتَطَاعَ کے الفاظ ہیں کہ استطاعت بھی رکھتا ہو، اگر حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرح ہو تو پھر نکاح نہ کرنا ہی بہتر ہے اور تجربہ ہے کہ عورت کا قرب بے شک جائز ہو مگر ساری توجہ جذب کر لیتا ہے جو سالک کے لئے چند لمحے ٹھہراؤ کے ضرور پیدا کر دیتی ہے کہ دُنیا کا کوئی کام اس طرح ساری توجہ سلب نہیں کرتا۔

اپنی مرضی سے شہوات کو روک لینا اور مباح اور جائز خواہشات سے بھی بچ جانا بہت بڑا کمال ہے بعض مفسرین

نے لکھا ہے کہ آپ پیدائشی نامرد تھے، مگر یہ درست نہیں کہ نامرد کے لئے عورت سے مباشرت نہ کرنا کونسی مدح کی بات ہے اور پھر نبی نامرد نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ انبیاء میں دوسرے لوگوں کی نسبت بہت زیادہ قوت ہوتی ہے وہ تو صالحین میں سے، نیک خاندان میں سے، انبیاء کی اولاد میں سے، اللہ کے نبی تھے۔

تو عرض کیا اللہ! میرے لڑکا کس طرح ہوگا؟ کہ میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی صرف بوڑھی ہی نہیں کہ اولاد کے قابل نہ ہو بلکہ ساتھ بانجھ بھی ہے۔ یہ سب تقاضائے بشریت صادر ہوا اور بعض دفعہ طبیعتِ بشری علم اور عقل پر غالب آجاتی ہے جیسے موسٰے علیہ السلام کہ وعدہ کرنے کے بعد پھر حضرت خضر علیہ السلام پہ اعتراض فرمایا۔

ارشاد ہوا کہ اللہ قادر ہے۔ تمہارے بڑھاپے اور بیوی کے بانجھ پن کے باوجود لڑکا ہوگا کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے پھر عرض کرنے لگے کہ اللہ! استقرارِ حمل کی نشانی مقرر فرما دے کہ جیسے حمل ٹھہرے مجھے اطلاع ہو جائے اور تیرا شکر ادا کرسکوں فرمایا نشانی یہ ہے کہ تُو باوجود ذکرِ الٰہی کے تین روز تک لوگوں سے کوئی بات نہ کرسکے گا اور اشارہ سے اپنی بات سمجھا سکے گا۔ جب ایسا ہو تو کثرت سے اللہ کا ذکر کر اور صُبح و شام۔ یعنی مسلسل اللہ کی تسبیح بیان کرتا رہ۔ ان کا مقصد تھا کہ شکر ادا کروں۔ اللہ نے نشانی ایسی مقرر فرما دی کہ وارے نیارے ہو گئے۔ یعنی ذکر پہ ایسا لگا دیا کہ اور کوئی کلام ہی نہ کر پائیں کہ کثرت سے شکر ادا کریں۔ یاد رکھیں کہ کلام کرنا بھی دل کو متاثر کرتا ہے اگرچہ کلام نیک ہی ہو۔

دل ز پُر گفتن بمیرد در بدن
گرچہ گفتارش بود دُرِ عدن

بات کا اثر

اگر کلام ہی نیک نہ ہو تو اس کا اثر ظاہر ہے لیکن نیکی کی بات بھی کسی انسان ہی سے کرے گا۔ مخاطب کی ظلمت خواہ مخواہ اس کی طبیعت کو متاثر کرے گی جیسے جھاڑو دینے والے کا لباس خاک آلود ہو جاتا ہے اس سے منازل میں کمی نہیں آتی کہ یہ کارِ ثواب ہے اور ثواب سے منازل میں ترقی ہوتی ہے لیکن مشاہدات بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ اسی لئے ان حضرات سے جو گوشہ نشین رہتے ہیں مشاہدات بکثرت روایت ہوئے ہیں اور جنہوں نے مخلوقِ خدا کو بات پہنچائی عموماً انہیں کشف کم ہی ہوا اگرچہ مقاماتِ علیا تک رسائی ہو گئی۔

یہاں ان حضرات کی بات نہیں کر رہا جو سلوک سے ہی نا آشنا ہیں۔ یہ بات مردانِ خدا کی ہے۔ ہر نعمت پہ شکر اور کثرتِ ذکر واجب ہے۔

42. And when the angels said: O Mary! Lo! Allah hath chosen thee and made thee pure, and hath preferred thee above (all) the women of creation.

اور جب فرشتوں نے (مریم سے) کہا کہ مریم! خدا نے تم
کو برگزیدہ کیا ہے اور پاک بنایا ہو اور جہان کی عورتوں
میں منتخب کیا ہے ۴۲

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ
اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَ
اصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ۝٤٢

43. O Mary! Be obedient to thy Lord, prostrate thyself and bow with those who bow (in worship).

مریم اپنے پروردگار کی فرمانبرداری کرنا اور سجدہ کرنا اور
رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنا ۴۳

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ
وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝٤٣

44. This is of the tidings of things hidden. We reveal it unto thee (Muhammad). Thou wast not present with them when they threw their pens (to know) which of them should be the guardian of Mary, nor vast thou present with them when they quarrelled (thereupon).

(اے محمد) یہ باتیں اخبار غیب میں سے ہیں جو ہم تمہارے
پاس بھیجتے ہیں۔ اور جب وہ لوگ اپنے قلم (بطور قرعہ)
ڈال رہے تھے کہ مریم کا متکفل کون بنے تو تم اُن کے
پاس نہیں تھے۔ اور نہ اس وقت ہی اُن کے پاس تھے
جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے ۴۴

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ
اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ
يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ
مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ
يَخْتَصِمُوْنَ ۝٤٤

45. (And remember) when the angels said: O Mary! Lo! Allah giveth thee glad tidings of a word from Him, whose name is the Messiah, Jesus, son of Mary, illustrious in the world and the Hereafter, and one of those brought near (unto Allah).

(وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے) جب فرشتوں نے
(مریم سے) کہا کہ مریم خدا تم کو اپنی طرف سے ایک فیض کی بشارت
دیتا ہے جس کا نام مسیح (اور مشہور) عیسیٰ ابن مریم ہوگا (اور جو)
دُنیا اور آخرت میں باآبرو اور (خدا کے) خاصوں
میں سے ہوگا ۴۵

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ
اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ
الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا
فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ
الْمُقَرَّبِيْنَ ۝٤٥

46. He will speak unto mankind in his cradle and in his manhood, and he is of the righteous.

اور ماں کی گود میں اور بڑی عمر کا ہو کر (دونوں حالتوں میں)
لوگوں سے (یکساں) گفتگو کریگا اور نیکوکاروں میں ہوگا ۴۶

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا
وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝٤٦

47. She said: My Lord! How can I have a child when no mortal hath touched me? He said: So (it will be). Allah createth what He will. If He decreeth a thing, He saith unto it only: Be! and it is.

مریم نے کہا۔ پروردگار میرے ہاں بچہ کیونکر ہوگا کہ کسی
انسان نے مجھے ہاتھ تک تو لگایا نہیں فرمایا کہ خدا
اسی طرح جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جب وہ کوئی کام
کرنا چاہتا ہے تو ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے ۴۷

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ
وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ
اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓى
اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝٤٧

48. And He will teach him the Scripture and wisdom, and the Torah and the Gospel.

اور وہ انہیں لکھنا (پڑھنا) اور دانائی اور تورات
اور انجیل سکھائے گا ۴۸

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ
وَالْاِنْجِيْلَ ۝٤٨

49. And will make him a messenger unto the children of Israel, (saying): Lo! I come unto you with a sign from your Lord. Lo! I fashion for you out of clay the likeness of a bird, and I breathe into it and it is a bird, by Allah's leave. I heal him who was born blind,

اور (عیسیٰ) بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر (ہو کر جائیں گے
اور کہیں گے) کہ میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی
طرف سے نشانی لیکر آیا ہوں وہ یہ کہ تمہارے سامنے مٹی کی مورت
بشکل پرند بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ

وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّىْ
قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ
اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ
كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ

طَيْرًا بِإِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ
وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ
اللّٰهِ ۚ وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا
تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ ۚ إِنَّ
فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ
مُؤْمِنِينَ ﴿٤٩﴾
وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ
التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي
حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ
رَبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ﴿٥٠﴾
إِنَّ اللّٰهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۗ
هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٥١﴾
فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ
قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللّٰهِ ۖ قَالَ
الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللّٰهِ ج
آمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٥٢﴾
رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا
الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿٥٣﴾
وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۖ وَاللّٰهُ خَيْرُ
الْمَاكِرِينَ ﴿٥٤﴾ ع

خدا کے حکم سے (سچ مچ) جانور ہو جاتا ہے۔ اور اندھے اور ابرص
کو تندرست کر دیتا ہوں۔ اور خدا کے حکم سے مُردے میں
جان ڈال دیتا ہوں۔ اور جو کچھ تم کھا کر آتے ہو اور جو
اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو سب تم کو بتا دیتا ہوں
اگر تم صاحب ایمان ہو تو ان باتوں میں تمہارے لئے
(قدرت خدا کی) نشانی ہے ﴿۴۹﴾
اور مجھ سے پہلے جو تورات (نازل ہوئی) تھی اسکی تصدیق بھی
کرتا ہوں اور (میں) اسلئے بھی (آیا ہوں) کہ بعض چیزیں
جو تم پر حرام تھیں انکو تمہارے لئے حلال کر دوں اور میں تو تمہارے
پروردگار کیطرف سے نشانی لیکر آیا ہوں تو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو ﴿۵۰﴾
کچھ شک نہیں کہ خدا ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے تو اسی
کی عبادت کرو یہی سیدھا رستہ ہے ﴿۵۱﴾
جب عیسیٰ نے اُن کی طرف سے نافرمانی (اور نیت قتل)
دیکھی تو کہنے لگے کہ کوئی ہے جو خدا کا طرفدار اور میرا مددگار
ہو۔ حواری بولے کہ ہم خدا کے (طرفدار اور آپکے) مددگار ہیں
ہم خدا پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیں کہ ہم فرمانبردار ہیں ﴿۵۲﴾
اے پروردگار جو (کتاب) تُو نے نازل فرمائی ہے ہم اس پر ایمان
لے آئے اور (تیرے) پیغمبر کے متبع ہو چکے تو ہمکو ماننے والوں میں لکھ رکھ ﴿۵۳﴾
اور وہ (یعنی یہود قتل عیسیٰ کے بارے میں ایک) چال چلے اور خدا
بھی (عیسیٰ کو بچانے کیلئے) چال چلا اور خدا خوب چال چلنے والا ہے ﴿۵۴﴾

and the leper, and I raise the dead, by Allah's leave. And I announce unto you what ye eat and what ye store up in your houses. Lo! herein verily is a portent for you, if ye are to be believers.

50. And (I come) confirming that which was before me of the Torah, and to make lawful some of that which was forbidden unto you. I come unto you with a sign from your Lord, so keep your duty to Allah and obey me.

51. Lo! Allah is my Lord and your Lord, so worship Him. That is the straight path.

52. But when Jesus became conscious of their disbelief, he cried: Who will be my helpers in the cause of Allah? The disciples said: We will be Allah's helpers. We believe in Allah, and bear thou witness that we have surrendered[6] (unto Him).

53. Our Lord! We believe in that which Thou hast revealed and we follow him whom Thou hast sent. Enroll us among those who witness (to the truth).

54. And they (the disbelievers) schemed, and Allah schemed (against them): and Allah is the best of schemers.

اسرار و معارف

واذ قالت الملئکۃ .... وارکعوا مع الراکعین۔

اور وہ وقت بھی یاد کرو جب فرشتوں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رُو در رو کہا تھا اے مریم! بے شک اللہ نے آپ کو قبول فرما لیا ہے چھانٹ لیا ہے۔ یعنی دوامی تجلیاتِ ذاتی کے ساتھ برگزیدہ کر دیا ہے۔ تجلیاتِ ذاتیہ کمالات نبوت و رسالت میں سے ہے یہ کمال انبیاء کو بالذات اور بلاواسطہ حاصل ہوتا ہے اور ان کی وساطت سے خاص اور ممتاز اولیاء اللہ کو نصیب ہوتا ہے اور حضرت مریم علیہ السلام تو صدیقہ تھیں۔

بعض منازلِ سلوک

صدیقیت ولایت کی انتہا ہے اور چوٹی کے اولیاء۔ اللہ کو یہ اعلےٰ مقامات باتباع نبی اس طرح حاصل ہوتے ہیں جیسے شاہی محل میں بادشاہ کے ساتھ اس کے خاص خادم بھی رہا کرتے ہیں، کمالاتِ نبوت و کمالاتِ رسالت عالمِ امر کے دوائر میں سے تیرھواں اور چودھواں دائرہ ہے۔ اور آپ کو یا مریم! پاک کر دیا ہے عوارض نسوانی سے بھی اور گناہوں کی آلودگی سے بھی۔ اور جہان کی عورتوں پر آپ کو فضیلت بخشی ہے یعنی اپنے دور میں روئے زمین کی عورتوں پر۔

حدیث شریف میں اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بناتِ رسول ﷺ کے بھی بیشمار فضائل اور محاسن وارد ہیں۔ ایک متفق علیہ حدیث میں ارشاد ہے کہ مردوں میں تو کامل بہت ہوئے ہیں مگر عورتوں میں مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون تھیں اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسی ثرید کی فضیلت باقی کھانوں پر۔

اے مریم! اپنے ربّ کے حضور کھڑی رہا کریں۔ یعنی طویل قیام کیا کریں اور نماز ادا کیا کریں باجماعت۔ یعنی سجدۂ شکر کریں اور رکوع کریں، رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔ یہاں والیوں ارشاد نہیں ہوا کہ عورتوں کی جماعت مردوں کے تابع ہے۔

نیز سالک کو بھی یہ جان لینا چاہیئے کہ نماز باجماعت اور کثرتِ نوافل، طویل قیام اور رکوع و سجود کی پوری پابندی حصولِ منازل کے لئے اکسیر ہے۔

ذالک من انباء الغیب .... اذ یختصمون۔

صاف ظاہر ہے کہ جملہ مضامین وحی الٰہی ہیں اور آپ ﷺ کی نبوت کا روشن ثبوت کہ نہ تو آپ ﷺ ان کے پاس اس وقت تک موجود تھے جب وہ قلم دریا میں ڈال رہے تھے کہ کون مریم کا کفیل ہوگا۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ لوہے کے قلم تھے اور دریا میں ڈالے گئے جس کا قلم بحکمِ الٰہی ڈوبے بھی نہیں اور بہاؤ کے الٹے رُخ تیرے۔ وہ کفالت کرے گا۔ حضرت ذکریا علیہ السلام کو یہ سعادت بخشی گئی۔

قرعہ اندازی

اہلِ سُنّت کے نزدیک متعین حقوق میں قرعہ ناجائز ہے اور داخل قمار کہ ایک مشترکہ شے پر قرعہ ڈالا جائے جس کا نام نکلے وہ لے لے باقی محروم رہ جائیں۔ یہ درست نہیں۔ ہاں جن حقوق کے اسباب رائے سے طلب کرتے ہوں وہاں جائز ہے مثلاً شے مشترک کے حصے ہو گئے۔ اب کونسا حصہ ایک حصہ دار لے اور کونسا ڈھیر دوسرے کو ملے تو یہاں جائز ہوگا۔

اور نہ ہی آپ ﷺ اُس وقت تشریف رکھتے تھے جب وہ باہم جھگڑ رہے تھے علم کے ذرائع تو یہی ہیں کہ یا انسان خود دیکھے اور سُنے تو یہ ممکن نہیں کہ آپ ﷺ کے اور ان کے درمیان پانچ صدیاں حائل ہیں۔ دوسرا ذریعہ ہے کسی تاریخ سے یا کتاب سے پڑھ کر معلوم کرے تو حضور ﷺ اُمّی تھے۔ تیسرا راستہ یہ ہے کہ کسی عالم سے معلوم کرے تو حضور ﷺ نے نہ کسی عالم کی شاگردی اور نہ صحبت اختیار فرمائی بلکہ ہر وہ شخص عالم کہلایا اور تا قیامت کہلائے گا جو انوارِ محمّدی ﷺ سے اپنا دامن بھر سکے گا تو پھر بجز وحی کے اور اللہ کی ذات کے مطلع کر دینے کے اور تو کوئی راستہ نہیں، اور نزولِ وحی ہی آپ ﷺ کی نبوّت کی دلیل ہے۔

اب یہی قصّہ اپنی پوری صحت اور پوری وضاحت کے ساتھ آگے سُنیں۔

واذ قالت الملئكة .... من الصّٰلحين ۔

فرمایا وہ وقت یاد کریں جب فرشتوں نے یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اے مریم! اللہ آپ کو ایک کلمہ کی بشارت دیتے ہیں جو اللہ کی طرف سے ہوگا یعنی ایسا بچہ جو اللہ کے حکم سے بغیر باپ کے پیدا ہوگا اور اللہ کا کلمہ کہلائے گا جس کا نام اور لقب مسیح عیسٰے بن مریم ہوگا۔

ولی اللہ کا فرشتہ سے ہمکلام ہونا

یہاں ثابت ہے کہ ملائکہ اولیاء اللہ سے کلام کرتے ہیں، اور بڑی عجیب بات ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک معزز و مقرب ولیہ سے تو فرشتہ کلام کرے، اور اُمتِ محمّدیہ ﷺ کے اولیاء اس کے اہل نہ سمجھے جائیں بلکہ جو لوگ ایسے واقعات کا رد کرتے ہیں اصل میں سلوک سے واقفیت ہی نہیں رکھتے، انھیں رد کرنے کا حق ہی حاصل نہیں ہے۔

یہ شخص دُنیا و آخرت میں باعزّت اور عالی مرتبت ہوگا۔ دُنیا میں نبوّت و رسالت سے سرفراز ہوگا اور آخرت میں جنّت کے عالی منازل پر فائز ہوگا اور اللہ کا مقرّب ہوگا یعنی اس کو قربِ ذاتی میں دوام حاصل ہوگا اور تجلیاتِ ذاتیہ اُس کو ہمیشہ حاصل ہوں گی اور اس کے معجزات میں سے یہ ہوگا کہ گہوارے میں لوگوں سے کلام کرے گا اور پختہ کلام، جیسے اللہ کریم کلام فرمارہے ہیں اور پھر بڑی عمر میں لوگوں سے کلام فرمائے گا۔

بچپن میں کلام تو خرقِ عادت ہوکر معجزہ ہوا مگر کہولت میں کلام کیسے معجزہ ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ

مفسرین کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب آپ کو آسمانوں پر اٹھایا گیا تو آپ کی عمر مبارک تیس پینتیس سال کے درمیان تھی جو جوانی کا زمانہ ہے اور کہولت عموماً چالیس سال کے بعد کی عمر پر بولا جاتا ہے آسمانوں سے نزول کے بعد پھر لوگوں سے کلام کرنا اور انھیں ہدایت کی طرف بلانا اس سے بھی بڑا معجزہ ہے جو آپ نے گہوارے میں اعلان فرمایا تھا۔ انی عبد اللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا۔

قالت رب ان یکون لی .... ھذا صراط مستقیم۔

حضرت مریم علیہ السلام نے عرض کی اے میرے پروردگار! میرے بچہ کس طرح پیدا ہو گا؟ کہ مجھے تو کسی مرد نے چھوا تک نہیں اور بچہ تو ہمیشہ مرد اور عورت کے ملاپ سے پیدا ہوتا ہے۔

ارشاد ہوا کہ بس ایسے ہی بچہ پیدا ہو گا کہ اللہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اور جب کسی چیز کے ہونے کا فیصلہ فرماتا ہے تو اس شے کے ہونے کا حکم دیتا ہے تو وہ فوراً ہو جاتی ہے وہ جیسے مادہ سے اور ترتیب سے پیدا کرنے پر قادر ہے اس کے خلاف پہ بھی اسی طرح قادر ہے۔

اللہ اس بچے کو لکھنا سکھائے گا اور دانش عطا فرمائے گا نیز تورات اور انجیل کے علوم عطا فرمائے گا، اور بنی اسرائیل کے پاس عظیم الشان رسول بنا کر بھیجے گا۔ یہاں ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام جملہ علوم براہِ راست اللہ تعالیٰ سے حاصل کرتے ہیں۔

دانش اور دانشور

دانش اس علم کا نام ہے جسے انبیاء اللہ سے لے کر مخلوق میں تقسیم فرماتے ہیں اسی طرح دانشور وہ لوگ ہیں جن کے سینے علومِ انبیاء سے لبریز ہوتے ہیں نہ کہ دورِ حاضرہ کے بے دین مفکر، جن کی فکریں بھی الجھی ہوئی ہیں۔

فرمایا وہ اعلان فرمائیں گے کہ اے بنی اسرائیل! میں تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے معجزات لے کر مبعوث ہوا ہوں جن میں سے ایک یہ ہے کہ تمھارے سامنے مٹی سے پرندے کی صورت بناؤں گا پھر اس پر پھونک ماروں گا تو اللہ کی اجازت سے وہ پرندہ بن جائے گی زندہ سلامت۔ یعنی یہ پھونک مارنا معجزہ ہے۔

اظہارِ کرامت

انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ بطور کرامت اولیاء اللہ میں پایا جانا برحق ہے مگر اثبات دین کے لئے اور نہ پیسہ بٹورنے کے لئے، اور چونکہ اللہ کے حکم سے صادر ہوتا ہے تو ایسے کلمات جو ناجائز ہوں یعنی جن کا پڑھنا فسادِ عقیدہ اور فسادِ عمل میں مبتلا کرنے والا ہو، ہرگز نہ پڑھنے چاہئیں نیز ان پر اللہ کی طرف اثر مرتب نہیں ہوتا۔ یہ اور بات ہے کہ اتفاقاً اللہ کی طرف سے ہو اور لوگ منسوب بے دین جھاڑ پھونک والوں سے کردیں۔

نیز میں مادرزاد اندھوں اور کوڑھ کے ہیبت ناک مرض میں مبتلا لوگوں کو تندرست کردوں گا، اور اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کردوں گا۔ چونکہ مُردوں کو زندہ کرنا توہم الوہیت پیدا کرنے والا تھا، مکرر فرمایا کہ اللہ کے اِذن سے اس کے حکم سے یعنی فعل اللہ کا ہوگا صادر میرے ہاتھ پہ ہوگا

صاحب تفسیر مظہری نے تین ایسے نام گنوائے ہیں جو بعد مرگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے زندہ ہو کر پھر صاحب اولاد ہوئے اور کافی دیر زندہ رہ کر مرے۔ حالانکہ برزخ کے منکشف ہونے کے بعد انسان کا دنیا میں دوبارہ جینا بسنا اور مکلف زندگی گزارنا ممکن نہیں، کہ ایمان بالغیب تو رہا نہیں سب کچھ تو وہ دیکھ چکا، بھلا وہ کیوں نہ عذاب و ثواب، قبر یا جنت و دوزخ کو مانے گا؟ مگر ہر کام اور ہر بات میں مستثنیات ملتی ہیں جن سے قدرتِ الٰہی کا ظہور ہوتا ہے کہ اللہ جس طرح چاہے کرسکتا ہے۔

مستثنیات

خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش انسان کے عمومی طریقۂ پیدائش میں ایک استثنائی صورت ہے ایسے ہی اُن کے معجزات اندھوں، کوڑھوں کا تندرست ہونا، مُردوں کا زندہ ہونا یا پھر دُنیا میں نظر کریں تو دیکھیں کہ پرندوں میں چمگادڑ، جس کے پر گوشت مُنہ میں دانت سینے پہ چھاتیاں اور پھر اس کو حیض ہوتا ہے اور وہ بیٹھنے میں اُلٹی لٹکتی ہے۔ ایک جانور میں کس قدر استثنائی صورتیں ہیں ایسے ہی دیکھ لیں جس ذی رُوح کی ناک میں پانی گھُسے وہ بلبلا اٹھتا ہے مگر ہاتھی پہلے بھرتا ہی سُونڈ ہے پھر مُنہ میں انڈیلتا ہے۔ ہر جانور کا نیچے کا جبڑا حرکت کرتا ہے مگر مچھ کا اوپر کا جبڑا حرکت کرتا ہے۔ سب جانور کے دو پھیپھڑے مگر سانپ کا ایک ہوتا ہے۔ سب جانور بچے دے کر بقائے نسل کا سبب بنتے ہیں مگر خچر کا نر بھی بانجھ، مادہ بھی بانجھ، اس کے باوجود نسل قائم ہے

ایسی ہی بے شمار جانور اور واقعات ملتے ہیں جو عام قاعدہ سے ہٹ کر صادر ہوتے ہیں اور اللہ کی قدرت پر

شہادت دیتے ہیں نیز جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو گھروں میں بچا کر رکھتے ہو۔ میں اس کے بارے تمہیں بتا دوں گا۔ جو کچھ لوگ کھاتے اور دُوسرے وقت کے لئے بچا کر رکھتے۔ حضرت اس کے بارے بتا دیا کرتے۔

ان تمام خوارق میں آپ کے دعوائے نبوت کی بہت بڑی دلیل ہے اگر تمہیں ایمان لانے کی توفیق ہے تو ایمان لاؤ، نیز میں کوئی انوکھا رسُول مبعوث نہیں ہوا ہوں پہلے تورات موجود ہے جو اللہ کا رسُول لایا تھا میں بھی اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ یعنی میری دعوت بھی وہی ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام اصولِ دعوت میں آدم علیہ السلام سے لے کر آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ تک متفق ہیں سب کی دعوت ایک ہے اور ہر نبی نے دوسرے انبیاء کی تصدیق بھی کی ہے ہاں ! طریقہ عبادات یعنی بعض ارکانِ عبادت میں یا بعض اُن چیزوں میں فرق ہے جو پہلے تم پر تورات نے حرام کر دی تھیں میں حلال کرتا ہوں۔ یہ بھی میری وجہ سے تم پر اللہ کا انعام ہے کہ تمہاری عادتوں کے باعث تم پر سختی کی گئی مثلاً گوشت حلال اور چربی حرام یا جسم کے دُوسرے حصے حلال اور جانور کی پیٹھ کا گوشت حرام۔ تو ایسے امُور میں تبدیلی کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔

احکام الٰہی میں نسخ ہوتا رہتا ہے کہ ایک حکم ایک وقت کے لئے تھا جب اس کا وقت پورا ہو گیا تو اس کی جگہ دُوسرا حکم آ گیا اپنے وقت پر دونوں صحیح اور درُست ثابت ہوتے ہیں خود قرآن مجید میں نسخ موجود ہے۔

نیز میں تمہارے ربّ کی طرف سے تمہارے لئے ایک بڑی نشانی یعنی انجیل لایا ہوں۔ یہاں کتاب کے ساتھ صفتِ ربُوبیت کا اظہار اس بات پہ دلیل ہے کہ جس طرح ستھری اغذیہ جسم کی صحت اور بقا کے لئے ربُوبیتِ باری کا مظہر اور ضروری ہیں۔ اسی طرح خلوصِ نیت سے اللہ کی کتاب کی تلاوت، اس کا سمجھنا اور اس پر عمل رُوح کی صحت اور ابدی زندگی کی ضرورت ہے۔

اللہ کی گرفت سے ڈرتے رہو کہ میری مخالفت تو عذابِ الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ میری بات تسلیم کرو، اللہ ہی میرا بھی اور تمہارا بھی ربّ ہے خالق، مالک، رازق حتیٰ کہ جملہ ضروریات کا کفیل وہی ہے۔

یہاں اس عقیدہ کا بطلان بھی واضح ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ نہیں ! بلکہ اس کے بندے اور نبی ہیں فاعبدوہ میں عمل کا حکم ہے کہ صحتِ عقیدہ کی دلیل مامورات و منہیات کی پابندی ہے اور یہی سیدھا راستہ ہے جیسے حدیثِ پاک میں ارشاد ہے قل اٰمنت ثم استقم۔ یعنی اقرارِ توحید اور تعمیل اوامر و نواہی، دونوں کو جمع رکھنا ہی

راہ ہدایت ہے۔

فلما احس عیسیٰ ....: والله خیر المٰکرین۔

جب تمام معجزات اور دلائل دیکھنے کے بعد بھی ان کی عادات میں تبدیلی نہ آئی۔ ان کی باتوں اور حرکات سے عیسیٰ علیہ السلام کو کفر کی بُو آئی تو فرمایا کہ کون ہے جو اللہ کی راہ میں میرا معاون ہو یعنی اس ساری محنت کا پھل کیا کچھ لوگ تم میں ایسے بھی ہیں جو معیّتِ باری کے طلب گار ہوں اور اس کی راہ پر میرے ساتھ چلیں۔

تو کچھ برگزیدہ اشخاص جنہیں حواری کہا گیا ہے، جیسے نبی کریم ﷺ کے جاں نثاروں کو صحابیؓ کہا جاتا ہے، انھوں نے عرض کی ہم ہیں! ہم اللہ کے دین کی خدمت کے لیے موجود ہیں اور اللہ کی ذات اور جملہ صفات پر ایمان رکھتے ہیں جب انبیاء کی شہادت کا وقت آئے تو آپ بھی ہمارے فرمانبردار ہونے کے گواہ رہیئے گا، اور اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! ہم تیری توحید، تیرے انبیاء کی صداقت پہ ایمان لائے۔ تیرے رسُول یعنی عیسےٰ علیہ السلام کی اطاعت کی، تو ہمیں مومنین کاملین کی فہرست میں شامل فرمالے!

شاہدین سے مراد جملہ عقائد کی صداقت پہ گواہی بھی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے، کہ انھوں نے یہ تمنّا کی تھی کہ ہمیں اُمّتِ محمّد ﷺ میں شمار فرما کہ روزِ حشر تمام انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسلام کی تبلیغ رسالت کی شاہد ہو گی۔

پس کافروں نے خُفیہ چال چلی۔ لفظ مکر اُردو میں صِرف سازش کے معنوں میں آتا ہے مگر عربی میں خفیہ تدبیر کو کہتے ہیں اگر تدبیر بھلائی کے لیے ہو گی تو اچھے معنوں میں آئے گا۔ اگر بُرائی کے لیے ہو گی تو اس کے معنوں میں استعمال ہو گا۔ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نقصان پہنچانے کی سازش کی۔ بادشاہ کے کان بھرے کہ یہ شخص ملحد ہو گیا ہے تورات کو بدل کر دین کو برباد کرنا چاہتا ہے اور اس کی گرفتاری اور قتل کا حکم حاصل کیا۔

اِدھر اللہ کی حکمت اپنا کام کر رہی تھی جسے وہ قتل کرنا چاہتے تھے اللہ کو اُسے بچانا منظور تھا اور اللہ ہی سب سے بہترین تدبیریں کرنے والے ہیں۔

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۖ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٥٥﴾

اس وقت خدا نے فرمایا کہ عیسیٰ! میں تمہاری دنیا میں رہنے کی مدت پوری کر کے تم کو اپنی طرف اٹھا لوں گا اور تمہیں کافروں (کی صحبت) سے پاک کر دوں گا۔ اور جو لوگ تمہاری پیروی کریں گے اُن کو کافروں پر قیامت تک فائق (و غالب) رکھوں گا پھر تم سب میرے پاس لوٹ کر آؤ گے تو جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے اس دن تم میں ان کا فیصلہ کر دوں گا ﴿۵۵﴾

55. (And remember) when Allah said: O Jesus! Lo! I am gathering thee and causing thee to ascend unto Me, and am cleansing thee of those who disbelieve and am setting those who follow thee above those who disbelieve until the Day of Resurrection. Then unto Me ye will (all) return, and I shall judge between you as to that wherein ye used to differ.

فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٥٦﴾

یعنی جو کافر ہوئے اُن کو دنیا اور آخرت (دونوں) میں سخت عذاب دوں گا اور اُن کا کوئی مددگار نہ ہوگا ﴿۵۶﴾

56. As for those who disbelieve I shall chastise them with a heavy chastisement in the world and the Hereafter; and they will have no helpers.

وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿٥٧﴾

اور جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے اُن کو خدا پورا پورا صلہ دے گا۔ اور خدا ظالموں کو دوست نہیں رکھتا ﴿۵۷﴾

57. And as for those who believe and do good works, He will pay them their wages in full. Allah loveth not wrongdoers.

ذَٰلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ ﴿٥٨﴾

(اے محمدؐ) یہ ہم تم کو (خدا کی) آیتیں اور حکمت بھری نصیحتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں ﴿۵۸﴾

58. This (which) We recite unto thee is a revelation and a wise reminder.

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾

عیسیٰ کا حال خدا کے نزدیک آدم کا سا ہے کہ اُس نے (پہلے) مٹی سے ان کا قالب بنایا پھر فرمایا کہ (انسان) ہو جا تو وہ (انسان) ہو گئے ﴿۵۹﴾

59. Lo! the likeness of Jesus with Allah is as the likeness of Adam. He created him of dust, then He said unto him: Be! and he is.

الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٦٠﴾

(یہ بات) تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے تو تم ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہونا ﴿۶۰﴾

60. (This is) the truth from thy Lord (O Muhammad), so be not thou of those who waver.

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴿٦١﴾

پھر اگر یہ لوگ عیسیٰ کے بارے میں تم سے جھگڑا کریں اور تم کو حقیقت الحال تو معلوم ہو ہی چلی ہے۔ تو ان سے کہنا کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلاؤ اور ہم خود بھی آئیں اور تم خود بھی آؤ۔ پھر دونوں فریق (خدا سے) دعا و التجا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت بھیجیں ﴿۶۱﴾

61. And whoso disputeth with thee concerning him, after the knowledge which hath come unto thee, say (unto him): Come! We will summon our sons and your sons, and our women and your women, and ourselves and yourselves, then we will pray humbly (to our Lord) and (solemnly) invoke the curse of Allah upon those who lie.

إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٢﴾

یہ تمام بیانات صحیح ہیں۔ اور خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور بیشک خدا غالب (اور) صاحب حکمت ہے ﴿۶۲﴾

62. Lo! This verily is the true narrative. There is no God save Allah, and lo! Allah He verily is the Mighty, the Wise.

ع فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾

تو اگر یہ لوگ پھر جائیں تو خدا مفسدوں کو خوب جانتا ہے ﴿۶۳﴾

63. And if they turn away, then lo! Allah is Aware of (who are) the corrupters.

اسرار و معارف

اذ قال اللّٰہ یا عیسٰی انی متوفیک .... والذکر الحکیم۔

اب خفیہ تدبیر کیا تھی ؟ کہ یہود نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو قتل کرنا چاہا اور اللہ نہ صرف انھیں بچانا چاہتا تھا، بلکہ اپنی عظمت کا ایک نشان اور اپنے نبی ﷺ کی نبوّت کے نشان کے طور پر باقی بھی رکھنا چاہتا تھا جس طرح ان کی پیدائش عجیب تھی، ایسے ہی پرورش بھی نرالی کہ پالنے میں باتیں کیں پھر معجزات بھی عجیب تر۔

قدرتِ باری کے مظاہر

اور اس کے بعد رفع یعنی آسمانوں پر اٹھایا جانا اور پھر دنیا میں نزول، اس کے بعد موت یہ سب امور قدرتِ باری کے مظاہر ہیں۔

ارشاد ہوا کہ اے عیسٰی! میں تمھیں لے لوں گا اور اٹھا لوں گا۔ یہ معنٰی اس صورت میں ہے کہ جب متوفیک کے معنٰی پورا پورا لے لیا جائے۔ لیکن اگر اس کا معنٰی موت ہی کیا جائے تو معنٰی یوں ہو گا کہ یہود آپ کو قتل نہیں کر سکتے بلکہ ہم تمھیں طبعی موت سے دوچار کر دیں گے۔ فی الحال تمھیں اپنی طرف اٹھا لیں گے۔ کیونکہ کتاب اللہ کی دوسری آیات عدمِ قتل پہ شاہد ہیں۔ جیسے وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ کہ یہودیوں نے یقیناً حضرت عیسے علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اپنی طرف اُٹھا لیا۔

رفعِ عیسٰے علیہ السلام

اور اگر رفع رُوحانی مراد لیا جائے تو پھر قتل سے موت ہی واقع ہوتی ہے، انھوں نے نہ کیا خدا نے خود موت دے دی تو اٹھائے جانے میں کیا فضیلت مذکور ہے ہر نیک آدمی کی رُوح بعدِ مرگ اٹھائی جاتی ہے لیکن یہاں عیسٰے علیہ السلام کو اٹھانے کا ذکر ہے اور عیسٰی صرف رُوح کا نام نہیں بلکہ روح مع الجسد کا نام ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جب معلّمِ قرآن ﷺ نے اس کے معانی کی تعین فرما دی کہ عیسٰی علیہ السّلام آسمانوں پہ اٹھائے گئے وہاں رہیں گے، آخر زمانے میں نازل ہوں گے، جہاد کریں گے، شادی کریں گے اور اولاد ہو گی، فوت ہو کر میرے روضہ میں دفن ہوں گے اور ابوبکرؓ، عمرؓ میرے اور عیسٰے علیہ السلام کے ساتھ اٹھیں گے۔ تو اب کسی مسلمان کو اس میں اینچ پینچ کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ رہے کذّاب اور جھوٹے مدعیانِ نبوّت تو انھیں قرآن کی شرح کا حق کس نے دیا

ہے۔ جب حضور ﷺ کی ختم نبوت پر اجماع امت ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے لا نبی بعدی جو روز روشن کی طرح واضح ہے اور حد ہے کہ آپ ﷺ نے دجال تک کی خبر دی اور اس کے فتنے سے بچنے کا حکم دیا۔ نزول عیسیٰ علیہ السلام کی اطلاع تلفقون دجالون کذابون۔ فرما کر نبوت کے جھوٹے دعویداروں سے خبردار فرمایا۔ اگر کوئی ظلی یا بروزی قسم کا نبی باقی تھا تو بھلا آپ ﷺ نے اس کی اطلاع کیوں نہ دی۔ اور پھر خواہ مخواہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا اس قدر شوق ہے اگر وہ فوت بھی ہو چکے ہوں تو قادیانی تو شریف انسان ثابت نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ کوئی اسے نبی تسلیم کرے۔

نبوت کا تعلق اس عقیدہ سے ہے جس کی تعلیم محمد رسول اللہ ﷺ نے دی نہ کہ وفاتِ عیسیٰ سے بلکہ حیات عیسیٰ اور نزولِ عیسیٰ علیہ السلام پہ اس قدر ارشاداتِ نبوی موجود ہیں کہ جن سے بجز کافر کوئی روگردانی نہیں کر سکتا۔

ارشاد ہوا کہ کافروں کی برائی سے آپ کو پاک کر دوں گا۔ نبی کریم ﷺ نے مبعوث ہو کر دونوں طرح کے کفار سے جو آپ پر تہمت لگائے ہوئے تھے ان سے بھی اور جو خدا کا بیٹا کہتے تھے ان سے بھی آپ کی برأت ثابت فرما دی۔ نیز فرمایا آپ کے متبعین کو کافروں پر قیامت تک فوقیت عطا کروں گا۔

یہاں اگر صرف نبوت کا اقرار ہی مراد ہے تو نصاریٰ اور مسلمان دونوں شریک ہو گئے اور اگر کامل اتباع مراد ہے تو پھر صرف مسلمان مراد ہوں گے اور بعثت عیسیٰ علیہ السلام سے لے کر آج تک عیسائی بھی یہودیوں سے زیر نہیں ہوئے چہ جائیکہ مسلمان۔ رہی اسرائیل کی موجودہ حکومت، تو یہ بھی سوشلسٹوں اور نصاریٰ کی مشترکہ چھاؤنی ہے اور کچھ نہیں، یہود اس روز سے ذلیل آ رہے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک ذلیل ہی رہیں گے اور پھر ان سب واقعات و معاملات کے بعد تم سب کو میری بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔ متبعین و منکرین کے درمیان اختلاف کو میں سلجھا دوں گا۔ ان کا فیصلہ کر دیا جائے گا جس کا اصول یہ ہو گا کہ منکرین کو یا کفار کو دنیا میں بھی سخت عذاب دوں گا اور آخرت میں بھی عذاب سے چھڑانے والا کوئی حمایتی نہ ہو گا۔ دنیا میں کفار کی حالت قابلِ دید اور جائے عبرت ہے۔ آج کا نیم جان مسلمان اپنی عزت تو لئے بیٹھا ہے ان کی جوان بیٹیاں ہپی بنی پھرتی ہیں۔ گھریلو زندگی دوزخ کا نمونہ ہے۔ قتل و غارت اور بدامنی انتہا کو چھو رہی ہے ان کی روزانہ زندگی کے واقعات دیکھے جائیں تو درندے بھی شرم سے سر جھکا لیں اور آخرت کی سختی ان کی منتظر ہے۔

ان کے مقابل جنہیں ایمان کی دولت نصیب ہوئی اور انہوں نے نیک کام کئے تو ان کی نیکیوں کا بدلہ پورا پورا

دیا جائے گا کہ انعام تو پسندیدہ لوگوں ہی کے لیے ہوتا ہے اور کفار بوجہ ظلم کے یعنی حق کو قبول نہ کرنے کے غضب الٰہی کے سزاوار ٹھہرے۔ ایسے ظالموں کو اللہ کبھی پسند نہیں فرماتا۔

یہ جملہ اخبار ہم آپ کو بتاتے ہیں اور تحقیقی بیانات آپ ﷺ کی نبوت کی واضح دلیل بھی ہیں۔

معجزات عموماً مروّجہ کمالات کے مطابق عطا ہوتے ہیں

ہر دور میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس دور کے مروّجہ کمالات کے مطابق معجزات عطا ہوئے۔ عہدِ موسوی جادوگروں کا دور تھا۔ انھیں ایسا معجزہ بخشا کہ جادوگر عاجز آگئے۔

عہدِ عیسوی حکیموں اور طبیبوں کا دور تھا۔ ان کے معجزات اپنے اہلِ زمانہ کے مقابل تھے۔

اور عہدِ نبوی فصاحت و بلاغت کا دور تھا۔ آپ ﷺ کا بہت بڑا معجزہ اور زندہ معجزہ قرآن حکیم تھا اور ہے اور رہے گا۔ جس کے سامنے فصحائے عرب کی فصاحت بھی نہ جم سکی۔

ان مثل عیسیٰ عند اللہ .... فان اللہ علیم بالمفسدین

عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے نزدیک آدم علیہ السلام کی طرح ہیں۔ ان کی پیدائش بغیر ماں باپ کے ہیں۔ اللہ نے مٹی سے بنایا اور فرمایا ہوجا! وہ فوراً ہوگیا۔ ایسے عیسیٰ علیہ السلام بحکم الٰہی بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

یہ مکالمہ نجران کے عیسائیوں کے ساتھ ہوا جب انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت ثابت کرنا چاہی تو اس دلیل پہ بڑا زور دیا گیا کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے نہیں تو پھر ان کا باپ کون تھا؟ یہ تک نہ سوچا کہ کبھی آدمی کے ہاں بکری کا بچہ یا بھینس میں سے انسان کا بچہ پیدا نہیں ہوتا حالانکہ دونوں حیوان ہیں۔ صرف نوع علیحدہ ہے جنس کا اشتراک موجود۔ خدا اور انسان میں نہ جنسی اشتراک ہے نہ نوعی۔ بلکہ اللہ ہر چیز سے بے نیاز اور قدیر ہے۔ انسان محتاج اور حادث۔ بھلا خدا سے انسان کیوں پیدا ہونے لگا۔ جو کھاتا تھا، پیتا تھا، سوتا تھا اور اس کو موت بھی آئے گی تمام احتیاجاتِ انسانی لیے ہوا تھا۔ اللہ تو اس سے وراء الوراء ہے نہ کسی کا والد ہے نہ مولود، نہ کوئی اس کا ہمسر۔

ارشاد ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا صرف بغیر باپ کے پیدا ہونا حیران کن ہے یا آدم علیہ السلام کا بغیر باپ اور بغیر ماں کے۔ اللہ قادر ہے جیسے چاہے کر سکتا ہے۔

قیاس حجّت شرعی ہے

یہاں سے علماء نے قیاس کو حجّتِ شرعی قرار دیا ہے آدم علیہ السلام کی تخلیق پر قیاس کرتے ہوئے عیسیٰ علیہ السلام کی بغیر باپ کے پیدائش کا جواز پیش کیا گیا ہے۔ فرمایا، یہی حق ہے تو تمہارے ربّ کی طرف سے تمہارے پاس آچکا کہ علومِ رُوح کی غذائیں خصوصاً کتاب اللہ۔ اس لیے یہاں اللہ کا صفاتی نام "رَبّ" ارشاد ہوا کہ تربیت کے لیے ضروری تھا کہ مادّی غذا کے ساتھ رُوحانی غذا کا اہتمام بھی کیا جاتا اور اے مخاطب! اس میں شبہ کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔

یہاں سے پھر نبی اکرم ﷺ سے خطاب فرماتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے،

مباہلہ

اللہ کی شہادت اور واضح دلائل کے بعد بھی اگر کوئی آپ سے جھگڑا کرے اور آپ ﷺ کے ارشادات کو تسلیم نہ کرے حالانکہ دلائل عقلی اور نقلی دونوں طرح کے موجود ہیں۔ تو اس سے فرما دیجئے کہ آؤ! اپنے اپنے بچوں کو، اپنی اپنی عورتوں کو اور اپنی اپنی جانوں کو جمع کریں اور اللہ سے دُعا کریں کہ جو گروہ جھوٹا ہے اللہ اس پر لعنت کرے یعنی اپنی رحمت سے محروم کر دے اور اپنا غضب اُس پر نازل کرے۔

یہاں شیعہ حضرات کی دسیسہ کاریوں سے مفسرین کرام نے عجیب ٹھوکریں کھائی ہیں فرماتے ہیں کہ جونہی یہ آیت نازل ہوئی نبی کریم ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو طلب فرمایا اور اس حالت میں کہ حضرت حسین آپ ﷺ کی گود میں تھے حضرت حسن کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور پیچھے حضرت فاطمہ اور حضرت علی تھے رضی اللہ عنہم۔ گھر سے میدان کو تشریف لے چلے۔

یہاں ذرا سا رُکئے، اور دیکھئے! نجران کا وفد تین اشخاص پہ مشتمل تھا جن کے نام شرجیل، عبداللہ بن شرجیل اور جبار بن فیض۔ یہ پوری قوم کے نمائندہ تھے ان کے بیوی بچے نجران میں تھے جو آج بھی مدینہ منورہ سے ہوائی جہاز کے ذریعے آٹھ سو کلومیٹر دُور ہے۔ رہا زمینی راستہ وہ ممکن ہے بارہ سو بھی ہو۔ پھر اس پہ بھی سب متفق ہیں کہ انھوں نے مباہلہ سے انکار کر دیا اور جزیہ دینا قبول کر لیا۔ پھر کیا وجہ تھی کہ حضور ﷺ مائی صاحبہ اور حسنین کریمین اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو لے کر میدان کو چل کر گئے۔ ایسی حرکت تو کسی عام آدمی سے بھی متوقع نہیں کہ ایک شخص کے بیوی بچے ہزاروں میل دُور ہوں اور وہ اُسے کہہ رہا ہو کہ میں اپنے بچے میدان میں لے آیا ہوں تم بھی لے آؤ، چہ جائیکہ اس بات کی نسبت آقائے نامدار ﷺ کی طرف کی جائے اور پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نساءنا کا مصداق گردانا گیا کہ

ابناء نا و نساء نا سے مراد تو بیوی بچے ہوئے۔ اب یہ جملہ حضرات بچوں کی فہرست میں تو آ گئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے بچے ہی تھے بحیثیت داماد اور ویسے بھی آپ ﷺ کے پروردہ تھے۔ تو بیوی کی جگہ کون بلایا گیا نساء نا سے مراد کون ہیں ؟

اس سے بھی عجیب تر استدلال شیعہ کا یہ ہے کہ انفسنا سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں اور حضرت علیؓ نفس نبی ہیں اس لیئے خلافت و امارت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا حق تھا کہ امارت کا حق حضور نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نفسِ نبی ہو کر فضائل میں برابر ہو گئے۔ لیکن یہاں یہ بات بھول جاتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نبی پاک ﷺ کے داماد بھی تھے بھلا نفسِ نبی کا بنتِ نبی سے نکاح کیسے ہو گیا ؟ ؎

بریں عقل و دانش بباید گریست

دراصل یہاں مراد جملہ مومنین متبعین، ان کی ازدواج اور اولاد ہے کہ تم نصاریٰ کی طرف سے دعا کرو، اور میں مسلمانوں کی طرف سے دعا کرتا ہوں۔ اس پر یہ حدیثِ پاک بھی شاہد ہے کہ قسم ہے اُس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اہل نجران کے سروں پر عذاب آ ہی گیا تھا اگر وہ مباہلہ کرتے تو اُن کی صورتیں مسخ ہو کر بندروں اور سوروں کی بن جاتیں ساری وادی بھڑکتی ہوئی آگ سے بھر جاتی۔ یہاں تک کہ درختوں پہ پرندے بھی بیخ و بن سے تباہ ہو جاتے اور سال پلٹنے نہ پاتا کہ سارے عیسائی ہلاک ہو جاتے۔ (مظہری)

یہ سارے عیسائی کے ... ظاہر کرتے ہیں کہ ابناء نا و نساء نا و انفسنا سے مراد جملہ متبعین اور سب کے بیوی بچے ہیں کہ جو حق ہے باقی رہے اور جو غلط ہے مٹ جائے مگر عیسائی اس سے خوفزدہ ہو گئے وہ تو جانتے تھے کہ آپ ﷺ برحق رسول ہیں۔ صرف اپنی سرداری و امارت اور قوم پر تسلط قائم رکھنے کے لئے انکار کر رہے تھے۔ انھوں نے جزیہ دے کر امان حاصل کی اور صُلح کر لی مباہلہ کی نوبت ہی نہ آئی۔

یہ جملہ واقعات جو اللہ کی کتاب میں ارشاد ہوئے سب حق ہیں اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، نہ ولی، نہ نبی، نہ کوئی فرشتہ اور نہ کوئی علاوہ ان کے۔ یعنی عقیدۂ تثلیث کا ابطال دوبارہ ارشاد ہوا ہے اور اللہ ہی غالب ہے اور اسی کی حکمت سب کو محیط ہے۔ یعنی کمال قدرت احاطۂ حکمت میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں۔ پھر الوہیت بھی شرکت کی بات کیسے بن سکتی ہے۔ اگر اس کے بعد بھی اعتراض ہی کریں تو آپ ﷺ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیں کہ وہ

فساد کرنے والوں کو خوب جانتا ہے، یعنی ایمان سے روکنا یا برائی کرنا صرف گناہ ہی نہیں بلکہ ایک عالم میں بگاڑ پیدا
کرنا اور دنیا کو تباہی کی طرف لے جانے کے برابر ہے کہ عالم رنگ و بو ایمان و اطاعت سے قائم ہے برائی اس کا بگاڑ
ہے اور جب کوئی اللہ اللہ ! کرنے والا نہ رہا سب کافر ہی رہ گئے تو کلی طور پر تباہ ہو جائے گا۔

کفار نہ صرف ناشکرے ہیں بلکہ اللہ کے بنائے ہوئے جہان کو تباہی سے دوچار کرنے کے ذمہ دار بھی ہیں اور اللہ
سے چھپ نہیں سکتے اللہ ان سب کو خوب جانتا ہے۔

رکوع نمبر ۷ آیات ۶۴ تا ۷۱ تلک الرسل ۳/۱۵

قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى
كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا
نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ
شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا
اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا
فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾

کہہ دو کہ اے اہل کتاب جو بات ہمارے اور تمہارے
دونوں کے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے اس کی طرف
آؤ وہ یہ کہ خدا کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں۔ اور اس
کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں۔ اور ہم میں کوئی
کسی کو خدا کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے اگر یہ لوگ (اس بات
کو) نہ مانیں تو (ان سے) کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم (خدا کے) فرمانبردار ہیں ﴿۶۴﴾

64. Say: O People of the Scripture![6] Come to an agreement between us and you: that we shall worship none but Allah, and that we shall ascribe no partner unto Him, and that none of us shall take others for lords beside Allah. And if they turn away, then say: Bear witness that we are they who have surrendered[7] (unto Him).

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَاۗجُّوْنَ فِيْٓ
اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ
اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾

اے اہل کتاب تم ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو
حالانکہ تورات اور انجیل ان کے بعد اتری ہیں
اور وہ پہلے ہو چکے ہیں تو کیا تم عقل نہیں رکھتے ﴿۶۵﴾

65. O People of the Scripture! Why will ye argue about Abraham, when the Torah and the Gospel were not revealed till after him? Have ye then no sense?

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا
لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاۗجُّوْنَ فِيْمَا
لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ
وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

دیکھو ایسی بات میں تو تم نے جھگڑا کیا ہی تھا جس کا
تمہیں کچھ علم تھا بھی۔ مگر ایسی بات میں کیوں
جھگڑتے ہو جس کا تم کو کچھ بھی علم نہیں۔ اور خدا
جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ﴿۶۶﴾

66. Lo! ye are those who argue about that whereof ye have some knowledge: Why then argue ye concerning that whereof ye have no knowledge? Allah knoweth. Ye know not

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا
نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۭ
وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾

ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ سب
سے بے تعلق ہو کر ایک (خدا) کے ہو رہے تھے اور اسی
کے فرمانبردار تھے اور مشرکوں میں نہ تھے ﴿۶۷﴾

67. Abraham was not a Jew, nor yet a Christian; but he was an upright man who had surrendered (to Allah), and he was not of the idolaters.

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ
اتَّبَعُوْهُ وَھٰذَا النَّبِىُّ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾

ابراہیم سے قرب رکھنے والے تو وہ لوگ ہیں جو ان کی
پیروی کرتے ہیں اور یہ پیغمبر (آخر الزماں) اور وہ لوگ جو
ایمان لائے ہیں۔ اور خدا مومنوں کا کارساز ہے ﴿۶۸﴾

68. Lo! those of mankind who have the best claim to Abraham are those who followed him, and this Prophet and those who believe (with him); and Allah is the Protecting Friend of the believers.

وَدَّتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ

(اے اہل اسلام) بعضے اہل کتاب اس بات کی خواہش

69. A party of the people of the Scripture long to make

لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ۚ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾	سکتے ہیں کہ تم کو گمراہ کر دیں ۔ مگر یہ (تم کو کیا گمراہ کرینگے) اپنے آپکو ہی گمراہ کر رہے ہیں اور نہیں جانتے ﴿۶۹﴾	you go astray; and they make none to go astray except themselves, but they perceive not.
يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾	اے اہل کتاب تم خدا کی آیتوں سے کیوں انکار کرتے ہو اور تم (تورات کو) مانتے تو ہو ﴿۷۰﴾	70. O People of the Scripture! Why disbelieve ye in the revelations of Allah, when ye (yourselves) bear witness (to their truth)?
يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾ ع	اے اہل کتاب تم سچ کو جھوٹ کے ساتھ خلط ملط کیوں کرتے ہو اور حق کو کیوں چھپاتے ہو اور تم جانتے بھی ہو ﴿۷۱﴾	71. O People of the Scripture! Why confound ye truth with falsehood and knowingly conceal the truth?

اسرار و معارف

قل یا اھل الکتاب .... بانا مسلمون ۔

آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ اے اہلِ کتاب ! آؤ ۔ ایک ایسی بات پر متفق ہو جائیں جو ہمارے تمہارے درمیان مسلّم ہے اور وہ یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں ، نہ عبادات میں کسی کو اس کا شریک بنائیں ۔ خواہ بُت ہو یا شیطان ، فرشتہ ہو یا انسان ۔ اور نہ کسی کو واجب الوجود ہونے میں اس کا شریک ٹھہرائیں ۔ یعنی توحید کی دعوت تو ہر نبی نے دی ہے ہر کتاب میں موجود ہے تورات ہو یا انجیل ۔ موسیٰ علیہ السلام ہوں یا عیسےٰ علیہ السلام ، ذات و صفاتِ باری میں اس کی وحدانیت کا اقرار اور عبادات کا واحد مستحق صرف اللہ کا ہونا ، تمام شریکوں سے پاک اور بالاتر صرف اُسی کی ذات کا ہونا سب انبیاء کی تعلیم ہے اور یہی دعوت اسلام بھی دے رہا ہے تو آؤ ! اس پر متفق ہو جائیں اور آپس میں ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہ بنائیں یعنی حاجت براری کی اُمید اس سے وابستہ کر کے اللہ کے مقابل اس کی اطاعت پہ کمر بستہ نہ ہو جائیں کہ اگر کوئی اللہ کا حکم پہنچاتا ہے تو یہ اطاعت اللہ کی ہوگی ، جیسے رسُول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے ۔ اسی طرح علماء و حکماء میں سے بھی جو اللہ کے حکم کی طرف بلائے گا ، اس کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہوگی ۔ لیکن اگر کوئی شخص خلافِ شرع حکم دے تو اس کی اطاعت جائز نہیں ۔ جیسا کہ ارشاد ہے ،

لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق او کما قال ۔

اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ۔ (الحدیث)

ظاہر ہے جب بھی کوئی اللہ کا حکم نظر انداز کر کے کسی دوسرے کی اطاعت کرے گا تو یقیناً کسی لالچ یا خوف میں آکر کرے گا تو اس نے اسی کو اپنا رب سمجھ لیا بلکہ عملاً اختیار کر لیا اور اگر یہ شخصیت پرستی، انانیت اور طمع درمیان سے اُٹھ جائے تو آدمی کو قبولِ حق سے کوئی شے مانع نہیں ہو سکتی۔

تبلیغ کا سلیقہ

اسی لیے اللہ کریم نے ایسا پیارا طریقِ تبلیغ تعلیم فرمایا کہ اے میرے حبیب ﷺ! انھیں معرفتِ حق کی طرف بلایئے، اور انانیت و خود غرضی کے دلدل سے نکالیے۔ جہاں ان کے دل اللہ کے لیے صاف ہوں گے تو آپ ﷺ کی عظمت سے انکار نہ کر سکیں گے اور انھیں ایمان نصیب ہو گا۔

دعوت و تبلیغ کا طریقہ اور اصول یہ ہے کہ عظمتِ الٰہی سے دلوں کو آشنا کیا جائے اور غیر اللہ سے اُمیدیں منقطع کی جائیں لیکن اگر یہ کوشش بھی بار آور ثابت نہ ہو اور وہ قبول نہ کریں تو احقاقِ حق کے لیے یہ ضرور بتا دیا جائے کہ میاں! ہم تو اللہ کے فرمانبردار بندے ہیں یعنی عقیدۂ حقّہ بیان کر دیا جائے کہ تم بھی گواہ رہو کہ ہم اللہ کی توحید اور اس کے انبیاء کی نبوت اور اس کے احکام کو ماننے والے ہیں۔

یااھل الکتاب .... واللہ ولی المؤمنین۔

فرمایا اے اہلِ کتاب! تمھیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے بارے میں جھگڑا کرنے کا تو حق ہی حاصل نہیں تم جو اپنے انبیاء یعنی موسٰے و عیسٰے علیہم السلام کا لایا ہوا دین محفوظ نہ رکھ سکے۔ تورات و انجیل کی تعلیمات محفوظ نہ رکھ سکے تم ابراہیم علیہ السلام کی بات کس طرح کر سکتے ہو کہ یہودی بھی اپنے آپ کو ان کے دین پہ قائم رکھنے کے مدعی ہوں اور نصارٰے بھی ہوں حالانکہ تورات اور انجیل تو ان کے بعد نازل ہوئیں۔ تقریباً ایک ہزار سال بعد حضرت موسٰے علیہ السلام تشریف لائے اور عیسٰے علیہ السلام ان کے بھی دو ہزار سال بعد۔

فروعاتِ دین میں تمھارا اتباعِ ابراہیمی کا دعویٰ جہالت ہے۔ کیا تم اتنی بھی عقل نہیں رکھتے بلکہ تم تو ایسے لوگ ہو کہ جو حقائق تمھارے پاس موجود ہیں یعنی توراۃ و انجیل، اور ان میں بھی نبی اکرم ﷺ کے اوصافِ حمیدہ میں تلبیس کرتے ہو اور حق نہ تو قبول کرتے ہو نہ ظاہر۔ تو جن حقائق کی تمھیں خبر ہی نہیں صدیاں بیت گئیں انھیں گزرے اللہ ہی ان کے بارے بہتر جانتا ہے تمھیں تو کوئی خبر نہیں۔ پھر ان باتوں میں جھگڑا یا مناظرہ کرنے سے کیا حاصل؟ بلکہ حق بات یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ نصرانی۔ یعنی اُن کے دین کی فروعات نہ شریعتِ موسوی کے مطابق تھیں

اور نہ دینِ عیسوی کے مطابق ۔ بلکہ وہ تو تمام غلط عقائد کو رد کرنے والے اور اللہ کی اطاعت کرنے والے تھے اور موحد تھے مشرک ہرگز نہ تھے جس طرح کہ تم شرک میں مبتلا ہو کہ عزیر علیہ السلام اور مسیح کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہو اور ملتِ ابراہیمی کا دعویٰ بھی کرتے ہو ۔ ان سے قریبی نسبت رکھنے والے تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور ہر طرح کے شرک سے دامن بچا لیا ان کے وقت میں بھی اور اب بھی ۔

بدعقیدہ شخص سے ولایت کی نفی

جیسے محمد ﷺ اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والے کہ اکثر فروعات میں بھی مطابقت رکھتے ہیں جیسے ختنہ کرانا ، قربانی دینا ، کعبہ کی طرف نماز پڑھنا وغیرہ ۔ اللہ کریم تو ایمان والوں کے حامی ہیں ۔ یعنی کوئی بدعقیدہ شخص ولایت کا مدعی نہیں ہو سکتا بلکہ بدعمل بھی ولایتِ خاصہ کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ تکمیلِ ایمان عمل سے ہے ۔

ودت طائفۃ .... وانتم تعلمون ۔

فرمایا کہ ان کی اصلاح کیا ہوگی ؟ یہ یہود اُلٹا مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں اور اللہ مسلمانوں کو تو ان کے شر سے بچاتا ہے اُلٹا اس قبیح کوشش کا وبال ان کی اپنی گمراہی میں اضافہ کرتا ہے مگر انہیں اس کا شعور نہیں ۔ ان سے کہیے کہ ولایت کا دعویٰ اور احکامِ الٰہی سے انکار ۔ کیا یہ جمع ہو سکتے ہیں ؟ حالانکہ تم وہ ہو ، جو جان بوجھ کر آیاتِ الٰہی کا انکار کر رہے ہو ۔ تمہاری اپنی کتابوں میں بعثتِ محمدی ﷺ کا ذکر موجود ہے پھر قرآن کا اللہ کی کتاب ہونا بالکل واضح ہے ۔

اے اہلِ کتاب ! اللہ سے حیا کرو ، کیوں حق کو باطل کے ساتھ مخلوط کرتے ہو ۔ یعنی احکامِ الٰہی کے ساتھ اپنی ہوس پوری کرنے کے لئے اپنی طرف سے عبادات شروع کرا دیتے ہو جیسا کہ آجکل کے جھوٹے مدعیانِ ولایت ثواب کے نام پر طرح طرح کی رسومات و بدعات شروع کرا دیتے ہیں ۔ غرض اپنی خواہشات کی تکمیل کرنا ہوتی ہے اور کیوں جان بوجھ کر چھپاتے ہو ۔ یعنی نبی اکرم ﷺ کے اوصاف جو تمہاری کتب میں موجود ہیں کیوں ظاہر نہیں کرتے ہو ؟

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا
اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝٧٢
وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ؕ
قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ
يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ
يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ
الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ
يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝٧٣
يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝٧٤
وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ
بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ
اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ
اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ
بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى
الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ
عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝٧٥
بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى
فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝٧٦
اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ
اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا
اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى
الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ
وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٧٧
وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ
اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ

اور اہلِ کتاب ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ جو
(کتاب) مومنوں پر نازل ہوئی ہے اُس پر دن کے
شروع میں تو ایمان لے آیا کرو اور اس کے آخر میں انکار
کر دیا کرو تاکہ وہ (اسلام سے) برگشتہ ہو جائیں ﴿۷۲﴾
اور اپنے دین کے پیرو کے سوا کسی اور کے قائل نہ ہونا
(اے پیغمبر) کہہ دو کہ ہدایت تو خدا ہی کی ہدایت ہے (وہ یہ بھی
کہتے ہیں) یہ بھی (نہ ماننا) کہ جو چیز تم کو ملی ہے ویسی کسی
اور کو ملے گی یا وہ تمہیں خدا کے روبرو قائل معقول کر سکیں گے
یہ بھی کہہ دو کہ بزرگی خدا ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا
ہے دیتا ہے اور خدا کشائش والا (اور) علم والا ہے ﴿۷۳﴾
وہ اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے اور خدا
بڑے فضل کا مالک ہے ﴿۷۴﴾
اور اہلِ کتاب میں سے کوئی تو ایسا ہے کہ اگر تم اس کے
پاس (روپوں کا) ڈھیر امانت رکھ دو تو تم کو (فوراً) واپس
دیدے اور کوئی اس طرح کا ہے کہ اگر اسکے پاس ایک دینار بھی
امانت رکھو تو جب تک اسکے سر پر ہر وقت کھڑے نہ رہو
تمہیں دے ہی نہیں یہ اسلئے کہ وہ کہتے ہیں کہ اُمیوں کے بارے
میں ہم سے مواخذہ نہیں ہوگا یہ خدا پر محض جھوٹ بولتے
ہیں اور (اس بات کو) جانتے بھی ہیں ﴿۷۵﴾
ہاں جو شخص اپنے اقرار کو پورا کرے اور (خدا سے) ڈرے
تو خدا ڈرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ﴿۷۶﴾
جو لوگ خدا کے اقراروں اور اپنی قسموں (کو بیچ ڈالتے
ہیں اور اُن) کے عوض تھوڑی سی قیمت حاصل کرتے
ہیں اُن کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔ اُن سے خدا
نہ تو کلام کرے گا اور نہ قیامت کے روز اُن کی طرف
دیکھے گا اور نہ اُن کو پاک کرے گا اور اُن کو دکھ
دینے والا عذاب ہوگا ﴿۷۷﴾
اور ان (اہلِ کتاب) میں بعض ایسے ہیں کہ کتاب (تورات)
کو زبان مروڑ مروڑ کر پڑھتے ہیں تاکہ تم سمجھو کہ جو کچھ وہ

72. And a party of the People of the Scripture say: Believe in that which hath been revealed unto those who believe at the opening of the day, and disbelieve at the end thereof, in order that they may return;[8]

73. And believe not save in one who followeth your religion—Say (O Muhammad): Lo! the guidance is Allah's guidance—that any one is given the like of that which was given unto you or that they may argue with you in the presence of their Lord. Say (O Muhammad): Lo! the bounty is in Allah's hand. He bestoweth it on whom He will. Allah is All-Embracing, All-Knowing.

74. He selecteth for His mercy whom He will. Allah is of infinite bounty.

75. Among the People of the Scripture there is he who, if thou trust him with a weight of treasure, will return it to thee. And among them there is he who, if thou trust him with a piece of gold will not return it to thee unless thou keep standing over him. That is because they say: We have no duty to the Gentiles. They speak a lie concerning Allah knowingly.

76. Nay, but (the chosen of Allah is) he who fulfilleth his pledge and wardeth off (evil); for lo! Allah loveth those who ward off (evil).

77. Lo! those who purchase a small gain at the cost of Allah's covenant and their oaths,[9] they have no portion in the Hereafter. Allah will neither speak to them nor look upon them on the Day of Resurrection, nor will He make them grow. Theirs will be a painful doom.

78. And lo! there is a party of them who distort the Scripture with their tongues, that ye may think that what they say is from the Scripture, when it is not from the Scrip-

ture. And they say: It is from Allah, when it is not from Allah; and they speak a lie concerning Allah knowingly.

79. It is not (possible) for any human being unto whom Allah had given the Scripture and wisdom and the Prophethood that he should afterwards have said unto mankind: Be slaves of me instead of Allah; but (what he said was): Be ye faithful servants of the Lord by virtue of your constant teaching of the Scripture and of your constant study thereof.

80. And he commanded you not that ye should take the angels and the Prophets for lords. Would he command you to disbelieve after ye had surrendered (to Allah)?

پڑھتے ہیں کتاب میں سے ہے حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہوتا اور کہتے ہیں کہ وہ خدا کی طرف (نازل ہوا) ہے حالانکہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوتا اور خدا پر جھوٹ بولتے ہیں اور (یہ بات) جانتے بھی ہیں ﴿٧٨﴾
کسی آدمی کو شایاں نہیں کہ خدا تو اُسے کتاب اور حکومت اور نبوّت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ۔ بلکہ (اسکو یہ کہنا سزاوار ہے کہ اے اہلِ کتاب تم (علمائے) ربانی ہو جاؤ کیونکہ تم کتاب (خدا) پڑھتے پڑھاتے رہتے ہو ﴿٧٩﴾
اور اس کو یہ بھی نہیں کہنا چاہیئے کہ تم فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا بنا لو بھلا جب تم مسلمان ہو چکے تو کیا اُسے زیبا ہے کہ تمہیں کافر ہونے کو کہے ﴿٨٠﴾

الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٨﴾
مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿٧٩﴾
وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿٨٠﴾ ع

اسرار و معارف

وقال طائفۃ من اھل الکتاب .... واللہ ذوالفضل العظیم ۔

یہود کی سازش خلافتِ راشدہ سے لیکر کربلا تک

چنانچہ یہود نے مسلمانوں کو راہِ حق سے بہکانے کی ایک تجویز سوچی اور وہ یہ کہ اسلام کو قبول کر لو ۔ مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو جاؤ اور پھر کوئی نہ کوئی اعتراض کرکے مسلمان ہونے سے انکار کر دو اس طرح ممکن ہے مسلمانوں کے ذہنوں میں بھی شک پیدا ہو جائے اور وہ اسلام سے کفر کی طرف لوٹ جائیں ۔

یہود کی یہی کوشش بالآخر عبداللہ ابنِ سبا کی صورت میں تاریخِ عالم پہ اُبھری اور شہادتِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے لے کر ہزاروں مسلمانوں کو خاک و خون میں ملا گئی آخر حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اسی کا شکار بنے اور سانحۂ کربلا تک جا پہنچی ۔

ابن سبا کے پیروکاروں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یہ یقین دلا کر بلایا کہ کوفہ جو ایک بہت بڑا مرکز ہے اور جس کی شمشیر زن آبادی لاکھوں پر مشتمل ہے آپ کے لئے چشم براہ ہے بلکہ یہاں تک لکھا کہ اگر آپ تشریف نہ لائے ، تو میدانِ حشر میں ہم جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا دامن پکڑ کر عرض کریں گے کہ اس شخص نے ہم پر ایک بدکار حاکم

مسلط کر دیا تھا۔ اگر یہ آجاتا تو سارے عالم کی بات ہی دوسری ہوتی۔

ورنہ کیا یہ سوچا جا سکتا ہے کہ حضرت مستورات اور بچوں کو لے کر دمشق فتح کرنے نکلے تھے یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ ایسے ہی گئے گزرے تھے کہ حرمین شریفین سے اور حج کے موسم میں جب اکثر مسلمان وہاں جمع تھے، کسی نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ ہرگز نہیں! بلکہ انھوں نے کسی کو دعوت ہی نہ دی، نہ اس کی ضرورت سمجھی۔ ہاں! یہ ضرور ملتا ہے کہ آپ کو اکثر سرکردہ حضرات رضی اللہ عنہم نے اہلِ کوفہ پر اعتبار کرنے سے منع کیا تھا مگر آپ نے اعتبار کر ہی لیا۔

جب کوفہ سے تین منزل دُور رہ گئے تو وہی اہلِ کوفہ آپ کے مقابل آئے اور یزید کی بیعت کا تقاضا کیا۔ آپؓ نے فرمایا، ”عجیب لوگ ہو! تمھیں حکومت پہ اعتراض تھا میں اس لیے آیا تھا کہ یا حکومت تمھارا جائز اعتراض رفع کرے ورنہ میں تمھاری قیادت کروں گا۔ اب اگر تمھیں کوئی اعتراض نہیں تو میں واپس چلا جاتا ہوں اور اگر تمھیں یہ تسلیم نہیں، تو پھر دمشق چلو! میں خود یزید سے معاملہ کرلوں گا۔“

چنانچہ آخری بات پر عمل ہوا، اور مکہ سے کوفہ آنے والا راستہ چھوڑ کر کوفہ سے ایک طرف سے گزرتے ہوئے کربلا پہنچے، جو کوفہ سے دمشق والے راستے پر تیسری منزل پر ہے۔

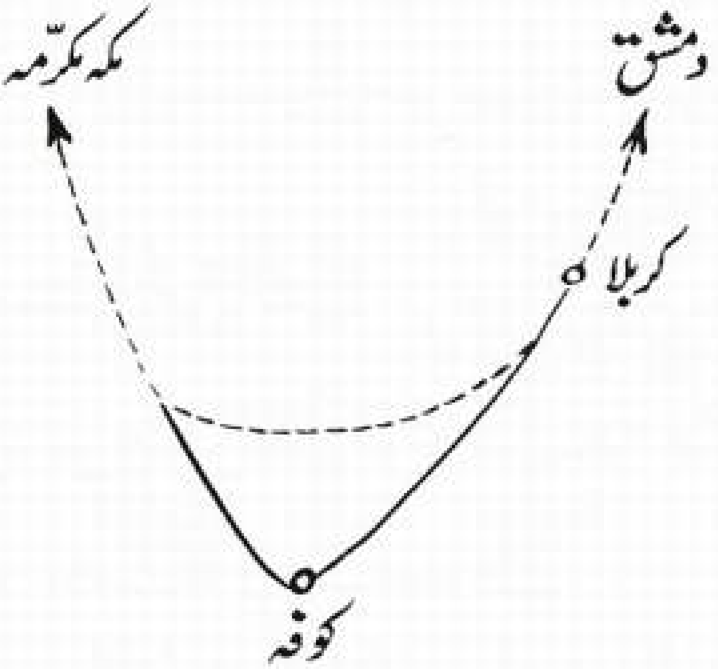

وہاں پہنچ کر اہلِ کوفہ یعنی ابن سبا کے پیروکار یہ سمجھے کہ اس میں بھی ہماری تباہی ہے چنانچہ ظلماً خاندانِ رسالت کو بے دردی سے شہید کر دیا اور پھر اس پر پہلی کتاب لوط بن یحییٰ ابی مخنف (متوفی ۱۹۰ھ) نے مقتل حسین لکھی یعنی محرم ۶۱ھ کا واقعہ ایک صدی بعد لکھا گیا اور بعد کے مؤرخین نے اسی سے سارا مواد لیا جو بذاتِ خود جھوٹ کا پلندہ تھا۔ اور پھر یہود کا کمال دیکھیے کہ اس پر بھی مزید تین صدیاں گزرنے کے بعد مسلکِ جعفری کے نام سے ایک متوازی اسلام پیش کر دیا جو کلمہ

سے لے کر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نکاح، طلاق، بیع، شرا حتیٰ کہ جنازہ اور دفن میت تک علیحدہ بلکہ اسلام کے مخالف اور اپنے احکام کا حامل ہے اور اس طرح سے ایک جمِ غفیر کو دوزخ میں جھونک کر اپنا خبثِ باطن ظاہر کیا اور دل کی آگ سرد کی۔

حیرت ہے ان لوگوں پر، جنہوں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ واقعہ کربلا ایک متقابل مذہب بنانے کا جواز کیسے مہیّا کرتا ہے اور قرآن کا انکار اور کلمۂ اسلام کا انکار، عقائد و عبادات سے رُوگردانی کیا یہ سانحۂ کربلا کا حاصل ہیں؟

اللہ صحیح سمجھ اور سوچ عطا فرمائے! آمین۔

پھر یہود نے طے کیا کہ صرف اُس آدمی کو دل سے قبول کرو جو تمہارے مذہب کو قبول کرے ورنہ مسلمانوں کو دھوکہ میں رکھو، ارشاد ہوا کہ ان سے فرمادیجئے کہ ہدایت وہی ہے جو اللہ کی جانب سے ہو۔ یعنی خادمانِ رسُول ﷺ اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں اور تم پھونکوں سے یہ چراغ بجھا نہیں سکتے۔ تم اس بات پہ جلتے ہو کہ کسی اور کو اللہ کی طرف سے کتاب اور عظمت کیوں عطا ہوئی؟ جبکہ تم اپنی کتاب کی صُورت بھی قائم نہیں رکھ سکے تو یہ لوگ تو رب العلمین کے رُوبرُو تم پہ حجت قائم کردیں گے یا دُنیا میں تمہاری بداعمالیوں کو طشت ازبام کرکے تمہاری سیادت کو فنا کردیں گے۔ تو ان سے فرما دیجئے کہ فضیلت اللہ کے ہاتھ میں ہے جسے چاہے سرفراز کردے۔ اُسی نے سرورِ دو عالم ﷺ کو سربلند فرمایا اور آپ ﷺ کے جاں نثاروں کو جہانوں پر فضیلت عطا کی۔ وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے لیے چُن لیتا ہے وہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

یہاں دلیل ہے کہ ولایت کسی کی وراثت نہیں۔ اللہ جسے اپنی رحمت سے چُن لے اُس کی مرضی، جس قدر چاہے بلندیٔ منازل یا اعلیٰ مناصب عطا کردے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کو یہ عظمت کیوں ملی؛ کہ اللہ کی اپنی عطا ہے اور وہ اپنی پسند سے نوازتا ہے۔

ومن اھل الکتاب .... ولھم عذابٌ الیم۔

اہلِ کتاب میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کے پاس ڈھیروں مال امانت رکھ دو تو وہ پورا پورا لوٹا دیں گے اور ایسے بدکار بھی ہیں کہ اگر ایک دینار بھی رکھ دو تو واپس ملنا محال ہے یعنی بعض لوگ عملی زندگی میں کھرے اور صاف بھی ہیں گویا اچھائی کی تعریف کی جائے گی خواہ وہ کافر میں ہی پائی جائے۔ یہ اور بات ہے کہ کافر کو آخرت میں اس کا اجر نہیں ملے گا کہ اجرِ آخرت کا مدار عقیدہ پر ہے۔ اگر آخرت کو مانتا ہی نہیں یا ایسا نہیں مانتا جیسے اللہ کے رسُول ﷺ نے ماننے کا حکم دیا ہے تو پھر اجرِ آخرت سے تو محرُوم رہا۔ لیکن یہ بھی کیا کم ہے کہ برائی سے بچ کر عذابِ آخرت کی زیادتی سے تو بچ گیا۔ اور دُنیا میں جو

اجر ملتا ہے اس کے لئے ایمان شرط نہیں۔ مثلاً دیانتداری سے تجارت کرے تو فارغ البالی نصیب ہو گی۔ دوسروں کی آبرُو سے نہ کھیلے تو اللہ اس کی آبرو کی حفاظت فرمائے گا۔

یہ دونوں امور اس وقت یورپ میں دیکھے جا سکتے ہیں لین دین مثالی ہے تو دولت کے ڈھیر ہیں۔ آبرُو کے معاملہ میں آزاد ہیں تو پھر کسی کی بھی آبرُو محفوظ نہیں۔

اور یہ خیانت اِس خیالِ باطل کی وجہ سے کرتے ہیں کہ غیر اہلِ کتاب کے بارے میں ہم سے کوئی پوچھ نہ ہو گی کس قدر ظالم ہیں کہ اللہ پر جھُوٹ بولتے ہیں اور اتنی دیدہ دلیری کا مظاہرہ کہ خود جانتے ہیں یہ اللہ کا حکم ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا دین تنگ نظری کا نام نہیں، کہ کسی کے ہُنر کی داد بھی نہ دو، اور جو مسلمان نہ ہو اسے دُنیا میں رہنے کا حق ہی نہ دو یا اس کا مال چھین لو، ہرگز نہیں! بلکہ اللہ کا دین تو یہ ہے کہ جس کسی نے اپنا وعدہ پورا کیا، اللہ کی توحید، اس کے انبیاء کو ماننا اور اپنی زندگی کو اللہ کے حکم کے مطابق بسر کیا۔ کفر و خیانت سے بچتا رہا تو یقیناً اللہ ایسے متقی اشخاص کو پسند فرماتا ہے۔

ولایت وراثت نہیں

اللہ کریم صحیح العقیدہ، فرائض کو ادا کرنے والے اور منہیات سے بچنے والوں کو پسند فرماتا ہے یعنی کسی بھی بدعقیدہ یا بدعتی اور بے عمل کو ولایتِ خاصہ نصیب نہیں ہو سکتی وہ اللہ کا محبوب نہیں بن سکتا۔ عقیدہ درُست ہو اور عمل کے لئے پوری طرح کوشاں۔ پھر اللہ قبول فرمالے اور اپنی رحمت سے نوازے تو بات بنتی ہے ایسے لوگ جو چند ٹکوں کے عوض ایمان ہی نہیں بیچتے بلکہ جھوٹ اور فریب پر قسمیں کھانے کو بھی تیار رہتے ہیں بلکہ قسمیں کھاتے ہیں ان کا آخرت میں کوئی حصّہ نہیں، جس طرح کہ یہود نے عقائد کو مسخ کیا اور پھر قسمیں کھا کھا کر اپنے متبعین کو یقین دِلاتے تھے کہ یہ حق ہے، غرض یہ حصُولِ اقتدار اور ہوسِ زر تھی یا آج اگر کوئی صاحبِ حال نہیں ہے مگر لوگوں کو اس غلط فہمی میں مبتلا کر کے ان کا پیشوا بنا ہوا ہے اور ان کے مال لُوٹ رہا ہے یہ اسی زمرے میں آتا ہے۔ اگر کوئی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے یا ولایت کا۔ تو دعوے میں فرق ہو گا جھوٹ بولنے میں تو کوئی فرق نہیں۔

سو ایسے لوگ نہ صرف مال لُوٹتے ہیں بلکہ اصل زد ایمان پر پڑتی ہے جو ایسوں کی صحبت میں برباد ہو جاتے ہیں جس کسی نے یہ جرم کیا، آخرت سے محرُوم ہوا، اللہ اس سے ہرگز کلام نہ فرمائے گا۔ نہ اس کی طرف نگاہ فرمائے گا اور نہ روزِ حشر اسے پاک کرے گا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

الہام یا القاءتزکیہ باطن پر شاہد ہے

مکالمہ باری تعالیٰ بڑا انعام ہے جو نزولِ رحمت اور تزکیہ کا سبب ہے ایسے حضرات جو اخص الخواص ہوتے ہیں اور الہام کی دولت سے یا القاء کی نعمت سے نوازے جاتے ہیں یہ ان کے تزکیہ باطن پر دلیل ہے نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ بدکار شخص اگر الہام و القاء کا دعویٰ کرے تو جھوٹ کہتا ہے کہ یہ دینداروں اور صالحین کا حصہ ہے۔

وان منهم لفريقا يلوون .... بعد اذ انتم مسلمون۔

اہلِ کتاب میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو زبان کو مروڑ کر کتاب کو پڑھتے ہیں یعنی اصل لفظ اور ہوتا ہے یہ پڑھنے میں اسے اور بنا دیتے ہیں تاکہ سننے والا یہ سمجھے کہ یہ اللہ کی کتاب میں ایسا ہی لکھا ہے حالانکہ ایسا ہوتا نہیں۔

کُتبِ سابقہ میں الفاظ کیا آیات تک بلکہ مضمون تک بدل دیئے گئے اور جو اپنی طرف سے درج کیا گیا اسی کو اللہ کا فرمان منوانے کے لئے اصرار کیا گیا۔ مگر قرآنِ حکیم کے الفاظ بدلنا انسانی بس کی بات نہیں۔ اللہ نے خود اس کی حفاظت کا ذمّہ لیا ہے۔ یہاں ایسے بے دینوں نے یہ راہ نکالی کہ الفاظ تو رہنے دیئے اور مفہوم و معانی کو بدل دیا اور لغت کے داؤ پیچ لڑانے۔ حالانکہ معانی و مفہوم صرف وہ قابلِ قبول ہے جو حضور ﷺ نے تعلیم فرمایا اور صحابہ رضوان اللہ علیہم نے سمجھا اور پھر اس پر عمل کیا

جو لوگ یہ ظلم کرتے ہیں کہ اپنے داخل کردہ مضامین کو اللہ کی طرف سے بتاتے ہیں وہ جان بوجھ کر اللہ کی ذات پر جھوٹ بولتے ہیں کہ اللہ کی بات انسانوں تک پہنچانے کا واحد ذریعہ اللہ کے نبی اور رسُول ہیں براہِ راست بغیر نبی کی وساطت کے تو کوئی انسان دین یا شریعت حاصل نہیں کرسکتا۔

یاد رہے کہ اولیاء اللہ کو الہام یا القا ہوتا ہے تو انھیں شرعی امور کی وضاحت یا ان پر قائم رکھنے کا سبب بنتا ہے کسی کا الہام خلافِ شریعت قابلِ قبول نہیں کہ اصل ارشاداتِ رسُول ﷺ ہیں۔ جب نوعِ انسانی کے پاس اللہ کے کلام کو حاصل کرنے کا واحد ذریعہ یہی ہے تو کیا کسی انسان کو یہ زیب دیتا ہے یا ایسا ممکن ہے کہ اللہ اسے نبوت و رسالت سے سرفراز فرمائے اسے کتاب و حکمت عطا فرمائے اور پھر وہ لوگوں کو اللہ کی عبادت چھوڑ کر اپنی پرستش پہ لگالے۔ یعنی ایسے احکام دے جو اللہ کی طرف سے نہ ہوں۔ گویا اللہ کا انتخاب (معاذ اللہ) غلط تھا۔ اور اتنا اہم کام ایسے آدمی کو دیا جو ہرگز اس کا اہل نہ تھا۔ حالانکہ اہلیت بھی اللہ ہی کی دین ہے تو پھر یہ ممکن ہی نہیں اور ظاہر ہوا کہ ان کی خرافات نہ اللہ کا حکم ہے

اور نہ کسی نبی کی تعلیم۔ بلکہ انبیاء کی تعلیم یہ ہوتی ہے کہ اے لوگو! اللہ والے ہو جاؤ۔ یعنی مکمّل اطاعت شعار بن جاؤ جیسے کہ تم خود اللہ کی کتاب کو پڑھتے پڑھاتے، یہی بات اُن میں دیکھتے ہو۔ کوئی نبی یہ نہیں کہتا کہ فرشتوں کو یا اللہ کے نبیوں کو اپنا ربّ یعنی اپنی ضروریات کا کفیل بنا لو۔

کیا نبی لوگوں کو اسلام لانے کے بعد کافر ہو جانے کا حکم دے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! اور یہ تو کفر ہے۔ یعنی اللہ کے سوا کسی کو ربّ جاننا۔

رکوع نمبر ۹ آیات ۸۱ تا ۹۱ تلک الرسل ۳/۱۷

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ
لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ
ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ
لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَ
لَتَنْصُرُنَّهُ ۚ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَ
أَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ۖ قَالُوا
أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ
مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿۸۱﴾

اور جب خدا نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی عطا کروں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمہیں ضرور اُس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اسکی مدد کرنی ہوگی۔ اور (عہد لینے کے بعد) پوچھا کہ بھلا تم نے اقرار کیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا (یعنی مجھے ضامن ٹھہرایا)؟ اُنہوں نے کہا (ہاں) ہم نے اقرار کیا۔ (خدا نے) فرمایا کہ تم (اس عہد و پیمان کے) گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں ﴿۸۱﴾

81. When Allah made (His) covenant with the Prophets, (He said): Behold that which I have given you of the Scripture and knowledge. And afterward there will come unto you a messenger, confirming that which ye possess. Ye shall believe in him and ye shall help him. He said: Do ye agree, and will ye take up My burden (which I lay upon you) in this (matter)? They answered: We agree. He said: Then bear ye witness. I will be a witness with you

فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ
هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۸۲﴾

تو جو اس کے بعد پھر جائیں وہ بدکردار ہیں ﴿۸۲﴾

82. Then whosoever after this shall turn away: they will be miscreants.

أَفَغَيْرَ دِينِ اللّٰهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ
مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا
وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿۸۳﴾

کیا یہ (کافر) خدا کے دین کے سوا کسی اور دین کے طالب ہیں حالانکہ سب اہلِ آسمان و زمین خوشی یا زبردستی سے خدا کے فرمانبردار ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں ﴿۸۳﴾

83. Seek they other than the religion of Allah, when unto Him submitteth whosoever is in the heavens and the earth, willingly, or unwillingly, and unto Him they will be returned.

قُلْ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ
عَلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ
وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ
وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَ
عِيسَىٰ وَالنَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ
لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ
وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۸۴﴾

کہو کہ ہم خدا پر ایمان لائے اور جو کتاب ہم پر نازل ہوئی اور جو صحیفے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اُن کی اولاد پر اُترے اور جو کتابیں موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے انبیاء کو پروردگار کی طرف سے ملیں سب پر ایمان لائے ہم ان پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اُسی (خدائے واحد) کے فرمانبردار ہیں ﴿۸۴﴾

84. Say (O Muhammad): We believe in Allah and that which is revealed unto us and that which was revealed unto Abraham and Ishmael and Isaac and Jacob and the tribes, and that which was vouchsafed unto Moses and Jesus and the Prophets from their Lord. We make no distinction between any of them, and unto Him we have surrendered.[10]

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا
فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي

اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص

85. And whoso seeketh as religion other than the Surrender[11] (to Allah) it will not be accepted from him, and he

الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٨٥﴾
كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا
بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ
الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٦﴾
اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ
اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٧﴾
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ
الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٨٨﴾
اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ
وَاَصْلَحُوْا ۟ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٨٩﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ
ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ
تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿٩٠﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ
كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ
مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى
بِهٖ ۗ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ
وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٩١﴾

آخرت میں نقصان اُٹھانے والوں میں ہوگا ﴿٨٥﴾
خدا ایسے لوگوں کو کیونکر ہدایت دے جو ایمان لانے کے
بعد کافر ہو گئے اور (پہلے) اس بات کی گواہی دے
چکے کہ یہ پیغمبر برحق ہے اور ان کے پاس دلائل بھی
آ گئے اور خدا بے انصافوں کو ہدایت نہیں دیتا ﴿٨٦﴾
ان لوگوں کی سزا یہ ہے کہ اُن پر خدا کی اور فرشتوں
کی اور انسانوں کی سب کی لعنت ہو ﴿٨٧﴾
ہمیشہ اس لعنت میں (گرفتار) رہیں گے اُن سے نہ تو
عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ انہیں مہلت دی جائیگی ﴿٨٨﴾
ہاں جنہوں نے اسکے بعد توبہ کی اور اپنی حالت درست
کر لی تو خدا بخشنے والا مہربان ہے ﴿٨٩﴾
جو لوگ ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے پھر کفر
میں بڑھتے گئے۔ ایسوں کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوگی
اور یہ لوگ گمراہ ہیں ﴿٩٠﴾
جو لوگ کافر ہوئے اور کفر ہی کی حالت میں مر گئے
وہ اگر (نجات حاصل کرنی چاہیں اور) بدلے میں
زمین بھر کر سونا دیں تو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔
ان لوگوں کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔ اور ان کی
کوئی مدد نہیں کرے گا ﴿٩١﴾

will be a loser in the Hereafter.

86. How shall Allah guide a people who disbelieved after their belief and (after) they bore witness that the messenger is true and after clear proofs (of Allah's sovereignty) had come unto them. And Allah guideth not wrong doing folk.

87. As for such, their guerdon is that on them rests the curse of Allah and of angels and of men combined.

88. They will abide therein. Their doom will not be lightened, neither will they be reprieved.

89. Save those who afterward repent and do right. Lo! Allah is Forgiving, Merciful.

90. Lo! those who disbelieve after their (profession of) belief, and afterward grow violent in disbelief: their repentance will not be accepted

And such are those who are astray.

91. Lo! those who disbelieve, and die in disbelief, the (whole) earth full of gold would not be accepted from such an one if it were offered as a ransom (for his soul). Theirs will be a painful doom and they will have no helpers.

اسرار و معارف

واذ اخذ اللّٰہ میثاق النّبیّین .... وھو فی الاٰخرۃ من الخٰسرین۔

اور یہ نبی جس کا انکار کرنے کے لئے یہود طرح طرح کی حیلہ جوئیاں کر رہے ہیں یہ تو ایسی عظیم ہستی ہے کہ تمام نوعِ انسانی کا نبی ہے۔ نہ صرف نبی الامت ہے بلکہ نبی الانبیاء اور امام المرسلین ہے اس کی شان تو یہ ہے کہ اللہ نے تمام انبیاء سے عہد لیا تھا کہ جب تمہیں کتاب و حکمت عطا ہو یعنی تم بحیثیت نبی کے مبعوث کئے جاؤ۔

یاد رہے کہ کتاب کے ساتھ ہر جگہ حکمت اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کتاب الٰہیہ کے معانی بھی من جانب اللہ حکمت کے نام سے انبیاء کو تعلیم کئے جاتے ہیں اور کوئی ایسا معنی جو پیغمبر کے ارشاد کردہ معانی کے مطابق نہ ہو ہرگز قابلِ قبول

نہ ہو گا۔ تمھارے پاس اللہ کا رسُول آئے جو تمھاری بھی تصدیق کرنے والا ہو تو تمھیں ایمان لانا ہو گا اور اسکی مدد کرنا ہو گی۔

فرمایا" کیا تم نے عہد کر لیا ؟"

عرض کیا، کر لیا یا اللہ ! ۔ تو حکم ہوا کہ گواہ رہو، میں بھی تمھارے ساتھ گواہ ہوں۔

اصل فیضانِ باری جو مخلوق کو نصیب ہُوا، اس سارے کا واحد واسطہ محمدٌ رسُول اللہ ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات ہے کہ تمام عطایا کی اصل رحمت ہے خواہ ولایت ہو یا نبوّت یا رسالت یا قربِ الٰہی کے منازل ہوں یا جنت الفردوس جُملہ بخشش کی بنیاد رحمت ہے اور محمدٌ رسُول اللہ ﷺ مجسّم رحمت۔

بقول علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ کوئی ایسا نبی نہیں گزرا جس نے حضور ﷺ پر خود ایمان لانے کا عہد نہ کیا ہو یا اپنی اُمت کو حضور ﷺ پر ایمان لانے اور تائید و نصرت کی تاکید نہ فرمائی ہو کہ آپ ﷺ کی نبوّتِ عامہ ہے بعثت الی النّاس کافۃً اور آپ ﷺ کی نبوّت کا زمانہ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک ساری انسانیت کو محیط ہے اسی لئے ہر مرنے والے سے جہاں اللہ کی ربُوبیت اور اپنے نبی کے بارے نیز دین کے بارے سوال ہوتا ہے وہاں حضرت محمد ﷺ کے بارے میں بھی ضرور پوچھا جاتا ہے کہ حضور ﷺ اور اس آدمی کے درمیان حجابات اُٹھا دیئے جاتے ہیں جیسا کہ آپ ﷺ عالم امر میں تشریف رکھتے تھے۔ اب رُوضۂ اطہر میں تشریف فرما ہیں۔ اگرچہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں دفن ہوا یا عہد نوح علیہ السلام میں۔ ہر ایک سے سوال ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کی پہچان کی بنیاد ایمان ہے

یہ بھی پتہ چلا کہ حضور ﷺ کو پہچاننا ایمان کے ساتھ ہو گا جو لوگ آپ ﷺ کی بعثت سے صدیوں پہلے گزرے اگر ان کا ایمان آپ ﷺ کے ساتھ تھا تو ضرور پہچان لیں گے اور ایسے لوگ جنھوں نے آپ ﷺ کو دیکھا بھی مگر ایمان نصیب نہیں ہوا۔ برزخ کو آپ ﷺ کو دیکھنے اور پہچاننے کی سعادت سے محرُوم رہیں گے کہ من جانب اللہ تو حجابات اٹھا دیئے جاتے ہیں مگر ان کا جو فعل اختیاری ہے تاریکی کی دیوار بن جاتا ہے۔

ارشاد ہوا اس کے بعد بھی اگر کوئی آپ ﷺ کو نہ ماننے اور رُوگردانی کرے تو ایسے لوگ نافرمان ہیں۔ کیا یہ لوگ اللہ کے ارشاد کردہ دین کے علاوہ کوئی دین تلاش کرنا یا اپنانا چاہتے ہیں حالانکہ ارض و سما میں جو کچھ بھی ہے جو کوئی بھی ہے، اپنی پسند سے یا مجبوراً سب کے سر اسی کی بارگاہ میں جھکے ہوئے ہیں اور بالآخر سب کو اسی کے در پر حاضر ہونا ہے۔

اے مخاطب! تو کہہ دے کہ ہم تو اللہ پہ ایمان لائے اور اس بات کو حق مانا جو ہم پہ نازل ہوئی جو کچھ ہم سے پہلے حضرت ابراہیم، حضرت اسمٰعیل، حضرت اسحٰق، حضرت یعقوب علیہما السلام اور ان کی اولاد پہ نازل ہوا۔ نیز جو کچھ ہم سے پہلے حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کو عطا ہوا یا جو بھی انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے بخشا گیا ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں اور انبیاء میں ہرگز تفریق نہیں کرتے کہ کسی کو مانیں کسی کا انکار کردیں اور ہم تو اللہ ہی کے اطاعت گزار اور فرمانبردار ہیں اور یہی اسلام ہے کہ ہر نبی کی دعوت اپنے وقت میں قابلِ اتباع اور ہمیشہ کے لئے ایمان کے لائق تھی۔ ہر نبی نے توحید کی دعوت دی۔ اپنی نبوت کا اقرار لیا۔ اور محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوّت کا اقرار لیا۔ عبادات و فروعات ہر عہد اور ہر قوم کے لئے اپنے تھے اس طرح جب بھی کوئی نبی مبعوث ہوا اس کی اطاعت کا نام اسلام ہے۔ اور اب تمام انبیاء کے ساتھ ایمان اور حضور ﷺ کی اطاعت اسلام ہے۔

اب خواہ کوئی ہو اس کے سوا کوئی بھی دوسری راہ اپنانا چاہے تو ہرگز قبول نہ ہوگا بلکہ وہی شخص ابدی اور دائمی نقصان اٹھانے والا ہوگا اور ہمیشہ کی بربادی کا شکار۔

کیف یھدی اللہ قوماً .... وما لھم من نصرین

اب ایسے لوگوں کو جو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لا چکے یعنی اپنے نبی اور کتاب کی وساطت سے مان چکے اور گواہی دے چکے کہ اللہ کا رسول سچا ہے اور پھر آپ ﷺ کے معجزاتِ قاہرہ اور دلائل باہرہ کو دیکھا، سنا مگر انکار کر دیا اور کافر ہو گئے یعنی کفروا بعد ایمانھم۔ تو ایسے ظالموں کو اللہ ہدایت نہیں فرماتا۔ سیدھے راستے پر بخشش اور جنت کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا نہیں فرماتا۔ ایسے لوگوں کی سزا تو یہ ہے کہ ان پر لعنت ہے اللہ کی، اللہ کی رحمت سے دور کر دیئے گئے۔ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی طرف سے ان پر لعنت ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، نہ کبھی ان کے عذاب میں کمی واقع ہوگی اور نہ کبھی دم لینے دیا جائے گا۔

ہاں! ایک صورت ہے کہ اس ظلم سے باز آجائیں، توبہ کرلیں اور اپنی عقیدۃً و عملاً اصلاح کرلیں۔ تو یقیناً اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

سبحان اللہ وبحمدہٖ! کیا وسعت ہے رحمتِ باری کی جس کی انتہا نہیں کہ سب کچھ کر گزرنے کے بعد بھی توبہ کرے تو مغفرت سے محروم نہ رہے گا۔ اور جو لوگ ایمان لانے کے بعد مرتد ہوئے اصل مراد تو اہلِ کتاب ہی ہیں کہ اپنی کتاب کے

مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہ ایمان رکھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے منتظر تھے مگر جب وقت آیا تو کافر ہو گئے اور پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے۔ ایسوں کی توبہ بھی قبول نہ ہو گی یعنی انہیں توبہ کی توفیق بھی نہ ملے گی کہ گناہوں کی بھی ایک حد ہے اس کے بعد دل استقدر سیاہ ہو گا کہ توبہ کی توفیق ہی نہیں ملتی۔

ایسے ہی لوگ رہ گم کردہ ہیں اور یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور اسی پر مرے تو اگر وہ اس قدر دولت مند بھی ہوں کہ زمین کے برابر سونا ان کے پاس ہو پھر آخرت میں ساتھ بھی لے جائیں، جو دونوں امر محال ہیں تو بھی اُسے بدلہ میں دے کر اپنی جان نہیں بچا سکتے۔ یعنی کفر پہ موت آجائے تو پھر نجات کا کوئی راستہ نہیں ابدالآباد جہنم میں رہنا ہو گا۔ اللہ اِس سے اپنی پناہ میں رکھے۔ ایسے لوگوں کی سزا بھی دردناک ہو گی اور کوئی ان کا مددگار بھی نہ ہو گا، نہ کوئی سفارش یا شفاعت کرے گا اور نہ مدد و حمایت۔

رکوع نمبر ۱ آیات ۹۲ تا ۱۰۱ لن تنالوا ۴/۱

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا
تُحِبُّوْنَ ۚ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ
فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾

(مومنو!) جب تک تم اُن چیزوں میں سے جو تمہیں عزیز ہیں (راہِ خدا میں) صرف نہ کرو گے کبھی نیکی حاصل نہ کر سکو گے اور جو چیز تم صرف کرو گے خدا اُس کو جانتا ہے ﴿۹۲﴾

92. Ye will not attain unto piety until ye spend of that which ye love. And whatsoever ye spend, Allah is aware thereof.

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ
اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ
عَلٰی نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ
التَّوْرٰىةُ ۗ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ
فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۹۳﴾

بنی اسرائیل کے لئے (تورات کے نازل ہونے سے) پہلے کھانے کی تمام چیزیں حلال تھیں بجز اُن کے جو یعقوب نے خود اپنے اُوپر حرام کر لی تھیں کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو تورات لاؤ اور اُسے پڑھو (یعنی دلیل پیش کرو) ﴿۹۳﴾

93. All food was lawful unto the children of Israel, save that which Israel forbade himself, (in days) before the Torah was revealed. Say: Produce the Torah and read it (unto us) if ye are truthful.

فَمَنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ
بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾

جو اس کے بعد بھی خدا پر جھوٹے افترا کریں تو ایسے لوگ ہی بے انصاف ہیں ﴿۹۴﴾

94. And whoever shall invent a falsehood after that concerning Allah, such will be wrong-doers.

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ
حَنِیْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۵﴾

کہہ دو کہ خدا نے سچ فرما دیا پس دین ابراہیم کی پیروی کرو جو سب سے بے تعلق ہو کر ایک (خدا) کے ہو رہے تھے اور مشرکوں سے نہ تھے ﴿۹۵﴾

95. Say: Allah speaketh truth. So follow the religion of Abraham, the upright. He was not of the idolaters.

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ
بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾

پہلا گھر جو لوگوں (کے عبادت کرنے) کیلئے مقرر کیا گیا تھا وہی ہے جو مکے میں ہے، بابرکت اور جہان کیلئے موجب ہدایت ﴿۹۶﴾

96. Lo! the first Sanctuary appointed for mankind was that at Becca,[12] a blessed place, a guidance to the peoples;

فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۚ
وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ
عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ
اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ

اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں جن میں سے ایک ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے جو شخص اس (مبارک گھر) میں داخل ہوا اس نے امن پا لیا۔ اور لوگوں پر خدا کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ اس کا حج

97. Wherein are plain memorials (of Allah's guidance); the place where Abraham stood up to pray; and whosoever entereth it is safe. And pilgrimage to the House is a duty unto Allah for mankind, for him who can find a way thither. As for

كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾

کرے۔ اور جو اس حکم کی تعمیل نہ کریگا تو خدا بھی اہلِ عالم
سے بے نیاز ہے ﴿۹۷﴾

him who disbelieveth (let him know that) lo! Allah is independent of (all) creatures.

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ
اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾

کہو کہ اے اہلِ کتاب! تم خدا کی آیتوں سے کیوں کفر
کرتے ہو اور خدا تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے ﴿۹۸﴾

98. Say: O People of the Scripture! Why disbelieve ye in the revelations of Allah, When Allah (Himself) is Witness of what ye do?

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ
تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۭ
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾

کہو کہ اے اہلِ کتاب تم مومنوں کو خدا کے رستے سے
کیوں روکتے ہو اور باوجودیکہ تم اس سے واقف ہو
اُس میں کجی نکالتے ہو اور خدا تمہارے کاموں سے
بے خبر نہیں ﴿۹۹﴾

99. Say: O People of the Scripture! Why drive ye back believers from the way of Allah, seeking to make it crooked, when ye are witnesses (to Allah's guidance)? Allah is not unaware of what ye do.

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا
فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾

مومنو! اگر تم اہلِ کتاب کے کسی فریق کا کہا مان لوگے
تو وہ تمہیں ایمان لانے کے بعد کافر
بنادیں گے ﴿۱۰۰﴾

100. O ye who believe! If ye obey a party of those who have received the Scripture they will make you disbelievers after your belief.

وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ
اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۭ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ
بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ ع

اور تم کیونکر کفر کروگے جبکہ تم کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر
سنائی جاتی ہیں اور تم میں اُسکے پیغمبر موجود ہیں۔ اور جس نے
خدا کی ہدایت کی رسی کو مضبوط پکڑ لیا وہ سیدھے رستے لگ گیا ﴿۱۰۱﴾

101. How can you disbelieve, when it is ye unto whom Allah's revelations are recited, and His messenger is in your midst? He who holdeth fast to Allah, he indeed is guided unto a right path.

اسرار و معارف

لن تنالوا البرّ .... فانّ اللہ بہٖ علیم۔

برّ سے مراد نیکی ہے اور نیکی کی اصل قربِ رسول ہے کہ نبوت ایک ایسی نعمت ہے جس کی وجہ سے نبی معصوم ہوتا ہے یعنی مکالمہ باری کی برکات میں سے عصمت بھی ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام کو نصیب ہوتی ہے۔

حصولِ برّ قربِ رسالت کا نام ہے

اسی طرح نبی کے قرب سے ایک خاص وصف جو مومن میں پیدا ہوتا ہے وہ گناہ سے نفرت اور نیکی کی محبت ہے جس کے باعث مومن گناہ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اسی درجے کو حصولِ برّ کہہ سکتے ہیں۔ اب اگر کسی شخص کو کسی طرح کا مال یا منافع اتنا عزیز ہو کہ وہ اُسے حاصل کرنے کے لئے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرے تو وہ اسلام کو کیسے پا سکتا ہے؟ یا مال و جاہ اتنے عزیز ہوں کہ وہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں رکاوٹ بنیں تو ایسا آدمی نیکی کو یعنی قربِ رسالت کو نہیں پا سکتا۔ جس طرح یہود نے

دنیا کمانے اور اقتدار حاصل کرنے کے لئے دین کو ذریعہ بنا رکھا تھا۔ ایمان لانے کی توفیق تو کیا نصیب ہوتی۔ اُلٹے بدترین دشمن ثابت ہوئے۔ اس لئے مومن کو چاہیے کہ جب ایمان لایا ہے تو سب سے محبوب اللہ کی ذات اور اس کے رسُول ﷺ کو رکھے اور اس راہ میں بڑی سے بڑی قربانی دے حتیٰ کہ جان بھی جائے اسے سعادت جانے اور صدقاتِ واجبہ ہوں یا نافلہ، یہ خیال رکھے کہ اللہ کی راہ میں اچھی اور محبوب چیز خرچ کرے۔

آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس پر شاہد ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصاری کو اُن کا ایک باغ بہت محبُوب تھا جسے "بیرحا" کہا جاتا تھا۔ نزولِ آیت پر خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی،

"یارسُول اللہ ﷺ! مَیں یہ باغ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہوں، آپ جس طرح پسند فرمائیں اس میں تصرّف فرمائیں!"

تو ارشاد ہوا کہ یہ تو بہت قیمتی اور منافع بخش باغ ہے مناسب یہ ہے کہ اسے اپنے اقرباء میں تقسیم کر دیں۔ چنانچہ انھوں نے اپنے اقرباء میں بانٹ دیا۔

اسی طرح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اپنا محبُوب گھوڑا لے آئے جو آپ ﷺ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیا تھا حضرت زید رضی اللہ عنہ کچھ دلگیر ہوئے تو فرمایا اللہ نے تمھارا صدقہ قبول فرما لیا ہے۔ سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی محبُوب کنیز اللہ کی راہ میں آزاد فرما دی۔

اس کا مفہوم عام ہے، کافر کے لئے تو اسے حُبِّ جاہ ایمان سے مانع ہے یا کوئی دنیوی منافع راہ کی رکاوٹ ہے تو اللہ کے لئے چھوڑ دے تب ایمان پا سکے گا اور مومن کے لئے یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں بہترین شے خرچ کرے صدقات کو تاوان سمجھ کر ادا نہ کرے کہ فالتو اور بے کار اشیاء دے کر جان چھڑا لے۔ نیز یہ مراد نہیں کہ گھر ہی لٹا دے بلکہ مقصد یہ ہے کہ جس قدر بھی خرچ کرنا چاہتا ہے۔ صدقاتِ نافلہ میں اور جس قدر اس کے ذمّہ بنتا ہے صدقاتِ واجبہ میں اس کے لئے اچھی اور پیاری شے کا انتخاب کرے تا کہ مکمل ثواب اور حضور ﷺ کا قربُ حاصل کر سکے جو نیکی کی اصل ہے۔

غریب آدمی کا انفاق فی سبیل اللہ

یہ بھی ضروری نہیں کہ یہ کمال مالدار ہی پا سکتے ہیں بلکہ انانیت وغیرہ تک کو یہ خرچ شامل ہے۔ غریب آدمی بھی اس خیرِ عظیم کو حاصل کر سکتا ہے، جذبات

قربان کرکے، اوقات قربان کرکے کہ اپنے اوقات کو ذکر اللہ میں لگائے۔ عبادت کا خاص اہتمام کرے اور پورے خلوص کے ساتھ ایک ایک رُکن ادا کرے۔ نیز یہ بھی مناسب نہیں کہ زائد اور فالتو شے سرے سے اللہ کی راہ میں خرچ ہی نہ کرے مثلاً بچا ہوا کھانا یا پرانا کپڑا وغیرہ اگر ایسی چیزیں ہوں تو ضرور دے ثواب حاصل کرے گا۔ مگر یہ وطیرہ نہ بنائے کہ جب بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا وقت آئے تو بے کار اشیا ہی دے کہ جو شے بھی وہ خرچ کرے گا اللہ اس سے خوب واقف ہے کہ کیسی چیز خرچ کر رہا ہے کس جذبے سے کر رہا ہے کس مقصد کے لئے کر رہا ہے؟ محض شہرت کا خواہاں ہے یا اللہ کی رضا کا طالب۔

یہ اصول سامنے آیا کہ حضور ﷺ پر ایمان لانے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ انسان کی پسندیدہ خواہشات ہیں اور اگر ایمان نصیب بھی ہو تو اس کے بعد وہی شخص فسق میں مبتلا ہوگا۔ جو اپنی پسند حضور ﷺ کے ارشاد پر قربان نہ کر سکا۔ اگر کسی کو یہ ہمت نصیب ہوئی تو اپنی حیثیت کے مطابق قربِ نبوی ﷺ سے ضرور نوازا جائے گا (انشاء اللہ)

كل الطعام كان حِلاًّ .... وما كان من المشركين۔

یہ خواہشات ہی اہلِ کتاب کو ایمان سے مانع تھیں تو ارشاد ہوا کہ انھیں قربان کرکے ہی فلاح پا سکتے ہو اور ساتھ اُن کے اعتراضات کے جوابات بھی ارشاد ہوئے مثلاً انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ نسخ احکام جائز نہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ اللہ ایک حکم دے اور پھر اس کو تبدیل کرے۔ کیا پہلے جو ارشاد ہوا وہ صحیح نہیں تھا؟ حالانکہ نسخ کی وجہ یہ نہیں بلکہ وجہ یہ ہوتی ہے کہ یہ اللہ کی مرضی ہے کہ اُسے کس وقت کونسا کام پسند ہے جب تک یہ حکم تھا درست تھا جب اُس کی جگہ دُوسرا حکم آیا تو وہ بھی درُست ہے اور اس میں اس حکیمِ مطلق کی بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔

یہود نے اعتراض کیا کہ آپ ﷺ اونٹ کا گوشت اور بکری کا دُودھ استعمال فرماتے ہیں اور ملتِ ابراہیمی کا دعویٰ رکھتے ہیں حالانکہ یہ تو ان پر حرام تھا۔ ہم تک یہ حکم ان ہی سے پہنچا تو ارشاد ہوا کہ تم درُست نہیں کہتے بلکہ کھانے کی سب چیزیں تو بنی اسرائیل پر حلال تھیں۔ سوائے اس کے (یعنی اونٹ کا گوشت اور دُودھ) جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے خود اپنے اوپر حرام کرلی تھیں اور یہ نزولِ تورات سے پہلے کی بات ہے یعنی احکام کا نسخ تمھاری شریعت میں بھی ثابت ہے اور پیغمبر کی درخواست پہ ثابت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو عرق النساء کا مرض تھا۔ انھوں نے نذر مانی کہ اگر صحت نصیب ہو تو سب سے پسندیدہ غذا ترک کردوں گا۔ چنانچہ صحت ہوگئی تو انھوں نے اونٹ کا گوشت کھانا اور دُودھ

پینا بند کر دیا۔ اُن کی درخواست پر ان کی اولاد پر بھی حرام کر دیا گیا۔

اب اگر تمھیں یہ بات تسلیم نہیں تو تورات لے کر آؤ اور پڑھو! اگر تمھارا قول درُست ہے تو ثابت کرو۔ یہود تورات نہ لائے اور ان کا جھوٹ ثابت ہو گیا۔

تو ارشاد ہوا کہ جو بھی شخص اسقدر قوی ثبوت کے بعد غلط بیانی کرے تو وہ ایسا ہے کہ وہ اللہ پر جھوٹ باندھ رہا ہے جو بہت بڑا ظلم ہے اور ایسے لوگ بڑے بے انصاف ہیں۔ آپ ﷺ انھیں فرما دیجئے کہ اللہ نے سچ فرمایا اللہ کی طرف غلط بیانی یا جھوٹ کا گمان بھی ممکن نہیں۔ اور قرآن اللہ کا کلام ہے اس لئے یہ سراسر حق ہے اور اسی کی اطاعت ملتّ ابراہیمی ہے۔ ملت اُس اتباع کا نام ہے جو خلوص کے ساتھ کیا جائے۔ اس لئے ملت کو اللہ کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا بلکہ انبیاء کے ساتھ مختص ہے۔ ملّت موسیٰ علیہ السلام، ملت عیسیٰ علیہ السلام یا ملت محمدؐ ﷺ۔

حضور ﷺ امام الانبیاء ہیں آپ ﷺ کسی کے تابع نہ تھے۔ بلکہ خود اکمل ترین شریعت لائے جو ساری انسانیت کے لئے اور ہمیشہ کے لئے تھی اور ہے۔

ملّتِ ابراہیمی

ملتِ ابراہیمی سے مراد یہ ہے کہ جس طرح انھوں نے تمام عمر خلوصِ دل سے اللہ کے احکام کی پابندی فرمائی اُسی طرح تم بھی اطاعت کرو کہ وہ بھی اسلام تھا اور یہ بھی اسلام ہے اسی لئے ملتِ ابراہیمی کو اپنانے کا حکم ہے خود ابراہیم علیہ السلام کی اطاعت کا حکم نہیں کہ اطاعت تو محمدؐ ﷺ کی ہوگی۔

ہاں! ملتِ ابراہیمی کیا شے ہے؟

فرمایا **حنیفا** وہ ایک کے ہو کے رہے اور وہ زندگی بھر صرف اور صرف اللہ کی رضا طلب کرتے رہے اور وہ ہرگز ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے کہ کسی کو اللہ کے برابر جانتے یا اُن کی پسند یا خواہش کبھی اللہ کی اطاعت میں رُکاوٹ نہ بنتی۔

ان اوّل بیتٍ وضع للنّاس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعٰلمین ۔

سب سے پہلا گھر جو بیک وقت تمام انسانوں کے لئے تعمیر کیا گیا بیت اللہ شریف ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک دنیا میں تعمیر ہونے والا پہلا مکان بھی یہی ہے حضرت آدم علیہ السلام جب زمین پر تشریف لائے تو ملائکہ کرام نے نشاندہی کی اور اس جگہ اللہ کا گھر تعمیر ہوا تا آنکہ طوفانِ نوح میں منہدم ہوا۔ پھر انھیں بنیادوں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر فرمایا

اس کے بعد قبیلہ جرہم نے اور ان کے بعد عمالقہ نے انہی بنیادوں پر تعمیر کیا۔

پھر عمارت مخدوش ہوئی تو قریش نے حضور ﷺ کے ابتدائی زمانہ میں تعمیر کیا جس میں آپ ﷺ کی شرکت اور آپ ﷺ کا حجرِ اسود کو نصب فرما کر قریش میں جھگڑے کو ختم کرنا بڑا مشہور واقعہ ہے لیکن اس تعمیر میں کچھ تبدیلیاں کی گئیں، سب سے پہلی یہ کہ بناءِ ابراہیمی میں سے کچھ جگہ چھوڑ دی گئی جسے حطیمہ کہا جاتا ہے جس کا سبب یہ ہوا کہ قریش نے اعلان کیا تھا کہ تعمیر کعبہ پر جو رقم خرچ ہو اس کا خالص اور حلال ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک سارے مکّہ سے جو حلال رقم جمع ہوئی وہ جملہ تعمیر کے لئے کفالت نہ کرتی تھی۔ چنانچہ طے یہ پایا کہ کچھ حصّہ چھوڑ دیا جائے۔

اے کاش! آج کے مسلمان مساجد کی تعمیر میں ان لوگوں سے ہی سبق حاصل کر لیتے۔ یہاں تو زنانِ بازاری تک سے چندہ لیا بھی جاتا ہے اور چندہ جمع بھی کرایا جاتا ہے۔

دُوسری تبدیلی یہ کی گئی کہ بناءِ ابراہیمی میں دو دروازے تھے ایک داخلے کے لئے اور دُوسرا اسی کے مقابل جانبِ پشت باہر جانے کے لئے۔ قریش نے دوسرا دروازہ بند کر دیا اور تیسری تبدیلی یہ کی کہ دروازہ سطحِ زمین سے کافی بلند کر دیا تاکہ لوگ آسانی سے داخل نہ ہو سکیں نیز جس کو چاہیں داخل ہونے کی اجازت دیں یا روک دیں۔

قریش کے بعد حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے جب اُن کی حکومت مکّہ مکرمہ پر تھی، بیت اللہ کو بناءِ ابراہیمی پر تعمیر کروایا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا کہ ان کے پیشِ نظر وہ حدیث مبارکہ تھی کہ جس میں حضور اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا "میرا دِل چاہتا ہے کہ موجودہ تعمیر کو منہدم کر کے بناءِ ابراہیمی کے مطابق بنا دوں لیکن ناواقف اور نو مسلم لوگوں میں غلط فہمی پیدا ہونے کا خطرہ ہے"۔ یہ حدیثِ پاک کا مفہوم ہے۔ اس کے بعد جلد ہی حضور ﷺ دارِ بقا تشریف فرما ہوئے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے یہ تعمیر دُرست کر دی۔ لیکن جب حجاج بن یوسف نے آلِ مروان کے زمانہ میں مکّہ فتح کیا اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اُس نے آپ رضی اللہ عنہ کی تعمیر کو شہید کر کے پھر سے اُس طرز پر بنا دیا جس طرز پر قریش کی تعمیر تھی جو آج تک موجود ہے حالانکہ خود ولید بن عبدالملک بن مروان نے چاہا تھا کہ اسے بناءِ ابراہیمی پر ہی بنایا جائے، حجاج نے غلطی کی ہے۔ مگر امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے فتویٰ دیا کہ بار بار منہدم کرنا اور بنانا جائز نہیں، اس طرح تو آنے والے اکثر حکمران گراتے اور بناتے رہیں گے اب جس حال میں ہے اُسی پہ چھوڑ دیا جائے اور

یہ فتوےٰ تمام اُمّت نے قبول کر لیا۔

ابھی تک وہی تعمیر موجود ہے صرف مرمّت وغیرہ کا کام جاری رہتا ہے اندر کے ستون اور چھت کی لکڑی وہی ہے جو قریش نے جدّہ سے ایک بحری جہاز خرید کر اور اُسے توڑ کر حاصل کی تھی جس کی تعمیر میں آپ ﷺ بھی شریک تھے بندہ کے پاس اس کا ایک ٹکڑا تبرک کے طور پر موجود ہے جو مرمّت میں کاریگروں نے کاٹ کے پھینک دیا تو کسی دوست نے مجھے لا دیا تھا۔

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ مکان تو پہلے بھی تھے لیکن عبادت کے لئے سب سے پہلے اور جمیع مخلوق کے لئے بننے والا پہلا مکان خانہ کعبہ ہے اور یہ بھی موجود ہے کہ سب سے پہلے سطح آب پر جھاگ کی شکل میں جگہ رکھی گئی اور پھر ساری زمین یہاں سے پھیلائی گئی۔

وان الارض وحیث من مکۃ واول من طاف بالبیت الملائکۃ۔ او کما قال۔

اور یہ روایت بھی موجود ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ سب سے پہلی مسجد کونسی ہے؟ فرمایا "مسجدِ حرام!"

انھوں نے عرض کیا "اس کے بعد کونسی ہے؟" فرمایا "بیت المقدس!"

پھر عرض کیا، انکی تعمیر میں کتنی مدّت کا فرق ہے؟

ارشاد ہُوا، "چالیس سال"۔

اس روایت سے ثابت ہے کہ بیت المقدس بھی تعمیر ابراہیمی ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے بناء ابراہیمی پر نئی مسجد تعمیر فرمائی۔

وضع للناس سے ظاہر ہے کہ دُنیا میں ہمیشہ یہ مرجع خلائق رہا ہے اور اس گھر کی تعظیم و تکریم ہر قوم نے کی ہے علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے "وفاء الوفا" میں عجیب واقعات نقل فرمائے ہیں جن کی گنجائش یہاں نہیں، ہاں! اگر کوئی چاہے تو اس کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

اللہ نے اس کی تعمیر میں ایک ہیبت و دبدبہ بھی رکھا ہے اور دلوں کو جذب کر لینے کی صلاحیت بھی۔ اس کی برکات کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا جو صوری بھی ہیں اور معنوی بھی۔ ایک لق و دق صحرا میں گھرا ہُوا شہر بے شمار اور بے حساب

مخلوق کو اپنے دامن میں سمولیتا ہے اس کی شفقت بھری گود سارا سال وا رہتی ہے اور خصوصاً حج کے وقت کس قدر ہجوم بیک وقت جمع ہوتا ہے یہ صرف دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ مگر کیا مجال، جو کوئی بھوکا رہ جائے یا کسی کو ٹھکانہ نہ ملے یا کوئی شے بازار میں دستیاب نہ ہو۔ حتیٰ کہ سبزی ترکاری، پھل دودھ، دہی اور لسی تک ہر وقت موجود۔ کبھی قربانی کے جانور تک نایاب نہیں ہوئے حالانکہ بعض لوگ سو سو تک ذبح کرتے ہیں اور حاجی کم از کم ایک قربانی ضرور دیتا ہے۔

اس کے ساتھ برکاتِ معنوی کا شمار بھی ممکن نہیں۔ یہاں کی ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کا درجہ رکھتی ہے اور ایک درہم کا صدقہ ایک لاکھ دراہم کا ثواب حاصل کرتا ہے۔ یہ بہت مشہور حدیث ہے کہ حج کرنے والا گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ یہ دلوں کو نہ صرف سرور بلکہ نور عطا فرماتا ہے اور مومن کا دل اس کی طرف پروانہ وار آتا ہے۔

اگرچہ طوفانِ نوح علیہ السلام میں یہ عمارت منہدم ہو گئی مگر اس کے باوجود وہ انبیاءؑ جن کی قومیں ہلاک ہوئیں ترکِ وطن کر کے یہیں تشریف فرما ہوتے یہیں رہتے فوت ہوتے اور ہوائیں خاک اڑا اڑا کر انھیں دفن کر دیتی تھیں، جیسے ارشاد ہے،

ما من نبی هرب من قومه الی الکعبة یعبد الله فیها حتی یموت۔ او کما قال صلی الله علیه واله وسلم۔ (کشف الاسرار)

حضرت قلزمِ فیوضات و بحر العلوم، استاذی المحترم نے "اسرار الحرمین" میں تحریر فرمایا ہے کہ صرف مطاف کے نیچے انھوں نے ننانوے انبیاءؑ کی زیارت کی ہے جو اس عہد میں دفن ہوئے۔ مطاف سے باہر بھی تو ہوں گے۔ نیز حج جیسی عبادت تو اسی کے ساتھ مختص بھی ہے۔ معنوی برکات کا تذکرہ بڑی حد تک اس عاجز نے دوسرے پارے کے شروع میں بھی کیا ہے وہاں سے بھی دیکھ لیا جائے۔

یہ مرکزِ فلاح و نجات ہے اور اس کی برکات عالمین کے لیے ہیں نہ صرف انسانوں کے لئے۔ کیونکہ ذاتی تجلّی جو جو اس مکان سے متعلق ہے دراصل عرشِ عظیم سے نیچے ساری مخلوق کی بقا کا سبب ہے بلکہ عالمِ امر سے نیچے ہر طرح کی مخلوق اس کے طفیل باقی ہے۔ جب یہ ڈھا دیا جائے گا اور عبادت منقطع ہو گی تو وقت قیامِ قیامت کا ہو گا جس کی خبر حدیث پاک میں دی گئی ہے اور قیامت کا زلزلہ ہر شے کو تہہ و بالا کر دے گا۔

عالم امر سے نیچے اگر عرش باقی رہے گا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خود بھی مہبط تجلیاتِ ذاتی ہے۔ اسی طرح جنّت مظہر لطف و کرم ہے تو دوزخ مظہر غضب الٰہی ہے یہ مظاہر صفاتِ باری ہیں اور رُوح کا تعلق براہِ راست عالم امر سے ہے اس لئے یہ مراکزِ تجلیاتِ یا متعلق عالمِ امر باقی رہیں گے ان میں وہ اجسادِ مبارکہ جو اللہ کی ذاتی تجلیات کو حاصل کر کے مراد کو پہنچے وہ بھی باقی رہیں گے۔

بقائے اجساد کا سبب جیسے انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اجسادِ مبارکہ یا ان لوگوں کے اجساد جنہوں نے انبیاءؑ کے طفیل اپنے قلوب مہبطِ تجلیات بنا لیئے۔ صحابہ، شہداء اور اہل اللہ۔

برکت کا لغوی معنیٰ وہ تالاب ہے جس کے گرد بہت سی وادیاں ہوں اور اس میں سب کا پانی جمع ہوتا ہو تو اس بارہ میں صاحبِ تفسیر کبیر کا ارشاد جو برکاتِ کعبہ کے بارہ میں فرمایا ہے عجیب ہے کہ ذہن میں کعبۃ اللہ کو ایک نقطہ تصوّر کرلے اور اس کے گرد اس کی طرف متوجّہ ہونے والے لوگوں کی صفوف کو اس کے نقطے کے گرد بصورت دائرہ خیال کرے تو یہ کس قدر دائرے بنیں گے جو ساری دُنیا میں پھیلے ہوں گے اور حال یہ ہوگا کہ سب نماز میں مشغول ہوں گے اب یہ بات تو شبہ سے بالاتر ہے کہ اس بے شمار مخلوق میں کتنے ایسے عظیم انسان ہوں گے جن کی ارواح علوی یعنی اعلیٰ منازل کی حامل اور قلوبِ قدسی اسرار نورانی اور ضمائر ربّانی ہوں گے۔ جب یہ ارواح صافیہ کعبہ معرفت کی طرف متوجّہ ہوں گی اور ان کے اجسامِ کعبہ حسّی کی طرف متوجّہ ہوں گے تو جو لوگ کعبہ میں ہوں گے وہ انوارات و تجلّیات سے کس قدر دلوں میں نور حاصل کریں گے۔ جو ان کی ارواح و توجّہ کے باعث نازل ہوگا۔ یقیناً اپنی اپنی استعداد کے مطابق سب لوگوں کے دِل منوّر ہوں گے ایسے ہی دُور والے بھی۔ نیز نماز باجماعت کے دیگر فوائد کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ فرماتے ہیں، ھٰذا بحرِ عظیم و مقام شریف۔

فیہ اٰیٰت بیّنٰت .... فان اللہ غنیٌّ عن العٰلمین۔

کہ بیت اللہ میں کھلی اور واضح نشانیاں موجود ہیں۔

برکاتِ کعبہ جن میں خوف سے امن کہ جب سے بیت اللہ قائم ہوا ہے اللہ نے اسے اور اس کی برکت سے اہلِ مکہ کو مخالفین کے حملوں سے پناہ دی ہے ابرہہ کا واقعہ کس قدر معرُوف ہے کہ اللہ نے اس کے ہاتھیوں کو پرندوں سے تباہ کرا دیا۔ ایسی ہی نشانی ہے کہ کوئی پرندہ اُڑ کر اوپر سے نہیں گزرتا۔ یا رمی جمار، کہ ارشاد ہے حاجیوں

کی پھینکی ہوئی کنکریاں فرشتے اٹھا لیتے ہیں، سوائے اس کے کہ کسی وجہ سے کسی کا حج قبول نہ ہو۔ اسی لئے وہاں سے پڑی ہوئی کنکریاں اٹھا کر رمی کرنا منع ہے کہ وہ غیر مقبول ہوتی ہیں۔

یہ بہت بڑا معجزہ ہے کہ نہ حکومت اُٹھواتی ہے نہ عوام مگر سوائے معمولی کنکریوں کے وہاں کچھ نہیں ہوتا اگر سب زمین پر جمع ہوتیں تو ایک دن میں پہاڑ بن جاتا۔ اب سُنا ہے کہ حکومت اُٹھوانے کا اہتمام کرتی ہے شاید اس لئے کہ لوگوں کی اکثریت حج کے نام پر پکنک مناتی ہے اور ارکانِ حج تک کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ ظاہر ہے ایسے لوگوں کی کنکریاں تو حکومت ہی اُٹھائے گی۔

اسی طرح زمزم، حطیم، صفا و مروہ غرض ہر ایک ذرہ اپنے اندر نشانیاں رکھتا ہے جو الوہیتِ و قدرتِ باری پر بھی دال ہیں اور صداقتِ پیمبر ﷺ کی گواہ بھی۔ ان میں ایک بہت بڑی نشانی مقامِ ابراہیمؑ ہے۔ یہ وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقوشِ پا ثبت ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ تعمیرِ کعبہ کے وقت ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہوئے۔ اور یہ از خود دیوار کے ساتھ بلند ہوتا رہا۔ جہاں ضرورت ہوتی پہنچتا رہا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پتھر گارا دیتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر فرماتے تھے تو اس پتھر پر آپ کے قدم مبارک ٹخنوں تک دھنس گئے۔ یہ بجائے خود بہت بڑی نشانی ہے کہ سخت اور مضبوط پتھر موم کی طرح نرم ہو کر قدمین شریف کا نقش مبارک لے لے اور پھر اسی طرح کا سخت اور مضبوط ہو جائے۔ اور تا حال اسے اس جگہ قائم رکھنا بھی اللہ کی عظمت پر دال ہے کس قدر مشرکین و مخالفین کے زمانے گزرے یہود و نصاریٰ یا کوئی اور دشمن بھی اسے ضائع نہ کر سکا۔ آج بھی ایک شیشے کے خول میں زیارت کے لئے رکھا ہے نیز جو اس کے اندر داخل ہوا وہ امن پا گیا، مامون ہو گیا۔ اصل امن تو عذاب سے ہے جو وہاں حاصل ہوتا ہے مگر صوری اعتبار سے حرم کے اندر ہر شے مامون ہے حتیٰ کہ درندے شکار تک نہیں کرتے اگر بھاگتا ہوا شکار حرم میں داخل ہو جائے تو چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسے ہی تشریعی طور پر حکم ہے کہ نہ کسی کو قتل کیا جائے اور نہ ستایا جائے۔ حتیٰ کہ اگر مجرم اندر چلا جائے، اُسے خوراک وغیرہ بند کر کے باہر آنے پر مجبور کیا جائے اندر سزا نہ دی جائے نہ پکڑا جائے اور تکوینی طور پر اللہ نے ہر دور میں، ہر قوم کے دلوں کے اندر اس کی عظمت ڈال دی ہے۔

تاریخ میں ملتا ہے کہ جاہلیت کے کفار بھی حرم کی عزت بحال رکھتے تھے اور حرم میں جھگڑا یا قتل و غارت نہیں کرتے تھے یا اگر کسی سے کوئی فعل خلافِ ادب سرزد ہو جاتا تو بہت بُرا جانتے تھے حتیٰ کہ فتح مکہ کے موقع پر صرف

حضور ﷺ کے لئے بھی چند گھنٹوں کے لئے قتال کی اجازت ہوئی کہ بیت اللہ کی تطہیر کر دی گئی۔ پھر ہمیشہ کے لئے اس کی حرمت ویسی ہی ہے۔ یا اگر کسی نے اس کی حرمت کو پامال کیا سیاسی یا حکومتی مصالح کی غرض سے، جیسے حجاج بن یوسف نے، تو باجماع اُمت اس کے فعل کو حرام اور سخت گناہ قرار دیا گیا۔ حتیٰ کہ وہ خود بھی اس کے حلال ہونے کا عقیدہ نہیں رکھتا تھا۔

اس کی خصوصیات میں اس کے حج کا فرض ہونا بھی ہے کہ اللہ نے تمام انسانوں پر بشرطِ استطاعت حج فرض کر دیا ہے۔ استطاعت سے مراد صحت کا ہونا یا اس قدر خرچ کہ آنے جانے۔ وہاں قیام کرنے کے لئے کافی ہو اور واپسی تک اُن افراد (بیوی بچوں) کو جن کا نفقہ اس کے ذمّہ ہے خرچ کے لئے رقم دے سکے جو لوگ معذور ہوں آنکھوں وغیرہ یا ہاتھ پاؤں سے تو وہ بھی عدم استطاعت کے زمرے میں آتے ہیں یا پھر اپنے خرچ پر کوئی ملازم وغیرہ ساتھ رکھ سکیں۔ اسی طرح وہ عورت جس کے ساتھ محرم نہ ہو معذور ہو گی۔ بغیر محرم کے عورت کے لئے سفر کرنا شرعاً جائز نہیں۔ کوئی محرم اپنے خرچ پر جائے یا عورت خرچ ادا کرے۔ بہرحال ساتھ ضرور ہو ورنہ عدم استطاعت ثابت ہو گی حج کے معنی تو قصد کرنے کے ہیں مگر شرعی معنی کی تفصیل خود قرآن مجید میں بھی موجود ہے اور تعلیماتِ نبوی ﷺ میں بھی۔ طواف اور وقوف، عرفہ و مزدلفہ وغیرہ۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ اگر کوئی اس کا انکار کرے، جیسے کافر کرتے ہیں تو اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے، اللہ کو احتیاج نہیں ہے بلکہ حج کرنے والوں کی اپنی بہتری اس میں ہے۔ اس کی فرضیت کا منکر تو کافر ہے ہی، اگر کوئی باوجود استطاعت کے حج نہ کرے تو اس کا یہ فعل کافرانہ ہے۔ ہاں! کوئی عذر ہو جیسے حکومت اجازت نہ دے یا راستے کا خطرہ یا صحت کی خرابی وغیرہ تو اور بات ہے ورنہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول او رمنثور میں ملتا ہے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ کوئی آدمی مقرر کروں جو ان لوگوں کا پتہ کرے جو استطاعت کے باوجود حج نہیں کرتے تو اُن پر جزیہ لگایا جائے کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔

یاد رہے کہ حج بشرطِ استطاعت زندگی میں ایک بار فرض ہے یہ ہر سال تشریف لے جانے والے حضرات اگر وہی رقم احیاءِ دین پر خرچ کرتے یا معذور مسلمانوں کی مدد میں خرچ کرتے تو کس قدر بہتر ہوتا۔

قل یا اھل الکتاب .... وما اللہ بغافل عما تعملون۔

چونکہ بات اہلِ کتاب سے چل رہی ہے اور یہ درمیان میں بیت اللہ کا ذکر، اس کے فضائل، حج اور اس کے ارکان احکام اور برکات سب کا بیان بجائے خود ایک بہت بڑی دلیل ہے کہ بیت اللہ کی عظمت و ہیبت ضرور موجود تھی مگر کسی کو عبادت کا صحیح طریقہ تک معلوم نہ تھا اور نہ ہی برکاتِ کعبہ کی خبر تھی۔ نیز حج کی رسم ضرور موجود تھی مگر ایجاد بندہ قسم کی۔ حتیٰ کہ برہنہ طواف ہوتے اور گرد اگرد ناچتے اور سیٹیاں بجاتے۔ اس ظلمت میں احقاقِ حق اور فضائل و برکات کے ساتھ جملہ احکام کا بیان ان دلائل کے ساتھ جو پہلے سے بھی انکی کتابوں موجود تھے ایک بہت مضبوط دلیل بن گئی۔

ارشاد ہوا ان سے فرمایئے کہ اس قدر دلائلِ باہرہ کا کیوں انکار کرتے ہو؟ یاد رکھو! تمھارے ان اعمال کو خود اللہ جل شانہٗ دیکھ رہے ہیں۔ حق تو یہ تھا کہ تم خود ایمان لاتے مگر تم ایسے بدبخت ہو کہ دوسروں کی راہ میں بھی رکاوٹ بنے ہوئے ہو اور جانتے بوجھتے ہوئے بھی حیلہ جوئی اور بہانہ سازی کرتے ہو کہ لوگ گمراہ ہو جائیں مگر یاد رکھو! اللہ تمھارے کرتوتوں سے بے خبر نہیں ہے۔

یاایہاالذین اٰمنوا .... الیٰ صراط مستقیم۔

ان اگلی دو آیات میں مسلمانوں سے خطاب ہے کہ اگر یہ لوگ اپنی فطرتِ بد سے باز نہیں آتے تو تمھیں ہرگز ان کی بات پہ توجہ نہ دینی چاہیے کہ اگر تم ان کی باتوں میں آ گئے تو یہ تمھیں ایمان کے بعد بھی کفر کی طرف لانے کی کوشش ہی کریں گے حالانکہ تمھارے پاس تو ایسے اسباب جو مانع کفر ہیں بدرجہ اتم موجود ہیں کہ تمھیں اللہ کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ جو قاطع کفر و ضلال ہے

دلائلِ حقہ میں وجودِ رسالت بڑی دلیل ہے

پھر سب سے بڑی خوش نصیبی یہ ہے کہ تم میں اللہ کا رسول ﷺ موجود ہے۔ گویا وجودِ رسول ﷺ ابدالآباد کفر کو مٹانے والا اور حق کو پھیلانے والا ہے اور تلاوتِ آیات کا سبب بھی ذاتِ رسول اکرم ﷺ ہی تو ہے کہ آپ ہی کے قلبِ اطہر پر قرآن نازل ہوا۔ اور آپ ﷺ سے مخلوق کو پہنچا۔ نیز نہ صرف الفاظ بلکہ مفاہیم بھی۔

یہ آپ ﷺ ہی کا مقام ہے کہ ارشاد ہوا لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ۔ کہ لوگوں کو قرآن کا مفہوم بھی ارشاد فرمائیں۔ ان معنی و مفاہیم ہی کو حدیثِ رسول ﷺ کہا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب اس کو فرائضِ نبوت میں شمار کیا گیا تو کوئی دوسرا از خود معانی تعین کرنے کی اہمیت نہیں رکھتا۔ اگر ایسا ہو تو بعثتِ رسول ﷺ تحصیلِ حاصل

ٹھہرے گی جو باطل ہے۔

حفاظتِ حدیث نبویؐ

حفاظتِ الٰہیہ کا وعدہ صرف قرآنی الفاظ تک محدود نہیں بلکہ مفاہیم کو الفاظ سے زیادہ ضرورتِ حفاظت ہے اسی لئے حفاظتِ حدیث کا وہ عظیم الشان کام ہُوا جو بجز توفیقِ باری ممکنات میں سے نظر نہیں آتا کہ کم و بیش سترہ فنون صرف حفاظتِ حدیث کے لئے مدوّن ہوئے۔ اور اسمائے رجال جیسا عظیم کارنامہ صرف مسلمان اکابر نے انجام دیا' دنیا کی کوئی قوم اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتی کہ ایک لفظ ارشادِ رسول ﷺ کا جس نے نقل کیا وہ کون تھا؟ کیسا تھا؟ کس زمانے میں تھا؟ حتیٰ کہ دودھ اور پانی علیحدہ کر دیا جو کوشش کفر نے آمیزش کے لئے کی تھی' مانندِ تلچھٹ نکال کر پھینک دی۔ علمائے ربّانیین نے عمریں اسی سعادت کے حصُول میں صَرف فرمادیں۔

آج اگر کوئی کہے کہ حدیث پہ اعتبار نہیں تو اس کے پاس قرآن کی صداقت کے ذرائع بھی وہی ہیں جو حدیث کے ہیں۔ اس کی صداقت بھی مجروح ٹھہرے گی۔ نیز یہ سب برکاتِ رسُول ﷺ سے متعلق ہے۔

وفیکم رسُولہٗ سے مراد نہ صرف جسم ہے اور نہ صرف رُوحِ مبارک بلکہ وہ ذات جو جسم و جان کو جامع ہے اور ہمیشہ اسی حال پر رہے گی۔ خواہ اس دُنیا میں ہو یا برزخ میں حیات جسمانی تسلیم نہ کی جائے تو لازم آئے گا کہ جسمِ اطہر رُوح سے خالی ہے تو لامحالہ رسالت و نبوّت جو اوصاف رُوح کے ہیں ان سے بھی خالی ہوگا جب ایسا ہے تو وہ برکات جو وجودِ رسُول ﷺ سے متعلق ہیں ان سے خالی ہوگا۔ اگر یہ سب دُرست ہو تو پھر مانع کفر کوئی شے باقی نہ رہی اور دُنیا پہ کسی شخص کا اسلام پہ قائم رہنا ممکن نہ رہا۔ منکرینِ حیات کو یہاں سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

قرآن کریم کوئی افسانہ آزاد نہیں بلکہ اس کے ساتھ خاص کیفیات بھی نازل ہوئیں۔ جن کا امین وجودِ رسُول ﷺ تھا ہے اور رہے گا۔ حیاتِ دنیا میں جو ایمان لایا قربِ وجُودی حاصل کر کے مرتبہ صحابیت پر فائز ہوا۔ اب اگر وجودِ اقدس رُوحِ اطہر سے خالی ہوتا تو ان برکات سے بھی خالی ہوتا اور ولایتِ خاصہ تو کجا ولایتِ عامہ یعنی صرف ایمان بھی کسی کو نصیب نہ ہوتا کہ کفر سے کوئی شے مانع نہ رہتی۔

اور جو کوئی بھی اللہ کو مضبوط پکڑے یعنی اللہ کے رسُول ﷺ سے ایسا رابطہ اور ایسا تعلق جوڑے کہ کمال اطاعت کو پالے یعنی اس کی حرکت و سکون اللہ کے حکم کے مطابق ہو جائے۔ گویا اس کا ہاتھ اللہ کے ہاتھ میں ہے اٹھاتا

ہے تو اُٹھتا ہے اور بٹھاتا ہے تو بیٹھ جاتا ہے۔ اگر یہ بات ہے تو جان لو کہ یہ شخص ہدایت کو پا گیا اور سیدھے راستے پر چلنا نصیب ہو گیا کہ یہی مقصدِ تخلیق ہے۔

اب اس سے اگلے رکوع میں مزید برکاتِ رسول ﷺ کا ذکر ہے یاد رہے کہ بعثت کے وقت بھی جو ایمان لایا اُس نے ان ہی برکات کو پایا جو آج ایمان لانے والا حاصل کر سکتا ہے سوائے اس کے کہ دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد کوئی صحابیت کو نہیں پا سکتا چونکہ عالم ایک نہیں رہا۔ یہ وجہ نہیں کہ معاذ اللہ حیات باقی نہیں رہی، اگر ایسا ہوتا تو پھر کوئی ایمان بھی نہ پا سکتا کہ وہ فیکو رسولہٗ سے محروم ہو جاتا۔

سید عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر مومن کے دل سے ایک نور کی تار جڑی ہوتی ہے، جو قلبِ اطہر رسول ﷺ سے نکلتی ہے اتباعِ سنت اس کو مضبوط کرتا چلا جاتا ہے۔ کہ نہر اور دریا کی مثل بھی بن جاتی ہے اور عدمِ اطاعت سے کمزور ہوتی چلی جاتی ہے حتیٰ کہ ٹوٹ بھی سکتی ہے جس کی یہ تار ٹوٹ جائے وہ شخص اسلام پہ نہیں رہتا اور آج کل تو یہ کٹے ہوئے پتنگ ہر طرف نظر آتے ہیں۔

رکوع نمبر ۱۱ آیات ۱۰۲ تا ۱۰۹ لن تنالوا ٤/٢

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ حَقَّ
تُقَاتِهِۦ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ (١٠٢)
وَٱعْتَصِمُوا۟ بِحَبْلِ ٱللَّهِ جَمِيعًا وَلَا
تَفَرَّقُوا۟ وَٱذْكُرُوا۟ نِعْمَتَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ
إِذْ كُنتُمْ أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَيْنَ
قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِۦٓ إِخْوَٰنًا
وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ
ٱلنَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ
ٱللَّهُ لَكُمْ ءَايَٰتِهِۦ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (١٠٣)
وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ
إِلَى ٱلْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ وَأُو۟لَٰٓئِكَ
هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ (١٠٤)

مومنو! خدا سے ڈرو جیسا کہ اُس سے ڈرنے کا حق ہے
اور مرنا تو مسلمان ہی مرنا (١٠٢)
اور سب مل کر خدا کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط
پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا۔ اور خدا کی اُس مہربانی
کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو
اُس نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی اور تم اُس کی
مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے
کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو خدا نے تم کو اُس سے بچا لیا۔ اس طرح
خدا تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر سناتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ (١٠٣)
اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی
کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے
اور بُرے کاموں سے منع کرے۔ یہی لوگ ہیں جو
نجات پانے والے ہیں (١٠٤)

102. O ye who believe! Observe your duty to Allah with right observance, and die not save as those who have surrendered (unto Him);

103. And hold fast, all of you together, to the cable of Allah, and do not separate. And remember Allah's favour unto you: how ye were enemies and He made friendship between your hearts so that ye became as brothers by His grace; and (how) ye were upon the brink of an abyss of fire, and He did save you from it. Thus Allah maketh clear His revelations unto you, that haply ye may be guided.

104. And there may spring from you a nation who invite to goodness, and enjoin right conduct and forbid indecency. Such are they who are successful.

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا
مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۚ
وَأُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٥﴾
يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۚ
فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ ۚ
أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا
الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿١٠٦﴾
وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي
رَحْمَةِ اللّٰهِ ۖ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿١٠٧﴾
تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۗ
وَمَا اللّٰهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِينَ ﴿١٠٨﴾
وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ
ع وَإِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿١٠٩﴾

اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہونا جو متفرق ہوگئے اور احکام
بیّن آنیکے بعد ایک دُوسرے سے (خلاف و) اختلاف کرنے لگے
یہ وہ لوگ ہیں جنکو (قیامت کے دن) بڑا عذاب ہوگا ﴿١٠٥﴾
جس دن بہت سے منہ سفید ہونگے اور بہت سے سیاہ۔ تو جن
لوگوں کے منہ سیاہ ہونگے (اُن سے خدا فرمائے گا) کیا
تم ایمان لاکر کافر ہوگئے تھے؟ سو اب اُس کفر کے
بدلے عذاب (کے مزے) چکھو ﴿١٠٦﴾
اور جن لوگوں کے منہ سفید ہونگے وہ خدا کی رحمت
(کے باغوں) میں ہونگے اور اُن میں ہمیشہ رہیں گے ﴿١٠٧﴾
یہ خدا کی آیتیں ہیں جو ہم تمکو صحت کیساتھ پڑھ کر
سُناتے ہیں۔ اور خدا اہلِ عالم پر ظلم نہیں کرنا چاہتا ﴿١٠٨﴾
اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب خدا ہی کا ہے
اور سب کاموں کا رجوع (اور انجام) خدا ہی کی طرف ہے ﴿١٠٩﴾

105. And be ye not as those who separated and disputed after the clear proofs had come unto them. For such there is an awful doom.

106. On the day when (some) faces will be whitened and (some) faces will be blackened; and as for those whose faces have been blackened, it will be said unto them: Disbelieved ye after your (profession of) belief? Then taste the punishment for that ye disbelieved.

107. And As for those whose faces have been whitened, lo! in the mercy of Allah they dwell for ever.

108. These are revelations of Allah. We recite them unto thee in truth. Allah willeth no injustice to (His) creatures.

109. Unto Allah belongeth whatsoever is in the heavens and whatsoever is in the earth; and unto Allah all things are returned.

اسرار و معارف

یاایھاالذین امنوااتقوااللہ .... لعلکم تھتدون۔

جب تمھیں استقدر اسبابِ ہدایت حاصل ہیں تو اے ایمان والو! اللہ سے ایسے ڈرتے رہو جیسا اُس سے ڈرنے کا حق ہے تقوٰی دراصل خوف محض کا نام نہیں بلکہ وہ تعلق جو بطفیل نبی کریم ﷺ بندے کو اللہ سے حاصل ہو اُس کے ٹوٹ جانے کے ڈر کا نام ہے تعلیماتِ نبوی ﷺ کے ساتھ وہ کیفیات بھی جو وجودِ نبوی ﷺ کی برکات میں سے ہیں اور جن کے وُرود سے دِل بدل گئے، مزاج بدلے، خواہشات اور طلب بدل گئی۔ حتیٰ کہ دین پر عمل کرنا مزاج بن گیا اور گناہ طبعی طور پر سخت ناپسندیدہ ہوگیا۔ اب اِن نعمتوں کو کبھی ضائع نہ ہونے دو۔

بیشتر مفسرین کرام نے حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے کہ حقِ تقوٰی یہ ہے کہ،

ان یطاع فلا یعصی ویذکر فلا ینسٰی ویشکر فلا یکفر اوکما قال صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

(اطاعت کرے اور نافرمانی نہ کرے، ذکر کرے اور کبھی نہ بھولے، شکر کرے اور کبھی ناشکری نہ کرے۔)

شکر بجائے خود ذکر ہی کا نام ہے اور ذکر دوام ذکر قلبی کا نام ہے کہ لسانی کو دوام نصیب نہیں ہو سکتا، اور ذکر قلبی ان فیوضات و برکات کا نام ہے جو صحبت رسول ﷺ سے خلق خدا کو نصیب ہوئیں۔ جب قلب ذاکر ہو جائے تو اعضا نافرمانی سے رک جاتے ہیں۔ بتقاضائے بشریت اگر خطا سرزد ہو تو دل پہ چوٹ لگتی ہے اور فوراً رجوع الی اللہ نصیب ہوتا ہے۔ حق یہ ہے کہ ان کیفیات کو حاصل کرے اور دل زندہ کے ساتھ زندگی بسر کرے حتیٰ کہ دم واپسیں بھی اسی عقیدے اور ایمان پہ آئے یعنی موت بھی اسلام پر ہی نصیب ہو۔

ثمراتِ تقویٰ اور مدارج

اور یہ تقوے کے ثمرات کے مختلف مدارج ہیں۔ پہلا درجہ کفر اور شرک سے بچنا ہے۔ اگر یہ بھی حاصل نہ ہو تو آدمی سرے سے مسلمان ہی نہیں۔ دوسرا درجہ معاصی سے بچنا ہے اور یہ مطلوب ہے اور تیسرا درجہ سب سے اعلیٰ ہے جو انبیاء علیہم السلام کا مقام ہے یا اُن کے خاص نائبین اولیاء اللہ کو نصیب ہوتا ہے اور وہ ہے دل کو غیر اللہ سے بچانا اور دل کو ہر آن اللہ کی یاد سے آباد رکھنا۔ انبیاءؑ کو یہ وہبی طور پر نصیب ہوتا ہے اور اہل اللہ کو ان کی تابعداری سے نصیب ہوتا ہے۔

موت بھی اسلام پہ آئے اور تقویٰ کے اعلیٰ مقام کو پانے کی کوشش کرتے ہوئے آئے۔ یعنی انسان کو چاہیئے کہ نہ صرف ایمان پر قائم رہے بلکہ تادمِ مرگ اطاعت پیغمبر ﷺ میں کوشاں رہے اور ارشاد ہے کہ اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے اور سب مل کر پکڑو۔

اتفاق کیسے ممکن ہے؟

اختلاف نہ کرو کہ اتفاق صرف اللہ ہی کی بات پر ممکن ہے اگرچہ دُنیا میں ہر جماعت اور ہر طبقہ اتفاق کی بات کرتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ دن بدن افتراق و انتشار میں اضافہ ہو رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی ایک یا چند انسانوں کی سوچ پر باقی لوگ جمع نہیں ہو سکتے۔ وہ بھی تو انسان ہیں اُن کی بھی تو سوچ ہے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہر آدمی یا ہر جماعت اپنے نظام پر متفق ہونے کی دعوت دیتی ہے لیکن سب لوگ اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر اور اللہ کی کتاب پر متفق ہوں تو یہ نہ صرف ممکن ہے بلکہ بہت ہی حسن ہے اور مزاج انسانی کے مطابق بھی ہے۔

اب رہی یہ بات کہ یہود و نصاریٰ یا دیگر مذاہب باطلہ بھی تو اپنے اپنے دین کو اللہ کی طرف سے بتاتے ہیں تو اس کا جواب بڑا آسان ہے کہ نہ کوئی محمد ﷺ کی نظیر پیش کر سکتا ہے اور نہ کتاب اللہ کی مثال۔ ذرا جذبات سے

علیحدہ ہوکر جو بھی غور کرے گا، اسے یہی مینارۂ نور نظر آئے گا۔

خیر یہاں اس بحث کی گنجائش نہیں، البتہ مسلمان تو اس بحث سے نکل چکے ہیں انھوں نے اللہ کی وحدانیت اور رسول ﷺ کی اطاعت کا اقرار کرلیا اب انھیں اختلاف زیب نہیں دیتا۔ سب کو چاہیئے کہ اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑیں جس کے بارے میں ارشاد ہے، ان ھذا القرآن ھو حبل اللہ۔ یا اس کے ساتھ متعدد احادیث میں "جماعت" کو حبل اللہ کہا گیا ہے جیسے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ دیگر اصحاب رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے منقول ہے۔ ہاں! کتاب اللہ کے معاملے میں بھی اگر کوئی اپنی رائے ٹھونسنا چاہے گا تو اتفاق ممکن نہیں ہر شخص کا یہ منصب نہیں کہ وہ قرآن بیان کرنا شروع کردے بلکہ قرآن صاحب قرآن سے سیکھنا ہوگا کہ تعلیم قرآن فرائض نبوت میں سے ہے۔ اللہ کی کتاب پر اُس کے رسول ﷺ کی بیان کردہ تفسیر کے مطابق متفق ہونا ہی اصل اتفاق ہے اور یہی ممکن بھی ہے ورنہ تفریق ہی ہوگی جس سے اللہ کریم منع فرماتے ہیں۔ ارشاد ہے لا تفرقوا یعنی یہود و نصاریٰ کی طرح دین میں نااتفاقی مت کرو۔

حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ جس کا مفہوم یوں ہے کہ یہود و نصاریٰ کے بہتّر فرقے بنے تھے اور میری اُمت تہتّر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ سب دوزخی ہوں گے سوائے ایک فرقہ کے۔ عرض کیا گیا،

یارسول اللہ! ﷺ وہ کون ہیں؟

ارشاد ہوا "ما انا علیہ واصحابی" یعنی وہ راہ پانے والا ہے جس پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں۔

فرقوں کا شمار

تفسیر قرطبی نے بہتّر فرقے شمار کیے ہیں جن کی اصل چھ فرقے ہیں، حروریہ، قدریہ، جہمیہ، مرجیہ، رافضہ، جبریہ۔ فرماتے ہیں ان میں سے ہر ایک کی بارہ بارہ شاخیں ہیں۔ اس طرح یہ بہتّر ہوجاتے ہیں، یاد رہے کہ عذاب قبر کے منکر یا اس بات کے مدعی کہ میّت کو قبر میں ثواب و عذاب نہیں ہوتا، ان ہی میں سے ہیں، ان کی تفصیل تفسیر قرطبی جلد چہارم صفحہ ۱۴۱ تا ۱۶۳ دیکھی جاسکتی ہے۔

رہی یہ بات! کہ کیا کسی طرح کا اختلاف جائز بھی ہے یا نہیں، وہ اختلاف جس میں اپنی خواہش کو دخل ہو مذموم ہے لیکن اگر قرآن پر مجتمع رہتے ہوئے اور حضور ﷺ کی ارشاد کردہ تفسیر کو قبول کرتے ہوئے اپنی دماغی صلاحیتوں کی بنا پر فروع میں اختلاف پایا جائے تو اس کے بارے میں ارشاد ہے الاختلاف فی اُمتی رحمۃ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم

تابعین اور فقہا کا اختلاف اسی قسم کا تھا۔

ذرا اُن احسانات اور نعمتوں کو یاد کرو کہ جب تم آپس میں ایک دُوسرے کے دشمن تھے۔ قرآن کریم کے سب سے پہلے مخاطب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور پھر ساری انسانیت۔ تو عرب میں یہ حال تھا کہ قبائل لڑتے چلے جاتے تھے جیسے انصار کے دونوں قبیلے اوس و خزرج ایک صدی سے زائد عرصہ تک آپس میں لڑتے رہے یا دیگر قبائل۔

اِن آیات کے شانِ نزول میں یہی واقعہ نقل ہوا ہے کہ شماس بن قیس یہودی نے اوس اور خزرج کے لوگوں کو یکجا دیکھا تو حسد سے جل گیا اور اپنے کسی جوان سے کہا کہ ان میں بیٹھ کر ان کی گزشتہ جنگوں کا ذکر چھیڑو اور وہ اشعار جو انھوں نے ان جنگوں کے بارے کہے تھے پڑھو، اس نے ایسا ہی کیا تو بات بڑھ گئی اور دونوں طرف جنگ کے نعرے بلند ہو گئے۔ حتیٰ کہ رسُول اکرم ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت تشریف لائے اور فرمایا کیا تم پھر جاہلیت کی طرف پلٹ رہے ہو حالانکہ اللہ نے تمھارے دلوں میں محبّت پیدا کر دی ہے اور میں تمھارے درمیان موجود ہوں۔ سب نے ہتھیار پھینک دیئے اور ایک دُوسرے کے گلے لگ کر روئے۔ اور حضور ﷺ کے ہم رکاب چل دیئے۔ گزشتہ دو آیتوں سمیت یہ آیات نازل ہوئیں۔

علاوہ ازیں چپے چپے پر جنگ و جدل برپا تھا کسی کی عزّت محفوظ تھی نہ مال۔ لُوٹ مار کا بازار گرم تھا اور ایک نوالے کے لئے انسان ذبح کر دیئے جاتے تھے کہ حضور ﷺ تشریف لائے اور دِلوں کو محبّت سے بھر دیا۔ ڈاکو محافظ بن گئے اور چور عادل بن گئے۔ یکسر فضا بدل گئی۔ عرب کے متفرق افراد اسلام کی سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے، اللہ کا پیغام لے کر اُٹھے اور دُنیا پہ چھا گئے۔ اگر ایک پر دُکھ آتا تو سب بانٹنے کو لپکتے، ایک پر چوٹ پڑتی تو دُوسرا آگے ہو کر اپنے اُوپر لیتا۔ حتیٰ کہ اُلفت و محبّت کا یہ رنگ دُنیا نے دیکھا کہ میدانِ جنگ میں زخموں سے چُور، سکراتِ موت میں مبتلا، غازی کو جب پانی پلایا جانے لگا تو اس نے کہا کہ اس دُوسرے زخمی کو پہلے پلا دو۔

یہ محبت و اُلفت یہ ایثار کی نعمت اور بہت بڑا انعام برکاتِ رسُول اکرم ﷺ میں سے تھا کہ تم سب بھائی بھائی ہو گئے۔ عرب سے باہر بھی اگر ظہورِ اسلام کا زمانہ دیکھا جائے تو یہی حال تھا۔ انسان انسان کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا اور جہاں جہاں اسلام پھیلتا گیا رحمت و رافت پھیلاتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ آج تک محبت و خلوص صرف اور صرف دین اسلام کی برکات میں سے ہے ورنہ رُوئے زمین پر صرف لفاظی ہے ظاہر داری ہے اور کوئی کسی کا بھی خواہ نظر نہیں آتا خود

مسلمانوں میں سے جن لوگوں کے دل زبان کا ساتھ نہیں دیتے کس قدر سخت مزاج لوگ ہیں اور جن کے دل ذکرِ الٰہی سے منور ہیں کس قدر پُرخلوص اور محبت کرنے والے ہوتے ہیں کہ محبت اغراض سے پاک اور اللہ کے لئے ہوتی ہے، باقی ساری محبتیں اغراض کے لئے۔ اگر غرض پوری ہوگئی تو محبت ختم یا پوری نہ ہوسکی تو ختم۔ بلکہ اُلٹ کر دشمنی بن جاتی ہے، اور جہاں دل صرف اللہ کے لئے ملتے ہیں زمانے کا کوئی انقلاب اِن میں تفرقہ نہیں ڈال سکتا۔

خلافتِ شیخین کی برکات

یہ کمال جس طرح عہدِ نبوی ﷺ میں موجود تھا۔ خلافتِ شیخین میں قائم رہا اسی لئے ان کی خلافت کو علی منہاج النبوۃ کہا گیا ہے۔ عہدِ عثمانی رضی اللہ عنہ کے اول چھ سال ایسے ہی گزرے پھر یہ برکات کم ہونا شروع ہوگئیں اور اختلاف در آئے۔ ابنِ سبا جیسے سازشیوں کو موقع ملا، حتیٰ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جیسی ہستی کو بھی انھوں نے چین نہ لینے دیا۔ مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تدوینِ حدیث کے صفحہ ۴۶۰ پر اس موضوع کو بیان فرمایا ہے وہاں سے دیکھا جا سکتا ہے۔

اور تم آگ کے گڑھے یعنی دوزخ کے کنارے پر تھے تمہارے اور دوزخ کے درمیان صرف موت کا فاصلہ تھا کہ اے لوگو! اللہ نے تمھیں اس سے بچا لیا۔ یہ برکت بھی اللہ کے رسول ﷺ اور اس کے وجود مبارک کی تھی اور ہے جس کو اللہ نے اپنی مخلوق کی ہدایت کا ذریعہ بنا دیا۔ اور جن کو فیضانِ صحبت نصیب ہوا وہ خلقِ خدا کو دنیا و آخرت کے عذابوں سے بچانے والے بن گئے ؎

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حقِ غلامی اس طرح ادا کیا کہ خود ان کی تابعداری ہی اتباعِ رسول قرار پائی اور کتاب اللہ نے قیامت تک آنے والے انسانوں کو یہ معیار دیا کہ والذین اتبعوھم باحسان یعنی جس نے خلوصِ قلب سے سابقون الاولون اور مہاجرین و انصار کا اتباع کیا اُس نے رضائے باری کو پا لیا جس کے ساتھ دنیا و آخرت میں یہ جملہ انعامات حاصل ہوں گے اور برکاتِ نبوی ﷺ سے حصہ پائے گا۔

شیخ کا وصف

ان آیات میں طالبانِ حق کیلئے دلیل ہے کہ ایسے شخص کو شیخ بنائیں جس کی صحبت میں اتباعِ سُنت اور اتباعِ صحابہؓ جو اتباعِ سُنت ہی کی ایک شکل ہے نصیب ہو۔ نہ ایسا آدمی کہ جو بدعات میں مبتلا

کر دے، اللہ ایسوں کی مجلس سے محفوظ رکھے، آمین۔

اللہ اس طرح دلائل ارشاد فرماتا ہے اور تمہارے لئے ہدایت کی راہ آسان فرما دیتا ہے کہ کوئی بھی شخص جذبات سے الگ ہو کر غور کرے تو ہدایت کو پا سکے۔

ولتکن منکم امۃ .... اولٰئک لھم عذاب عظیم۔

جب اللہ کی رسّی مضبوط تھامنے کا حکم دیا تو پھر اس خدشے کا مداوا بھی کر دیا کہ کہیں کسی دور میں تمہارے ہاتھ سے یہ رسّی چھوٹ نہ جائے ہمیشہ تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو خیر کی طرف بلاتی رہے خیر کیا ہے؟ اس کے بارے میں ارشاد نبوی ﷺ ہے الخیر ھو اتباع القرآن و سنتی او کما قال صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ یعنی خیر سے مراد قرآن اور میری سُنّت کا اتباع ہے۔

مسلمان جس طرح خود نیکی پر کاربند ہو اور بُرائی سے بچتا ہو اُسی طرح دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرے اور ان کی بھلائی کے لئے دُعا کرے نہ کہ ان پر طنز کرے۔ یہ اصلاح کا عمومی طریقہ ہے اور اُمّت کے ہر فرد پر لازم ہے۔ ہاں! ہر شخص کی استعداد جُدا ہے اس لئے ہر کوئی اپنی استعداد کے مطابق ہی مکلف بھی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اُسے معروف و منکر کا پورا پورا علم ہو، اگر خود پوری طرح واقف نہ ہو گا تو بجائے نفع کے نقصان کی اُمید زیادہ ہے جس طرح آجکل جہال وعظ کہتے پھرتے ہیں اور سُنی سنائی بلکہ گھڑی ہوئی روایات و حکایات سُنا کر جگہ جگہ فساد پھیلانے کا باعث بن رہے ہیں۔

ضروری ہے کہ بات کہنے سے پہلے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرے پھر امورِ واجبہ میں معروف کا امر بھی واجب ہو گا اور منکر سے روکنا بھی مثلاً نماز پنجگانہ فرض ہے تو ہر شخص پر واجب ہو گا کہ بے نماز کو نماز کی تاکید کرے اور نوافل مستحب ہیں تو ان میں نصیحت کرنا بھی مستحب ہو گا جو بالکل نرمی سے کی جائے گی اور فرائض میں اوّل نرمی اور اگر قبول نہ کرے تو ایک حد تک سختی بھی کی جا سکتی ہے مگر آجکل کی طرح نہیں کہ فرائض تو ترک ہو رہے ہیں اور مستحبات کو کفر و اسلام کا معیار قرار دیا جا رہا ہے۔

نیز ہر شخص پر یہ فریضہ تب عائد ہو گا جب کوئی کام اُس کے سامنے ہو خواہ مخواہ لوگوں کے احوال کی کرید کرنا درست نہیں۔ یہ حکومت اسلامی کا کام ہے کہ رعایا پر نگاہ رکھے اور مجرموں کا قلع قمع کرے۔

یہ تو سب مسلمانوں کی بات تھی۔ اس کے ساتھ ارشاد ہے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو ہمیشہ یہی کام

کرے کہ لوگوں کو بھلائی کی دعوت دے اور بُرائی سے منع کرے اور یہ تب ممکن ہے کہ وہ لوگ پہلے مسائل سے پوری طرح آگاہی حاصل کریں اور پورا علم سیکھیں۔ قرآن و حدیث پر نگاہ ہو اور دعوت کا مسنون طریقہ اختیار کریں۔ اس طرح یہ فرض کفایہ ہو گا کہ جب ایک جماعت ایسی ہو تو سب کی طرف سے کفایت کرے اُن کی یہ کوشش لگاتار اور مسلسل ہو گی یعنی دعوت الی الخیر، کہ خواہ منکرات موجود نہ ہوں یا کسی فرض کی ادائیگی کا وقت نہ بھی ہو مثلاً رمضان المبارک نہیں ہے مگر یہ روزہ کی تلقین کرتے رہیں گے۔ اسی طرح کفّار کے لئے اسلام کی طرف دعوت اور مسلمانوں کے لئے اطاعت و اتباع کی طرف بلانا دعوت الی الخیر شمار ہو گا۔ حکومت اسلامی کا فرض ہے کہ ایسی جماعت کا اہتمام کرے اگر ایسا نہ ہو تو پھر تمام مسلمانوں پر فرض ہو گا کہ ایسی جماعت قائم کریں کہ حیاتِ ملّی کی دلیل ہے اور یوں تو جو کوئی بھی ایک کلمہ خیر کسی دوسرے تک پہنچاتا ہے بقدر اپنے حصّہ کے اس میں شامل ہے لیکن کُلّی طور پر یقیناً اس کے پہلے مصداق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو نسیمِ سحر کی مانند گلشنِ ہستی میں اس بو کو پھیلانے کا سبب بنے اور پھر وہ افراد اِس خطاب کے سزاوار ہیں۔ جنہوں نے زندگیاں وصول الی اللہ کے لئے خرچ کر دیں عمریں سفر کرتے اور پڑھتے پڑھاتے بیت گئیں جن کی راتیں اللہ کی یاد میں اور خلقِ خدا کی اصلاح میں بسر ہوئیں۔ جنہوں نے علمِ دین حاصل کیا پھر نورِ قلبی کا اکتساب کیا ایسے مردانِ خدا کو تلاش کیا جہاں سے دولت پائی اور پھر نہ صرف عمر بھر اس پر عامل و کاربند رہے بلکہ خلقِ خدا کو دعوتِ حق پہنچائی اور نورِ ہدایت کو عام کیا۔ اس کے مصداق ہمیشہ صُوفیہ صافیہ رہے ہیں جنہوں نے ملکوں کو باطل سے ہٹا کر حق کا طالب بنایا۔

صد افسوس! کہ آج کے دَور میں ایسی برگزیدہ ہستیوں سے استفادہ تو کوئی کیا کرے گا، آج کے جاہل اُن پر کفر کے فتوے لگائے ہوئے ہیں اور حد یہ ہے کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر دورِ حاضرہ تک کے صاحبِ احوال اور مقتداء و پیشوایانِ نیکوکاران پر کُفر کی توپ داغی جا رہی ہے نہ خاندانِ ولی اللّٰہی کو بخشا گیا نہ علمائے دیوبند کو معاف کیا گیا نہ متقدمین کی عزت کا خیال اور نہ متاخرین کا پاس ادب ایسی مقدس جماعت کو کافر کہنے والا خود اللہ کی گرفت سے کیسے بچ سکے گا؟

اللہ تمام مسلمانوں کو راہِ ہدایت پر قائم رکھے! آمین۔

اور اُن لوگوں کی طرح مت بنو! جنہوں نے واضح دلائل پا لینے کے بعد بھی اختلاف کیا یعنی اہلِ کتاب کے پہلے ان کی اپنی مذہبی کتب میں حضور اکرم ﷺ کا ذکر اور نشانیاں موجود تھیں پھر انھوں نے یہ سب کچھ دیکھ کر اختلاف کی راہ اپنائی۔ نہ صرف حضور اکرم ﷺ سے پہلے بلکہ اپنے دین کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا کہ واضح دلائل کو چھوڑ کر اپنی

خواہشات کی پیروی میں لگ گئے اور اہوا و اوہام کا اتباع اختیار کر کے دین کی تباہی کا سبب بنے، یوں دنیا و آخرت میں ذلت سے دوچار ہوئے۔

یہ سابقہ آیات کا تتمہ ہے کہ مرکز وحدت اعتصام بحبل اللہ ہے، نہ لوگوں کی آرا۔ اور یہ اعتصام پوری قوم کو شخص واحد بنا دیتا ہے اور اختلاف و انتشار پہلی امتوں کے لئے بھی تباہی کا سبب بنا۔ آج بھی اس پر یہی پھل آئے گا۔ یہاں ایک بات یاد رہے کہ اصول دین ہمیشہ واضح اور غیر مبہم ہوتے ہیں اور وہاں اختلاف کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہوتی رہے فروعات تو ان میں بھی اگر نفسانیت سے علیحدہ ہو کر دیکھیں تو کوئی تعارض نہیں۔

اجتہاد اور اس کی شرائط

ہاں! بعض غیر واضح امور میں جہاں نص صریح نہ ہو تو جانبین میں سے ایک جانب کو اجتہاد سے اختیار کرنا اس امید کے ساتھ کہ میرے نزدیک یہ درست ہے اگرچہ خطا کا احتمال بھی ہو اور ممکن ہے اس کے خلاف درست ہو، یہ جائز ہے اس پر صحیح حدیث دال ہے کہ مجتہد کو ٹھیک حکم دریافت کرنے پر دو اجر ملتے ہیں۔ لیکن اگر اجتہاد میں غلطی بھی کر جائے تو ایک اجر پاتا ہے لیکن اس بارے میں فیصلہ اللہ ہی پر ہے۔ نیز کوئی مجتہد یا اس کا مقلد، دوسرے مجتہد یا اس کے مقلد کو خاطی تصور نہیں کرتا کہ کوئی بھی جانب منکر نہیں ہوتی۔

یہ آجکل کا معاملہ کہ معمولی معمولی بات پر کفر کے فتوے اور بحث و تمحیص، حتیٰ کہ جنگ و جدال۔ یہ ہرگز اجتہاد نہیں، نیز اجتہاد کے لئے قرآن و حدیث کا مکمل علم ہونا تمام فنون کی مکمل مہارت، عربی زبان پر کامل عبور، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین یعنی سلف کے آثار و اقوال سے مکمل واقفیت کے ساتھ عملی زندگی اور اتباع سنت کا کامل نمونہ ہو اور دلی خلوص وغیرہ ذالک۔ نہ یہ کہ لوگ سن پائے ہیں کہ اجتہاد بھی ہوتا ہے اور ساون کے مینڈکوں کی طرح ہر ایک ان امور میں بھی رائے زنی کر رہا ہے جن میں مجتہدین نے بھی لب کشائی نہیں کی اور نہ انھیں بولنے کا حق حاصل تھا۔

یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ .... والی اللہ ترجع الامور۔

الجمہور علی ان ابیاض وجوہ واسوادھا علی حقیقۃ اللون وابیاض من النور والسواد من الظلمۃ۔ (بحر محیط)

ایمان اور اس کے ثمرات

ایمان ایک نور ہے جو قلب میں پیدا ہوتا ہے اور کفر ظلمت ہے جو قلب پہ چھا جاتی ہے۔ ایمان کا مصدر سینۂ اطہر رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ہر مسلمان کے دل میں وہاں

سے نورِ مترشح ہوتا ہے جس میں اتباع اور اطاعت سے زیادتی ہوتی چلی جاتی ہے اور بعض دلوں میں نہریں اور دریا موجزن ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس کُفر ظلمت ہے اور کافر کا ہر فعل چونکہ اطاعت سے خالی ہوتا ہے اس لئے ظلمت لاتا ہے، یوں ظلمت پہ ظلمت بڑھتی چلی جاتی ہے جیسا کہ ارشادِ باری ہے، ظلمات بعضہا فوق بعض۔

اطاعت سے جو نور پیدا ہوتا ہے وہ قلب میں نور کی زیادتی کا باعث تو بنتا ہی ہے ماحول کو بھی اپنی قوّت کے مطابق متاثر کرتا ہے اور پوری فضا منور ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ حدیث پاک میں ان لوگوں کی فضیلت بیان ہوئی ہے جنہیں دیکھ کر خدا یاد آجائے۔ اور اس کے برعکس کافر یا بدکار کی ظلمت اس کے دل کو بھی متاثر کرتی ہے اور ماحول اور فضا بھی مکدّر ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اگر یہ ظلمت ایک خاص حد کو پہنچ جائے تو عذابِ الٰہی کے نزول کا باعث بنتی ہے اور پھر اس کی لپیٹ میں صرف انسان نہیں آتے بلکہ پُورا ماحول متاثر ہوتا ہے جس طرح کہ پہلی قوموں پر عذاب نازل ہوئے تو ان کے نزول کا سبب انسانی اعمال تھے مگر پُورے ماحول کو تباہی کا سامنا کرنا پڑا۔

روزِ حشر بھی دِلوں کا نور یا ظلمت چہروں پر عیاں ہوگی چونکہ وہ دن ہی اعمال کے اظہار کا ہوگا اور پھر سوال ہوگا کہ کیا تم ایمان کے بعد پھر کفر میں جا گرے۔ صاحبِ "بحرِ محیط" فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد ان کو توبیخ اور ان کے حال پر اظہارِ تعجب کے لِئے ہوگا اور اگر اس سے مُراد کفار لِئے جائیں تو وہ اس تقدیر پر مراد ہوں گے کہ روزِ میثاق سب ایمان لا چکے تھے مگر دارِ تکلیف میں آکر کافر ہوگئے اور اگر مراد یہود و نصاریٰ ہوں گے تو اس تقدیر پر کہ تورات و انجیل پر بھی اور حضور اکرم ﷺ پر بھی ایمان رکھتے تھے کہ آپ ﷺ کی تشریف آوری کی پیشگوئی اور آپ ﷺ کے اوصاف اُن کی کتابوں میں مذکور تھے لیکن جب آپ ﷺ مبعوث ہوئے تو انکار کر بیٹھے۔ اگر مراد اہلِ بدعت ہوں تو ایسے لوگ مراد ہوں گے جن کی بدعات نے انھیں ایمان سے خارج کر دیا۔ جیسا کہ گزشتہ اوراق میں بشیتر فرقے شمار کیے گئے ہیں اور اگر منافق مراد ہوں تو ان کا ایمان ظاہری اور کفر قلبی مراد ہوگا۔

ان اعمال کی وجہ سے اپنے حاصل کردہ اجر بھگتو! یعنی ذاتِ باری کسی پر خواہ مخواہ عذاب مسلط نہیں فرماتی بلکہ لوگ عذاب کماتے اور کسب کرتے ہیں۔ اے کاش! جو مشقت دخولِ نار کے لِئے کی جاتی ہے وہ حصُولِ قربِ الٰہی کے لئے کی جاتی۔

یاد رکھو! جن کے چہرے منور ہوں گے وہ ہمیشہ ہمیشہ اللہ کی رحمت یعنی جنّت میں رہیں گے کہ جنت میں داخل

ہونے کے بعد کسی کو نکالا نہ جائے گا۔ نیز جنّت کو رحمت فرما کر یہ ظاہر فرمایا کہ انسانی عبادات بغیر رحمتِ باری کے جنّت کو حاصل نہیں کر سکتیں کہ انسان اس قدر انعامات وصول کر چکا ہے جن کا وہ شکر بھی ادا نہیں کر سکتا۔ نیز توفیقِ عبادت اور خلوص فی العبادت خود رحمتِ باری ہی تو ہے اور کمال رحمت یہ ہے کہ یہاں تمام اہلِ جنّت کے لئے خلود کی بشارت ہے مگر اس کے برعکس تمام دوزخیوں کے لئے نہیں کہ دوزخ میں خلود صرف کفار کے لئے ہے اگر کوئی مومن گناہوں کی پاداش میں گیا بھی تو بالآخر نجات نصیب ہو جائے گی۔

یہ اللہ کی آیات ہیں، اللہ کی طرف سے دلائل ہیں جو آپ ﷺ پر اتارے جاتے ہیں کہ خلقِ خدا ان سے ہدایت حاصل کرے حق اور صداقت کے پیکر ہیں۔ اللہ کو یہ پسند نہیں کہ کسی کے ساتھ زیادتی ہو۔ حتٰی کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ مومن کو نیکی پر دنیا میں بھی اجر ملتا ہے اور آخرت میں بھی۔ اور اگر کافر کوئی اچھا کام کرے تو چونکہ اللہ کے لئے تو نہیں کرتا اس لئے آخرت کے اجر سے محروم رہتا ہے لیکن دنیا میں اپنی نیکی کا بدلہ ضرور پا لیتا ہے کہ اللہ کریم کسی سے زیادتی نہیں کرتے ورنہ وہ تو جو چاہے کرے کسی کو اعتراض کا حق حاصل نہیں کہ جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہے سب اسی کا تو ہے اور اپنی ملک میں تصرف پر کسی کو اعتراض کیسا؟ مگر اس کی حکمت اور اس کا انصاف کہ کوئی محروم نہ رہے اور اس کی رحمت اس وقت تک پہنچتی ہے جب تک کوئی خود کو بالکل محروم نہ کرلے۔ نیز تمام امور بھی اسی کی طرف پلٹتے ہیں۔ یعنی حقیقی فیصلہ بھی جملہ امور کا اسی کے دستِ قدرت میں ہے اور اس کے علاوہ کوئی صاحبِ اختیار نہیں۔

رکوع نمبر ۱۲ آیات ۱۱۰ تا ۱۲۰ لن تنالوا ۴

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ
تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ
آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا
لَهُمْ ۚ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ
الْفَاسِقُونَ ﴿١١٠﴾

(مومنو!) جتنی اُمتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو اُن کے لئے بہت اچھا ہوتا۔ ان میں ایمان لانے والے بھی ہیں (لیکن تھوڑے) اور اکثر نافرمان ہیں ﴿١١٠﴾

110. Ye are the best community that hath been raised up for mankind. Ye enjoin right conduct and forbid indecency; and ye believe in Allah. And if the People of the Scripture had believed it had been better for them. Some of them are believers; but most of them are evil-livers.

لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى ۖ وَإِنْ
يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ
ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ﴿١١١﴾

اور یہ تمہیں خفیف سی تکلیف کے سوا کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور اگر تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ پھر اُن کو مدد بھی (کہیں سے) نہیں ملے گی ﴿١١١﴾

111. They will not harm you save a trifling hurt, and if they fight against you they will turn and flee. And afterward they will not be helped.

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا

یہ جہاں نظر آئیں گے ذلت (کو دیکھو گے کہ ان سے

112. Ignominy shall be

ثُقِفُوٓا إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَحَبْلٍ
مِّنَ ٱلنَّاسِ وَبَآءُو بِغَضَبٍ مِّنَ
ٱللَّهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ ٱلْمَسْكَنَةُ ۚ
ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ
ٱللَّهِ وَيَقْتُلُونَ ٱلْأَنۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۚ
ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿١١٢﴾

چمٹ رہی ہے۔ بجز اس کے کہ یہ خدا اور (مسلمان)
لوگوں کی پناہ میں آجائیں اور یہ لوگ خدا کے غضب
میں گرفتار ہیں اور ناداری ان سے لپٹ رہی ہے۔
یہ اس لئے کہ خدا کی آیتوں سے انکار کرتے تھے
اور (اس کے) پیغمبروں کو ناحق قتل کر دیتے تھے۔ یہ
اس لئے کہ یہ نافرمانی کئے جاتے اور حد سے بڑھے جاتے تھے (۱۱۲)

their portion wheresoever they are found save (where they grasp) a rope from Allah and a rope from men.[13] They have incurred anger from their Lord, and wretchedness is laid upon them. That is because they used to disbelieve the revelations of Allah, and slew the Prophets wrongfully. That is because they were rebellious and used to transgress.

لَيْسُوا سَوَآءً ۗ مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ
أُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَتْلُونَ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ
ءَانَآءَ ٱلَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ ﴿١١٣﴾

یہ بھی سب ایک جیسے نہیں ہیں۔ ان اہل کتاب
میں کچھ لوگ (حکم خدا پر) قائم بھی ہیں۔ جو رات کے وقت خدا کی
آیتیں پڑھتے اور (اس کے آگے) سجدے کرتے ہیں (۱۱۳)

113. They are not all alike. Of the People of the Scripture there is a staunch community who recite the revelations of Allah in the night season, falling prostrate (before Him).

يُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ وَ
يَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ
عَنِ ٱلْمُنكَرِ وَيُسَٰرِعُونَ فِى ٱلْخَيْرَٰتِ ۖ
وَأُو۟لَٰٓئِكَ مِنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ﴿١١٤﴾

(اور) خدا پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے اور اچھے
کام کرنے کو کہتے اور بُری باتوں سے منع کرتے
اور نیکیوں پر لپکتے ہیں اور یہی لوگ
نیکوکار ہیں (۱۱۴)

114. They believe in Allah and the Last Day, and enjoin right conduct and forbid indecency, and vie one with another in good works. These are of the righteous.

وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَن يُكْفَرُوهُ ۗ
وَٱللَّهُ عَلِيمٌۢ بِٱلْمُتَّقِينَ ﴿١١٥﴾

اور یہ جس طرح کی نیکی کریں گے اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی
اور خدا پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے (۱۱۵)

115. And whatever good they do, they will not be denied the meed thereof. Allah is Aware of those who ward off (evil).

إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِىَ عَنْهُمْ
أَمْوَٰلُهُمْ وَلَآ أَوْلَٰدُهُم مِّنَ ٱللَّهِ شَيْـًٔا ۖ
وَأُو۟لَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴿١١٦﴾

جو لوگ کافر ہیں اُن کے مال اور اولاد خدا کے عذاب
کو ہرگز نہیں ٹال سکیں گے۔ اور یہ لوگ اہلِ دوزخ
ہیں کہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے (۱۱۶)

116. Lo! the riches and the progeny of those who disbelieve will not avail them aught against Allah; and such are rightful owners of the Fire. They will abide therein.

مَثَلُ مَا يُنفِقُونَ فِى هَٰذِهِ ٱلْحَيَوٰةِ
ٱلدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ
أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوٓا أَنفُسَهُمْ
فَأَهْلَكَتْهُ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ ٱللَّهُ
وَلَٰكِنْ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١١٧﴾

یہ جو مال دُنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں
اُس کی مثال ہوا کی سی ہے جس میں سخت سردی ہو اور
وہ ایسے لوگوں کی کھیتی پر جو اپنے آپ پر ظلم کرتے
تھے چلے اور اُسے تباہ کر دے اور خدا نے اُن پر کچھ ظلم
نہیں کیا بلکہ یہ خود اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں (۱۱۷)

117. The likeness of that which they spend in this life of the world is as the likeness of a biting, icy wind which smiteth the harvest of a people who have wronged themselves, and devastateth it. Allah wronged them not, but they did wrong themselves.

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَتَّخِذُوا
بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ
خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ
بَدَتِ ٱلْبَغْضَآءُ مِنْ أَفْوَٰهِهِمْ
وَمَا تُخْفِى صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۚ
قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ ٱلْءَايَٰتِ ۖ إِن كُنتُمْ
تَعْقِلُونَ ﴿١١٨﴾

مومنو! کسی غیر (مذہب کے آدمی) کو اپنا رازدار نہ بنانا
یہ لوگ تمہاری خرابی اور (فتنہ انگیزی کرنے) میں کسی طرح
کی کوتاہی نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ (جس طرح ہو) تمہیں تکلیف
پہنچے۔ اُن کی زبانوں سے تو دشمنی ظاہر ہو ہی چکی ہے اور
جو (کینے) اُن کے سینوں میں مخفی ہیں وہ کہیں زیادہ ہیں۔
اگر تم عقل رکھتے ہو تو ہم نے تم کو اپنی آیتیں کھول
کھول کر سُنا دی ہیں (۱۱۸)

118. O ye who believe! Take not for intimates others than your own folk, who would spare no pains to ruin you; they love to hamper you. Hatred is revealed by (the utterance of) their mouths, but that which their breasts hide is greater. We have made plain for you the revelations if ye will understand.

هَٰٓأَنتُمْ أُو۟لَآءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا
يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِٱلْكِتَٰبِ
كُلِّهِۦ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوٓا ءَامَنَّا

دیکھو تم ایسے (صاف دل) لوگ ہو کہ اُن لوگوں سے دوستی رکھتے ہو
حالانکہ وہ تم سے دوستی نہیں رکھتے اور تم سب کتابوں پر
ایمان رکھتے ہو اور وہ تمہاری کتاب کو نہیں مانتے) اور جب تم

119. Lo! ye are those who love them though they love you not, and ye believe in all the Scripture. When they fall in with you they say: We

وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ
مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾
اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫
وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا
بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا
لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ؕ
ع اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾

سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں، ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر غصے کے سبب انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں (اُن سے) کہہ دو ﴿۱۱۹﴾ کہ (بدبختو) غصے میں مر جاؤ۔ خدا تمہارے دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے
اگر تمہیں آسودگی حاصل ہو تو اُن کو بُری لگتی ہے اور اگر رنج پہنچے تو خوش ہوتے ہیں اور اگر تم تکلیفوں کی برداشت اور (ان سے) کنارہ کشی کرتے رہو گے تو اُن کا فریب تمہیں کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ یہ جو کچھ کرتے ہیں خدا اُس پر احاطہ کئے ہوئے ہے ﴿۱۲۰﴾

believe; but when they go apart they bite their finger tips at you, for rage. Say: Perish in your rage! Lo! Allah is Aware of what is hidden in (your) breasts.

120. If a lucky chance befall you it is evil unto them, and if disaster strike you they rejoice thereat. But if ye persevere and keep from evil, their guile will never harm you. Lo! Allah is Surrounding what they do.

اسرار و معارف

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ .... وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔

تم سب سے اچھی اُمت ہو کہ آقائے نامدار ﷺ خیر الرسل ہیں اور قرآن کریم سب کتابوں سے اعلیٰ و افضل کتاب ہے۔ تم لوگ جنہیں آپ ﷺ سے نسبت حاصل ہے۔ اور اس کی برکت سے کتاب اللہ کو سمجھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے ایک ایسی سعادت ہے کہ ارشاد ہوا۔ اتممت علیکم نعمتی۔ کہ میں نے اپنی نعمت تم پر تمام کردی۔ تم ہی بہترین لوگ ہو۔

اتمامِ نعمت ایک ایسی عطا ہے جس کی حدود متعین کرنا انسان کے بس کی بات نہیں ہے اور اس پر مزید یہ کہ نعمت کا حصول بھی بے شک بہت بڑی بات ہے مگر اس کو دوسروں پر تقسیم کرنا اور بے حد و حساب بانٹنا بہت ہی بڑی شے ہے اور تمھیں تو بھیجا ہی اس لئے گیا ہے کہ تم یہ دولتِ عظمیٰ لٹاؤ۔ ظاہر ہی لوگوں کے لئے کئے گئے ہو۔

جیسا کہ سورۃ بقرہ میں یہ بحث گزر چکی ہے کہ یہ اُمتِ معتدل ہے باعتبار اعمال کے بھی اور عقائد کے بھی، نہ تو کہیں عقائد میں غلو ہے اور نہ اعمال میں شدت۔ عظمتِ باری کا اقرار ہے تو صاف ستھرا بغیر کسی لگی لپٹی کے۔ رسالت پہ ایمان ہے تو کھرا۔ آخرت حشر نشر اور جملہ ضروریاتِ دین کے متعلق ایسا ٹھوس، صاف ستھرا نظریہ جو نقلاً ثابت اور عقلاً بھی درست۔ اس کے ساتھ اعمال اور عبادات میں ایسا عمدہ توازن کہ نہ اتنی شدت کہ انسان پر بوجھ بن جائے نہ ایسے کم کہ اس کی روحانی تشنگی باقی رہے۔ غرض حقوق اللہ اور حقوق العباد ہر شے ایک قرینہ اور ایک سلیقہ لئے ہوئے ہے اور اس

پر بس نہیں بلکہ اس دولت کو دنیا میں بانٹنے والے بھی ہو نیکی کا حکم کرنے والے اور بدی، ظلم و زیادتی کو مٹانے والے کہ اللہ کریم نے اس امت کو جہاد کی نعمت سے نوازا ہے یعنی جہاں بھی برائی یا ظلم و زیادتی ہو۔ اس کا فرض ہے کہ اس کا سد باب کرے۔ یہی وجہ تھی کہ ہندوستان میں ایک لڑکی کی چیخ صحرائے عرب کو ہلا گئی اور اُٹھے تو نہ صرف اپنوں کو آزادی دلائی بلکہ صدیوں کی مظلوم انسانیت کے لئے مژدۂ نجات لائے اور کمال یہ ہے کہ کسی کو بھی جبراً اپنا عقیدہ قبول کرنے پر مجبور نہ کیا۔ کافر اگر کفر پر قائم رہنا چاہے تو رہے مگر نہ کسی سے زیادتی کا مرتکب ہو اور نہ کوئی اس پر ظلم کرے اور بحیثیت انسان جو حقوق اسے حاصل ہیں ان سے ضرور بہرہ ور ہو۔

اسی طرح انسانیت نے فارس میں پکارا یا ارضِ رُوم میں خادمانِ رسول ﷺ ہی ہیں جو تڑپ کر پہنچے، سمندروں کے سینے چیر کر افریقہ جیسے تاریک براعظم میں بھی انسانیت کی دستگیری کی اور کمال یہ ہے کہ کسی پر اپنی تہذیب یا نظریہ مسلط نہیں کیا، ہاں! اسلام کے کمال سے متاثر ہو کر جس نے قبول کیا وہ پھر گورا کالا یا مغربی و مشرقی نہ رہا بلکہ مسلمان ہو گیا۔ اور وہ تمام حقوق جو ایک مسلمان کو حاصل تھے اُسے بھی حاصل ہو گئے۔ کسی مذہب یا قوم کی تاریخ اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔ ایسی عادل افواج کہ جنہوں نے رُبع صدی میں معلوم دنیا کے تین حصے فتح کئے مگر کسی مفتوح قوم سے ذرا بھر زیادتی کی نہ کسی کا مال لُوٹا نہ عزت بلکہ فاتح لشکر نے مفتوحین کے حقوق کا حق ادا کر دیا۔

یہ سب کیا ہے؛ اتمامِ نعمتِ باری ہے اور یہ سارا کمال ہے نسبتِ محمدیہ ﷺ کا۔ اور ارشاد ہوا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ کہ حقیقی ایمان کی لذت پانے والے ہو، ورنہ اللہ سے ایمان تو تمام اُمتوں کا تھا۔ توحید و رسالت ہی تو بابِ اسلام ہے جو بھی، جس دور میں بھی داخلِ اسلام ہوا اُس نے توحید باری کا اور نبی پاک ﷺ کی نبوت کا اقرار پہلے کیا اور پھر ضروریاتِ دین کا۔ تو خصوصاً اُمتِ مرحومہ کو یہ شرف کیوں بخشا گیا؟ کیا تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو؟

مفسرین کرام نے اسے کمالِ ایمان فرمایا ہے کہ نفسِ ایمان تو سب کو حاصل ہے مگر جو درجہ کمال اس اُمت کو نصیب ہوا وہ اسی کا حصہ تھا کہ قرآن کریم پر نگاہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تمام اُمتوں نے دُنیا میں اپنے لئے چیزیں طلب کیں، دولت، حکومت، مُلک یا اغذیہ وغیرہ۔ یہ جرأتِ رندانہ اس اُمت کو نصیب ہوئی کہ یہ ہمیشہ رضائے باری ہی کی طالب رہی۔ اور اللہ سے اللہ ہی کو مانگا۔ ان کی نگاہ غیر اللہ پہ نہیں ٹھہری۔

زندگی کے دو اصول ہیں تجویز اور تفویض۔ تمام اُمتیں اصولِ تجویز سے آگے نہ بڑھ سکیں اور ہمیشہ طالب رہیں کہ

یہ نعمت مِل جائے وہ دولت حاصل ہو۔ صرف اور صرف اس اُمّت کا کمال تھا کہ اس نے دنیا دے کر، راحت قربان کر کے، حتیٰ کہ جان بھی دے کر صرف اور صرف اللہ کی رضا طلب کی۔ یہ حُسنِ طلب بھی حد درجہ کا کمال رکھتا ہے اس ساری دولت کی اصل آپ ﷺ سے نسبت ہے۔ افسوس! کہ آج وہی گھٹ گئی۔ سُنّت کو چھوڑ کر رواج کو اپنایا جا رہا ہے۔ ایک چھوٹی سی بات ہے کہ مسلمان اپنے محبُوب پیغمبر ﷺ کی سی شکل بنانا خلافِ عزت جانتا ہے اور یورپ کی نقل کر کے یہ سمجھتا ہے کہ میں بڑا معزّز ہو گیا ہوں، بھلا اس سے کس اچھائی کی اُمید کی جا سکتی ہے۔

آیہ کریمہ کے اصل مخاطب تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اور جملہ اُمت میں سے سب سے اعلےٰ مقامات کے حامل کہ ارشاد ہوا، میرے اصحاب رضی اللہ عنہم کو گالی نہ دو۔ کیونکہ تم میں سے اگر کوئی اُحد کے برابر سونا راہِ خدا میں خرچ کرے گا تو ان کے سیر بھر بلکہ آدھے سیر (خرچ کرنے کے درجہ) کو بھی نہیں پہنچے گا۔ نیز ارشادِ رسُول مقبول ﷺ ہے کہ میرے صحابہؓ میں سے جو کوئی کسی زمین میں مرے گا۔ قیامت کے دن وہ ان لوگوں کے لیئے قائد اور نور راہ بنا کر اٹھایا جائے گا۔ (تفسیر مظہری)، باقی تمام اُمت میں سے اگر کوئی اس سعادت سے بہرہ ور ہو گا تو وہ باتباع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ نیز صاحبِ تفسیر مظہری فرماتے ہیں کہ گزشتہ اقوام کی نسبت اس اُمّت کے مبلغین اور مرشدین کی ہدایت میں زیادہ اثر ہے کہ لوگوں کو کھینچ کر اللہ کی طرف لے جاتے ہیں۔

تقسیمِ ولایت

پھر لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قطب الارشاد اور شاہِ ولایت تھے۔ گزشتہ اُمتوں میں سے کوئی بھی آپ کی رُوحانی وساطت کے بغیر درجۂ ولایت تک نہیں پہنچ سکا۔

یہ بات بہت عجیب ہونے کے ساتھ بالکل دُرست ہے کہ جب کمالاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم پہلی کتابوں میں نازل فرمائے گئے تو ظاہر ہے ان اُمتوں کے لیئے ان حقائق کو قبول کرنا جزوِ ایمان ٹھہرا اور یہی رُوحانی استفادہ کی راہ ہے جہاں تک مشاہدات کا تعلق ہے تو اس اُمّت میں بھی ولایت کا رجسٹر بارگاہِ نبوی ﷺ میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھا ہوتا ہے اور سوائے نسبتِ اویسیہ کے تمام سلاسلِ اولیاء اُن ہی کی ذات سے جاری ہوتے ہیں۔ یہ ایکلی نسبت ہے جو سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جاری ہوتی ہے اور پھر یہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہو کر تقسیم ہوتی ہے کہ اس سلسلۂ جلیلہ میں طالب کو رُوحانی طور پر بارگاہِ نبوت میں لا کر آپ ﷺ سے رُوحانی بیعت کرائی جاتی ہے پھر سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اور پھر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے۔ گویا بابِ ولایت وہی ہیں اگرچہ تکمیل کمالات

صدیقیت پہ جا کر ہوتی ہے کہ اس سے اوپر نبوّت ہوتی ہے بقول حضرت استاذنا المکرّم رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ صدیقیت کی چھت نبوّت کا صحن ہوتا ہے۔

اگر اہلِ کتاب بھی تمھاری طرح ایمان لے آتے تو ان کے لئے کس قدر بہتر ہوتا کہ ان کا شمار بھی خیر الاُمم میں ہو جاتا جس طرح کچھ لوگ ان میں سے ایمان رکھتے ہیں یعنی وہ بزرگ جنہیں حضور ﷺ پہ ایمان لانے کی سعادت نصیب ہُوئی۔ جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ، کہ یہ ایمان جو اس اُمّت کو نصیب ہے کمالِ ایمان ہے یعنی دِل کو ماسوا سے پاک کرنا اور ایسی محبت دل میں جمانا کہ دُنیا کی غرض باقی رہے نہ دنیوی لالچ بلکہ ہر قدم صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لئے اُسی کی طلب میں اُٹھے۔ بالکل یہی کمالات ہر اُس انسان کو نصیب ہوئے جو اس اُمّت میں داخل ہوا۔ اور اہلِ کتاب میں سے بہت کم لوگ اس درجہ کو پہنچے، اکثریت کفر میں بھٹک رہی ہے کہ انھیں خاتم الانبیاء ﷺ پر ایمان لانا نصیب نہیں ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے انعامات کو اسی ایمان پہ تمام فرما دیا اور اس کے بعد کسی نئے نبی پہ ایمان لانے کی ضرورت باقی نہ رکھی نہ رسُولِ خدا ﷺ نے اس کی خبر دی بلکہ لا نبی بعدی۔ فرما کر یہ دروازہ ہی بند فرما دیا۔ اب اگر کوئی نبوت کا مدعی ہو تو کذاب ہو گا۔ خواہ مسیلمہ ہو یا قادیانی۔ کیونکہ آپ ﷺ کی بعثت سے انعامات تمام ہو چکے، اور یہ اُمّت خیر الاُمم ٹھہری۔

لن یضروکم الا اذی .... ثم لا ینصرون۔

یہ آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے سوائے اس کے کہ بہتان تراشی وغیرہ سے اذیت پہنچائیں اور اگر اس سے بڑھ کر انھوں نے جنگ کرنے کی ٹھانی تو ذلت آمیز شکست سے دوچار ہوں گے اور کسی طرف سے انھیں کوئی مدد نصیب نہ ہوگی۔ یہ ایک عظیم پیشگوئی تھی، جو حرف بحرف پُوری ہو کر قرآن کی صداقت اور آپ ﷺ کی نبوت پہ گواہ ثابت ہوئی کہ یہود کے بہت بڑے قبیلے مدینہ منوّرہ سے خیبر تک شکست سے دوچار ہوئے اور ذلیل کر کے نکالے گئے بعض پہ جزیہ لگا، کچھ قتل ہوئے اور بالآخر جلا وطن ہوئے حالانکہ غزوۂ خندق میں اُنھوں نے پورے جزیرۃ العرب کو متحد کر کے مسلمانوں کو نابود کرنے کی ٹھانی تھی اور خود بدعہدی کر کے پُشت میں چھرا گھونپنا چاہا مگر اللہ نے انھیں ہمیشہ ذلیل کیا۔

ضربت علیھم الذلّۃ .... ذالک بما عصوا و کانوا یعتدون۔

ان پر ذلّت مسلّط کر دی گئی خواہ یہ کہیں ہوں سوائے اس کے کہ اللہ کے عطا کردہ ذریعہ کے مطابق کسی حد تک گزر بسر کریں یعنی ان حقوق کی بنا۔ پر جو زندہ رہنے کے لیے بحیثیت انسان کافر کو بھی حاصل ہیں، یا دوسروں کی مدد سے زندگی گزاریں۔ صاحبِ کشاف کے مطابق چونکہ استثنا متصل ہے اس لیے ان مذکورہ دو صورتوں کے علاوہ یہود پر ہمیشہ ذلّت مسلّط رہے گی۔ یہ اللہ کے غضب کے مستحق قرار پائے اور ان پر مسکنت یعنی حاجتمندی اور پستی مسلّط کر دی گئی کیونکہ یہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے رہے ہیں اور ناحق جانتے ہوئے بھی قتل انبیاؑ کے مرتکب ہوتے رہے ہیں۔ انھوں نے اطاعت نہ کی اور حد سے نکل گئے۔

یہاں یہودی معاشرے کی پوری تصویر نظر آتی ہے کہ نزولِ قرآن سے لے کر آج تک ذلیل ہیں اور ایسے مسکنت میں جکڑے ہوئے کہ امیر ہوں تو بھی طبعی کنجوسی کی وجہ سے نہ اچھا کھاتے ہیں اور نہ اچھا پہنتے ہیں بلکہ ہمیشہ سُود در سُود ہی کے چکروں میں دولت کو بڑھانے کے درپے رہتے ہیں۔ اگر انھیں زمانہ حاضرہ میں آکر یہودی ریاست نصیب ہوئی تو اس کی حیثیت بھی مغربی طاقتوں کی چھاؤنی سے زیادہ کچھ نہیں۔ رُوس، امریکہ اور برطانیہ آج ہاتھ اٹھالیں تو یہ اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتے۔ اور ان کی مدد سے بھی بحیثیت حکومت زندہ نہ رہ سکتے اگر مسلمان اپنی جگہ پر قائم رہتا۔

آج یہ بدی کو مٹانے اور نیکی کو پھیلانے کے لیے مبعوث ہونے والی اُمّت خود بدی کی ذلّت میں ڈوبتی جا رہی ہے اس کا قبلہ مغرب کی تہذیب بن رہا ہے اور یہ ایمان باللہ کی عظیم دولت کو دُنیا کی عارضی چمک پر فروخت کر رہی ہے مسلمان کی یہ کمزوری بھی یہود کے ناسور کو پھیلنے کا موقع دے رہی ہے جس جسم میں بھی خون صاف نہ رہے اُس پر پھوڑے نکل آتے ہیں۔ تو یہ ریاست یہود کی ریاست نہیں۔ ہمارے گناہوں اور کوتاہیوں کی مجسم صُورت ہے۔

جہاں ایمان کی دولت ہے وہاں چند سر فروش برسوں سے رُوس کے ریچھ کو تگنی کا ناچ نچا رہے ہیں اور اُدھر دس کروڑ عرب پچیس لاکھ یہودیوں سے روز مار کھاتے ہیں اور دُہائی دیتے ہیں اس لیے یہ روضہ اطہر کو چھوڑ کر ساحل لبنان پر رہنا پسند کرتے ہیں اور مسلمانوں کی یہی کمزوری کہ اس نے نسبت آقائے نامدار ﷺ کی حفاظت کا حق ادا نہ کیا کفر کو ڈھیل دی گئی اور کافر حتّٰے کہ ارذل ترین کافر بھی آج اس پر شیر ہو رہے ہیں۔

اللہ کریم تمام مسلمانوں کو سُنّت خیر الانام ﷺ پہ جمع فرمائے۔ آمین!

لیسوا سوآء .... واللہ علیم بالمتقین۔

اہلِ کتاب سب تو ایک جیسے نہیں بلکہ ان میں سے ایک جماعت ایسی بھی ہے جس نے دینِ حق کو قبول کیا ہے اور اس کا اثر ان کے کردار پر ظاہر ہے کہ اُن کی راتیں تلاوتِ کلام سے مزین اور نوافل و سجود سے منور ہیں انھیں اللہ پر کامل ایمان نصیب ہوا ہے اور آخرت کے روز پر کہ وہ نیکی کا حکم کرتے ہیں اور بُرائی سے منع کرتے ہیں اور خود نیکی کی طرف لپکتے ہیں کہ وہ صالحین میں سے ہیں۔

مانعِ برکات

گویا یہ وضاحت فرما دی کہ مانع برکات صرف کفر ہے۔ اگر کفر کی دیوار ڈھے جائے اور ایمان کی حلاوت نصیب ہو تو ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق خیر و صلاح حاصل کر سکتا ہے۔

صاحب تفسیرِ کبیر فرماتے ہیں کہ صالحین کے معزز لقب سے اللہ کریم نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نوازا ہے۔ جیسا کہ کتاب اللہ میں متعدد مقامات پر مذکور ہے۔ اُمتی بھی اپنی حیثیت کے مطابق اس کمال کو حاصل کر سکتا ہے اور یہی مقصود ہے جس کی علامات یہاں گنوا دی گئی ہیں کہ فرائض تو بجائے خود یہ لوگ نوافل پہ حریص ہوتے ہیں اور غفلت سے نکل کر ہوشیاری اور بیداری کو اختیار کرتے ہیں، راتوں کو تلاوت اور سجدوں سے سجاتے ہیں اور نہ صرف خود نیک عمل کی طرف لپکتے ہیں بلکہ سراپا دعوت ہوتے ہیں اور بُرائی سے نہ صرف خود اجتناب کرتے ہیں بلکہ اس کے خلاف ہمیشہ جہاد کرتے ہیں یہی حاصلِ سلوک ہے اور ایک ایسا آئینہ ہے جس میں سے ہر شخص اپنے آپ کو دیکھ کر اندازہ کر سکتا ہے کہ جو شخص بھی نیکی کرے گا اس کی ناقدری نہ کی جائے گی۔

ہمارے ہاں ایک جملہ غلط طور پر مشہور ہے کہ عبادت اُدھاری محنت ہے اس کی اُجرت آخرت میں ملے گی۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ اس آیہ کریمہ نے ایمان اور عبادت کے باعث جو اجر دُنیا میں مرتب ہوتا ہے ارشاد فرمایا اور یہ بھی کہ اللہ نیکی کرنے والوں سے ہر آن باخبر ہے اور کسی کی ذرا سی نیکی بھی ضائع نہیں فرماتا۔ بلکہ دُنیا میں اس پر کمال ایمان اور اصلاحِ احوال کا پھل لگتا ہے اور آخرت میں قربِ الٰہی نصیب ہو گا۔

ان الذین کفروا .... ولکن انفسھم یظلمون۔

رہے وہ لوگ جنہوں نے ایمان قبول نہیں کیا تو اگرچہ وہ دُنیاوی اعتبار سے صاحبِ مال اور صاحبِ اولاد بھی ہوں یا جاہ و اختیار بھی رکھتے ہوں اللہ کی گرفت سے نہیں بچ سکتے۔ اور کوئی شے انھیں عذابِ الٰہی سے خلاصی

نہیں دِلوا سکتی کہ زندگی اور شعور کے ساتھ بعثتِ انبیاءؑ کی نعمت اتنا بڑا احسان ہے کہ جس کا انکار دوزخ میں نہ صرف گرادے گا بلکہ اسی آگ میں ابدالآباد تک رہنا ہوگا اگر وہ دنیا میں کوئی شے خرچ بھی کرتے ہیں تو نہ آخرت کے لئے کرتے ہیں اور نہ اللہ کی اطاعت میں۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی ہرے بھرے کھیت میں کوئی سخت ہوا جس میں تیز سردی ہو چل کر اُسے برباد کردے۔ اور کچھ باقی نہ چھوڑے کہ یہ ان کی بدعملی کا نتیجہ ہے یعنی ان کے کفر نے اس فطری استعداد کے ہرے بھرے کھیت کو جو یہ لے کر پیدا ہوئے تھے تباہ و برباد کردیا۔

انھوں نے کفر اختیار کر کے خود اپنے اوپر ظلم ڈھایا ہے کہ کُفر قبولِ انعامات کو مانع ہے ورنہ اللہ تو کریم ہے وہ کسی پر زیادتی نہیں کرتا۔

یاایھا الذین اٰمنوا .... ان اللہ بما یعملون محیط۔

اے ایمان والو! سوائے اپنوں کے یعنی سوائے ایمان والوں کے کسی کو اپنا بھیدی اور رازدار مت بناؤ کہ یہ تمھیں نقصان پہنچانے سے چُوکیں گے نہیں۔ بلکہ تمھارے ایمان لانے کا اسقدر دُکھ ہے۔ کہ یہ چاہتے ہیں کہ تمھیں زیادہ سے زیادہ تکلیف ہو اور یہ بات ان کی زبانوں سے بھی ٹپک رہی ہے۔ ان کی باتوں سے تمھاری دشمنی کی بُو آتی ہے اور جو کینہ انھوں نے دلوں میں چھپا رکھا ہے وہ بہت زیادہ ہے۔

ہم نے تم پر احسان فرما کر ساری بات کھول دی۔ اب تمھیں بھی چاہیئے کہ عقل سے کام لو اور اگر پہلے کسی کے ساتھ دوستی یا تعلقات تھے بھی تو ایمان اور کفر نے تمھیں تقسیم کردیا۔ اب تمھارا حال یہ ہے کہ تم ان کا بھی بھلا چاہتے ہو ایمان سے دِل صاف ہوگئے اور ان میں محبت اُبھر آئی جس کی شدت اپنے تو اپنے بیگانوں کو بھی سیراب کرنے پر تُلی ہوتی ہے مگر چونکہ یہ کافر ہیں اور دِلوں میں غلاظت رکھتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے دِل نفرتوں سے بھرے ہوئے ہیں اور ایمان داروں کے لئے سوائے دشمنی کے اور کچھ نہیں رکھتے ورنہ تم تو سب کتابوں پر اور جملہ انبیاء پر ایمان رکھتے ہو۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ تمھارے ساتھ محبت کرتے کہ تم ان انبیاءؑ اور کُتب کو بھی مانتے ہو۔ جنہیں ماننے کے یہ مدعی ہیں اور تمھارے نبی اکرم ﷺ اور کتاب کا یہ انکار کرتے ہیں اور تمھیں اُن سے نفرت ہوتی مگر معاملہ یکسر اُلٹ ہے کہ ایماندار سے محبت اور کافر کے دِل سے نفرت جھلک رہی ہے۔

اس حد تک کہ تمھارے سامنے تو اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کر گزرے ہیں مگر علیحدگی میں فرطِ غضب سے انگلیاں کاٹ کاٹ کر کھاتے ہیں یعنی کوئی بھی کافر بہی خواہ نہیں ہو سکتا خواہ اُس پر کتنے احسان بھی کیے جائیں۔ اس لیے انھیں کبھی معتمد اور مشیر نہ بنایا جائے۔ اگرچہ اسلام کی رحمت اور شفقت عالمگیر ہے اور کافر کے حقوق کی حفاظت کا بھی حکم دیا۔ بلکہ رواداری، ہمدردی اور نفع رسانی کے لیے غیر معمولی تاکید فرمائی ہے وہاں ان کے ساتھ تعلقات کی ایک حد متعین فرمادی ہے کہ اس سے آگے بڑھنا فرد اور قوم دونوں کے لیے باعثِ ضرر ہے۔

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو عرض کیا گیا کہ ایک غیر مسلم لڑکا بہت اچھا کاتب ہے۔ فرمایا، اگر میں اُسے منشی رکھ لوں تو گویا کافر کو معتمد بنا لیا۔

اسی طرح تمام نظریاتی ممالک کبھی بھی اپنے نظریہ سے اختلاف رکھنے والے پر بھروسہ نہیں کرتے، روس اور چین ہی کو لے لیں جو شخص کمیونزم پر یقین نہ رکھتا ہو اسے عہدہ تو کجا، ان ملکوں میں آرام سے رہنا نصیب نہیں۔ تو مسلمان کو بھی کفار پہ اعتماد کرنا گویا اپنے نقصان کو دعوت دینا ہے۔ نیز تمام ایسی تحاریک جو اسلام کے نام پر خلافِ اسلام مصروفِ عمل ہیں وہ کھُلے کافروں سے بھی زیادہ خطرناک ہیں جیسے ہمارے ملک میں شیعہ اور قادیانی، کہ جمل و صفین سے لے کر چونڈا تک روافض کی کارستانیاں بکھری پڑی ہیں اور قادیانیت کی تاریخ ایک گماشتے کی حکایت کے سوا کچھ نہیں۔

اسی قسم کے افراد کا ذکر ہو رہا ہے کہ کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں مگر مسلمانوں کی تباہی کے ذمہ دار یہی لوگ ہیں۔ انھیں قریب مت پھٹکنے دو بلکہ کہہ دو کہ اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی آزادی کو دیکھ دیکھ کر جلتے رہو اور غصے کی آگ میں بھسم بھی ہو جاؤ تو تم کچھ نہیں بگاڑ سکتے کہ اللہ دلوں کے بھید جانتا ہے وہ تمھاری چالوں سے باخبر ہے۔ ہاں! یہ ارشاد فرمایا کہ تم خود انھیں اپنا مشیر نہ بنا لینا کہ یہ تمھارے دکھوں پہ خوش ہوتے ہیں اور اگر تمھیں راحت نصیب ہو تو انھیں سخت رنج ہوتا ہے یعنی انتہائی حاسد ہیں۔

ہمیشہ مسلمانوں پر بھروسہ کرو کہ جس دل میں ایمان ہو وہ دوسرے مومن کا بھلا سوچتا ہے اس کے دُکھ پہ دُکھ محسوس کرتا ہے اور اس کی راحت پہ خوش ہوتا ہے اور اے مومنین! اگر تم صبر کرو یعنی کوئی مشکل بھی سامنے ہو تو بجائے کفار پہ اعتماد کرنے کے صبر کرو! اور اطاعت الٰہی کو اپنا شعار بناؤ تو ان کا فریب تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا کہ ان کے اعمال بھی اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ ہاں! اگر تم خود ہی ان کی جھولی میں جا گرو یا اللہ کی نافرمانی شروع کردو

تو پھر بات دوسری ہے گویا گناہ صرف آخرت کی مصیبت ہی نہیں لاتا دنیا کی ذلت اور پریشانی بھی عدم اطاعت کا
پھل ہے جس طرح اطاعت کا پھل اطمینان اور دلی راحت ہے۔

رکوع نمبر ۱۳ آیات ۱۲۱ تا ۱۲۹

لن تنالوا ۴

وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٢١﴾

اور (اس وقت کو یاد کرو) جب تم صبح کو اپنے گھر سے روانہ ہو کر ایمان والوں کو لڑائی کیلئے مورچوں پر (موقع بموقع) متعین کرنے لگے اور خدا سب کچھ سنتا (اور) جانتا ہے ﴿١٢١﴾

121. And when thou settest forth at day-break from thy housefolk to assign to the believers their positions for the battle,[14] Allah was Hearer, Knower:

إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٢٢﴾

اس وقت تم میں سے دو جماعتوں نے جی چھوڑ دینا چاہا، مگر خدا اُن کا مددگار تھا۔ اور مومنوں کو خدا ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے ﴿١٢٢﴾

122. When two parties of you almost fell away, and Allah was their Protecting Friend. In Allah let believers put their trust.

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٢٣﴾

اور خدا نے جنگ بدر میں بھی تمہاری مدد کی تھی اور اس وقت بھی تم بے سروسامان تھے پس خدا سے ڈرو (اور ان احسانوں کو یاد کرو) تاکہ شکر کرو ﴿١٢٣﴾

123. Allah had already given you the victory at Badr, when ye were contemptible. So observe your duty to Allah in order that ye may be thankful.

إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ ﴿١٢٤﴾

جب تم مومنوں سے یہ کہہ (کر اُنکے دل بڑھا) رہے تھے کیا یہ کافی نہیں کہ پروردگار تین ہزار فرشتے نازل کر کے تمہیں مدد دے ﴿١٢٤﴾

124. And when thou didst say unto the believers: Is it not sufficient for you that your Lord should support you with three thousand angels sent down (to your help)?

بَلَىٰ ۚ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُمْ مِنْ فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ﴿١٢٥﴾

ہاں اگر تم دل کو مضبوط رکھو۔ اور (خدا سے) ڈرتے رہو اور کافر تم پر جوش کے ساتھ دفعۃً حملہ کر دیں تو پروردگار پانچ ہزار فرشتے جن پر نشان ہوں گے تمہاری مدد کو بھیجے گا ﴿١٢٥﴾

125. Nay, but if ye persevere, and keep from evil, and (the enemy) attack you suddenly, your Lord will help you with five thousand angels sweeping on.

وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ بِهِ ۗ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴿١٢٦﴾

اور اس مدد کو تو خدا نے تمہارے لئے (ذریعۂ) بشارت بنایا یعنی اس لئے کہ تمہارے دلوں کو اس سے تسلی حاصل ہو ورنہ مدد تو خدا ہی کی ہے جو غالب (اور) حکمت والا ہے ﴿١٢٦﴾

126. Allah ordained this only as a message of good cheer for you, and that thereby your hearts might be at rest—Victory cometh only from Allah, the Mighty, the Wise—

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوا خَائِبِينَ ﴿١٢٧﴾

(یہ خدا نے) اس لئے (کیا) کہ کافروں کی ایک جماعت کو ہلاک یا اُنہیں ذلیل و مغلوب کر دے کہ (جیسے آئے تھے ویسے ہی) ناکام واپس جائیں ﴿١٢٧﴾

127. That He may cut off a part of those who disbelieve, or overwhelm them so that they retire, frustrated.

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١٢٨﴾

(اے پیغمبر) اس کام میں تمہارا کچھ اختیار نہیں (اب دو صورتیں ہیں) یا خدا انکے حال پر مہربانی کرے یا اُنہیں عذاب دے کہ یہ ظالم لوگ ہیں ﴿١٢٨﴾

128. It is no concern at all of thee (Muhammad) whether He relent toward them or punish them; for they are evil-doers.

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ

اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب خدا ہی کا ہے۔ وہ جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب

129. Unto Allah belongeth whatsoever is in the heavens and whatsoever is in the earth.

اسرار و معارف

واذ غدوت من اھلک .... فاتقوا اللہ لعلکم تشکرون۔

کفار کی اسلام دشمنی اور جوشِ غضب کا اظہار ان غزوات سے ہوتا ہے جن میں رحمت عالم ﷺ کو بھی شمشیر بکف ہونا پڑا۔ فرمایا کہ وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے جب آپ ﷺ اپنے گھر والوں کے پاس سے نکلے، اور مسلمانوں کو کفار سے مقاتلہ کرنے کے لئے ترتیب سے جما رہے تھے۔

یہاں مفہوم سے آگاہی کے لئے واقعات جنگ سے آگاہ ہونا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

یہ غزوہ اُحد کے واقعات ہیں جو ۳ھ میں وقوع پذیر ہوئی۔ ۲ھ میں مقام بدر پر ذلت آمیز شکست کھانے کے بعد مشرکین مکہ نے یہ عہد کیا کہ جب تک مسلمانوں سے اس کا بدلہ نہ لیا جائے تب تک چین حرام ہے۔ چنانچہ شام والے تجارتی قافلے کا سارا منافع بھی باتفاق رائے جنگ کی تیاری پر خرچ کیا گیا اور بہت سے قبائل کو ساتھ ملا کر تین ہزار کا لشکر جرار جس کے ساتھ عورتیں بھی تھیں کہ میدان جنگ میں مردوں کو غیرت دلائیں گی۔ یہ لشکر مدینہ منورہ سے باہر جبلِ اُحد کے قریب آ کر خیمہ زن ہوا۔

آقائے نامدار ﷺ نے مسلمانوں سے مشورہ لیا۔ آپ کی رائے مبارک یہ تھی کہ شہر کے اندر رہ کر مقابلہ کیا جائے۔ نیز یہ پہلا موقع تھا کہ عبداللہ ابن اُبی جو بظاہر مسلمان تھا۔ مشاورت میں شامل تھا بعض پُرجوش مسلمانوں نے جو بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ یہ تجویز کیا کہ میدان میں جا کر لڑا جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ مکان کے اندر تشریف لے گئے اور زرہ پہن کر باہر تشریف لائے۔

اہلِ بیت نبویؐ

اسی کی طرف اشارہ ہے کہ جب آپ ﷺ گھر سے نکلے۔ صاحبِ کشاف نے لکھا ہے کہ یہ گھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں یہ بحث فرمائی ہے کہ

چونکہ آپ ﷺ منزل عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روانہ ہوئے تھے۔ یہ آیت اس بات پر نص ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی اہل ہیں اور جیسا کہ ارشاد ہے الطیبات للطیبین والطیبون للطیبات یہ اس بات پر نص ہے کہ آپ رضی مطہرہ تھیں اور ہر قباحت سے مبرا و منزہ۔ کیونکہ نوح علیہ السلام کا بیٹا کافر تھا تو ارشاد ہوا انہٗ لیس من اھلک ایسے ہی حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی۔

آپ ایک ہزار آدمیوں کے ہمراہ مدینہ شریف سے نکلے مگر ابن اُبی راستے سے علیحدہ ہوگیا اور تین سو آدمیوں کو ساتھ لے گیا کہ ہمارا مشورہ نہیں مانا گیا لہٰذا ہم اپنے آپ کو ہلاکت میں کیوں ڈالیں؟ اس کے ساتھی بھی منافقین کا معروف گروہ تھا۔ آپ ﷺ کے ساتھ صرف سات صد جاں نثار باقی رہے۔ جن کی آپ ﷺ نے میدان میں ترتیب سے صف آرائی فرمائی۔ کوہ اُحد کو پشت پر رکھا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو پچاس تیر اندازوں کیساتھ پشت کی جانب درّے پر مقرر فرمایا کہ دشمن اس طرف سے حملہ آور نہ ہو سکے۔

یہ طریقہ جنگ آپ ﷺ نے دُنیا کے سامنے پیش فرمایا ورنہ عرب تو محض زور اور قوت کے بل چڑھ دوڑے تھے آج جب فن حرب اپنے عروج پر ہے پھر بھی حضور ﷺ کا اندازِ جنگ میدان جنگ کے نشیب و فراز کی اہمیت اور سپاہ کی تقسیم کے ساتھ سخت نظم و ضبط ایسی چیزیں ہیں جنہیں مستشرق بھی نظر انداز نہیں کر سکتے اور مختلف کُتب میں اپنے انداز میں تعریف کرتے ہیں۔

اُحد میں تیر انداز

غرض جنگ چھڑی اور اہل مکہ کے منہ پھر گئے حتیٰ کہ اُن کی فوج کے قدم اکھڑ گئے اور بھاگ کھڑی ہوئی۔ ایسی حالت میں وہ تیر انداز جو درّے پر مقرر تھے فتح کے جوش میں درّے سے اُتر آئے اور حضرت ابن عمیر رضی اللہ عنہ کے منع کرنے پر نہ رُکے کہ وہ حکم تو اس وقت تھا اب فتح ہو گئی۔ اب اُس کی ضرورت نہیں۔ صرف چند جانفروش باقی رہے۔ دوسری طرف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جو اہل مکہ کی طرف سے رسالے کے سالار تھے موقع سے فائدہ اٹھایا۔ درّہ خالی دیکھ کر بھاگتے ہوئے سواروں کو سنبھالا اور عقب سے آکر حملہ کر دیا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جاں نثاروں کے ساتھ شہید ہو گئے۔

مسلمان اس غیر متوقع صورت حال سے پریشان ہو گئے اور مشرک فوج نے پلٹ کر حملہ کر دیا۔ غرض سخت ابتری پھیل گئی۔ ساتھ کفار نے یہ افواہ اڑا دی کہ نبی کریم ﷺ شہید ہو گئے۔ اس خبر نے مسلمانوں کے حواس گم کر

دیئے بعض بے جگری سے لڑے کہ اب آپ ﷺ کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے اور بعض پریشان ہو گئے کہ اب کس لیے لڑیں ؟

نبی کریم ﷺ زخمی ہوئے آپ کے دندان مبارک شہید ہو گئے رُخ انور سے خون جاری ہوا اور آپ ﷺ کے ساتھ دس بارہ جاں نثار رہ گئے۔ باقی سب میدان میں منتشر ہو گئے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ساتھ رہ جانے والوں کے چند نام گنوائے ہیں جن میں پہلا نام سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے۔ فرماتے ہیں،

لو یبق معہ الا ابوبکر و علی و عباس و طلحہ و سعد۔ (تفسیر کبیر)

کہ ایک انصاری نے آپ ﷺ کو دیکھ کر اعلان کیا کہ آپ ﷺ اس طرف تشریف رکھتے ہیں چنانچہ مہاجرین و انصار آپ کے گرد جمع ہو گئے اور مشرکین کو میدان سے بھاگنا پڑا۔ اکثر جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے آپ ﷺ کا رُخ انور زخمی ہوا مگر فتح بہر حال اسی لشکر کی شمار ہو گی جو میدان میں مقیم رہا اور جو بھاگ گیا وہ ہزیمت خوردہ تھا۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ درّہ پر مقررہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے مال غنیمت لوٹنے کے لئے درّہ چھوڑ دیا مگر یہ بات اس وجہ سے درست نہیں کہ غنیمت ہمیشہ ایک جگہ جمع ہوتی تھی۔ اور پھر سب پر تقسیم ہوتی تھی نہ کہ جس نے لوٹ لیا، وہ مال اُسی کا ہو گیا اس لئے یہ تو بات ہی غیر مناسب ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ وہ سمجھے فتح ہو گئی۔ اب ہمارا کام ختم ہو گیا اور جوش فتح میں دوسری سپاہ کے ساتھ آملے اگرچہ اتباع رسالت ﷺ کو عمداً نہ چھوڑا۔ اجتہاداً خطا ہوئی مگر دنیا کی تکلیف تو اس پر بھی مرتب ہوئی۔ نیز صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلوص پر انعامات بھی بے بہا مرتب ہوئے اور شہادت و جاں نثاری کا موقع نصیب ہوا۔

یہاں جو متعدد امور مستفید ہوتے ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں،

۱۔ اذ غدوت من اھلک۔ یعنی آپ اہل و عیال میں تھے مگر اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کھڑے ہوئے یعنی اولیت دین کو حاصل ہے اور باقی تمام تعلقات درجہ ثانی میں ہیں۔

۲۔ ام المومنین حضرت عائشۃ الصدیقۃ رضی اللہ عنہا اہل بیت رسول پاک ﷺ طاہر بی بی ہیں اگر اس بات میں تردد پیدا ہوا تو ایسا شخص نص قرآنی کا منکر ہو کر کافر ٹھہرے گا۔

۳ - اگرچہ مشاورت درست ہے مگر منشائے رسول ﷺ کا لحاظ مقدم ہے

مشاورت اور منشائے شیخ

اگر آپ خلافِ منشاء پر راضی ہو جائیں تو دینی نقصان نہ ہوگا مگر دنیاوی تکلیف ضرور مرتب ہوگی اور یہی حال طالب کا شیخ کے ساتھ ہونا چاہیئے کہ شیخ کو اس کی منشاء کے خلاف رائے نہ دے یعنی اگر دونوں طرف جواز ہو تو اس طرف کو اختیار کرے جو شیخ کو منظور ہو ورنہ دنیاوی نقصان ہوگا۔

۴ - تبوّئ المؤمنین مقاعد للقتال - کہ آپ ﷺ مومنین کو ترتیب سے جما رہے تھے بلحاظ عہدہ و رتبہ بھی اور بلحاظ فرائض و مناصب بھی اور مناسب اور موزوں مقامات پر بھی یعنی ہر کام میں جنگ ہو یا امن ایک ترتیب ضروری ہے۔

۵ - اس مقررہ نظام کے تابع رہنا بہرحال ضروری ہے عمداً مخالفتِ دین کے نقصان کا باعث ہوگی اور نادانی سے اگر سرزد ہوئی تو بھی دنیاوی نقصان ضرور ہوگا۔ طالبانِ طریقت کے لیے یہ جملہ امور اشد ضروری ہیں۔

حفاظتِ الٰہیہ

فرمایا، اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے حتیٰ کہ جب دو جماعتوں نے کم ہمتی دکھانے کا قصد کیا۔ یعنی بنی سلمہ اور بنی حارثہ نے جب وہ ابن ابی منافق کی اس بات سے اثر پذیر ہوئے کہ یہ لڑائی تو اپنے آپ کو خواہ مخواہ ہلاکت میں ڈالنا ہے تو اللہ نے انھیں سنبھال لیا۔ اور ایسی نامردی سے محفوظ فرمایا۔ واللہ ولیھما اللہ ان کا مددگار تھا۔ یہ برکت ان کے خلوص کی اور حضور ﷺ کی معیت کی ظاہر فرمائی کہ اگرچہ حالاتِ ظاہری نے ان کے ذہنوں میں یہ بات ڈال دی کہ یہاں سے پلٹ جانا چاہیئے مگر چونکہ وہ مخلص تھے اللہ نے ان کی حفاظت فرمائی اور انھیں ثابت قدم رکھا۔ حالانکہ منافقین پلٹ کر چلے گئے تھے انھیں اس سعادت سے محروم کر دیا کہ وہاں نفاق تھا۔ سو ولایت خلوص کا نام ہے اور ایسے لوگ معصوم نہیں ہوتے مگر محفوظ ضرور رہتے ہیں۔ اللہ جل شانہٗ ان کی حفاظت فرماتے ہیں۔ لہٰذا بدکاروں کو ولی تسلیم کرنا جہالت ہے۔ نیز مومنین کا بھروسہ تو اللہ پر ہوتا ہے یعنی جملہ اسبابِ ظاہری پر پوری محنت و دیانت سے عمل کرنے کے بعد نتائج کو اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں۔

ترکِ سبب توکل نہیں ہے بلکہ اسباب اختیار کر کے ذاتِ باری پر بھروسہ کرے اور نتائج کی امید اس کی ذات سے رکھے۔ وہ ایسا قادر ہے کہ بغیر اسباب کے بھی اور اسباب کی کمی کے باوجود بھی جس طرح چاہے نتائج مرتب فرما سکتا ہے جیسے یومِ بدر اس نے تمہاری مدد فرمائی حالانکہ کفار کے مقابلے میں تم لوگ بہت کمزور تھے۔ یہ واقعہ ۱۷ رمضان المبارک ۲ھ کو پیش آیا۔ بدر مکہ معظمہ سے آتے ہوئے مدینہ کی طرف راستے میں ایک مقام ہے۔ جہاں مشرکین مکہ اور مسلمانوں کے

درمیان سب سے پہلا معرکہ بپا ہوا۔ مشرکین تعداد میں ایک ہزار چُنے ہوئے۔ جنگجُو بہادروں کا لشکر لائے تھے۔ بہترین اسلحہ وافر راشن، غرض ہر لحاظ سے مکمل تیاری کے ساتھ آئے تھے۔ اور مسلمان تعداد میں تین سو تیرہ، اسلحہ نہ ہونے کے برابر سواریاں بہت کم، اور یہی حال راشن کا تھا۔ پھر ان تین سو تیرہ میں کچھ کمسن تھے تو کچھ حضرات عمر رسیدہ بھی۔

لشکرِ کفار نے پہلے پہنچ کر میدان کے جنگی اعتبار سے مفید حصے پر قبضہ جما لیا تھا۔ غرض باعتبار اسباب کے ہر لحاظ سے کفار مضبوط تھے مگر نصرتِ الٰہی کا کیا کہنا کہ اس قدر ذلت آمیز شکست سے دوچار ہوئے کہ ان کے چیدہ چیدہ افراد میں سے ستر نامور سردار قتل ہوئے اور اتنے ہی مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوئے جبکہ مسلمان شہدا کی تعداد صرف چودہ (۱۴) تھی۔

یہ بظاہر تو ایک چھوٹی سی اور مقامی سطح کی جنگ تھی مگر اپنے اثرات کے لحاظ سے اس نے پوری دُنیا کو متاثر کیا اور بقول ہٹی،

"یہ اسلام کی پہلی فتح مبین تھی۔" (ہسٹری آف عربیہ)

اور ارشاداتِ رسول ﷺ کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس مختصر سے لشکر پر اسلام کی فتح کی بنیاد رکھی گئی جیسا کہ آپ ﷺ نے دعا میں عرض کیا تھا کہ اے بارِ الٰہا! اگر یہ لوگ آج یہاں کھیت رہے تو کبھی کوئی شخص تیری عبادت نہ کر سکے گا کہ آج میں سارے کا سارا اسلام کفر کے مقابلے پر لے آیا ہوں۔ اللہ کریم نے عظیم الشان فتح نصیب فرمائی اور اسلامی ریاست کی بنیاد مضبوط تر بنیادوں پر استوار ہوئی۔

اللہ سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو کہ اصل طریقۂ شکر یہی ہے قرآن کریم نے مسلمان کو تمام مصائب کا علاج اور جملہ پریشانیوں کا حل ایک لفظ میں ارشاد فرما دیا ہے اور وہ ہے تقویٰ میں صبر اور صلوٰۃ میں شکر اور کہیں ذکر۔ موقع کی مناسبت سے یہ تمام اُمور بتلائے گئے ہیں جو درحقیقت تقویٰ کے حصے ہیں اور لفظ تقویٰ تمام امور کو شامل ہے۔

یہاں تقویٰ میں شکر فرع کے طور پر بیان ہوا ہے یعنی شکر کرنے کی عملی صورت خلوص دل سے اللہ کی اطاعت میں اپنی پوری کوشش صرف کرنے کا نام ہے اور یہی سب کچھ تصوف و سلوک کا ماحصل ہے۔

اذ تقول للمؤمنین .... فینقلبوا خائبین۔

جب آپ ﷺ بدر کے موقع پر ارشاد فرما رہے تھے کہ کیا تمھاری تقویت کے لئے یہ امر کافی نہیں کہ تمھارا رب تمھاری مدد تین ہزار ملائکہ کے لشکر جرار سے کرے جو صرف اسی غرض سے آسمان سے نازل ہوں یعنی یہ

کام وہ فرشتے انجام نہ دیں جو پہلے ہی مختلف امور کی انجام دہی کے لئے زمین پر موجود ہیں بلکہ ایک خاص مقام کے حامل فرشتے جو صرف اس کام کو انجام دینے کے لئے نازل ہوں جو تمہیں کرنا ہے اور فرمایا اس سے بھی زیادہ کہ اگر تم صبر اور تقویٰ پر بدستور قائم رہو۔ کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ پہلے بھی وصفِ تقویٰ اور صبر سے متصف تھے تو نزولِ ملائکہ ہوا۔ اب اگر یہ وصف کمال کی طرف بڑھتا رہے تو ملائکہ کی تعداد بھی زیادہ کردی جائے گی کہ اگر کفار یکبارگی تم پر ٹوٹ پڑیں تو پانچ ہزار کا لشکر جو نشان زدہ گھوڑوں پر سوار ہو تمہاری مدد کو پہنچ جائے۔

یہ مختلف مدارج اور کیفیات ہیں فنا فی اللہ کی، کہ جس قدر قرب بڑھتا جائے، برکات ہیں زیادہ ہوتی چلی جاتی ہے۔ فرشتے لڑائی کے لئے مکلف نہ تھے بلکہ یہ کام مسلمانوں کو انجام دینا تھا مگر ان کے قلوب اس قدر مستغرق تھے جمالِ باری میں کہ ان کا کام ملائکہ کے سپرد ہوا اور وہ بھی خاص درجہ کے فرشتے مقرر ہوئے۔

اب صورت یہ ہوتی ہے کہ انسان اگر ذاتِ باری سے دور ہوتا چلا جائے تو دل انوارت سے خالی ہو کر شیطان کی قرارگاہ بن جاتا ہے پھر جوں جوں دور ہو شیطان کو کھل کھیلنے کا موقع ملتا ہے کہ ظلمت بڑھتی چلی جاتی ہے لیکن قربِ الٰہی کی صورت میں ابتداء ہی نورانیت کے ظہور سے ہوتی ہے اور جوں جوں ترقی نصیب ہو نورانیت بڑھتی چلی جاتی ہے جس کی وجہ سے ملائکہ مقربین کا نزول قلب پر ہوتا ہے۔ اور اس کے لئے بشارت، سکون اور اطمینان کا باعث بنتے ہیں۔ یہاں بھی نزولِ ملائکہ کا سبب یہی ارشاد ہوا ہے کہ۔ بشریٰ لکم ولتطمئن قلوبکم۔ تمہارے لئے بشارت کا سبب ہوں اور دلوں کو قرار بخشیں، نیز شیاطین اور ان کے مسکن قلوب پریشان ہوں ورنہ تو اللہ قادر ہے اصل غلبہ اور مدد اسی کی ہے جو حکیم، دانا بھی اور زبردست اور قادر بھی ہے۔ اور یہ سب نزول برکات اور ملائکہ اس نے اس لئے فرمایا ہے کہ کفار میں سے بعض کو ہلاک کرے اور باقیوں کو ذلت آمیز شکست سے دوچار کر کے خائب و خاسر لوٹا دے

کراماتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

میدانِ بدر میں بعض کفار فرشتوں کے ہاتھوں بھی ہلاک ہوئے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں جب میں نے کافر پہ وار کرنا چاہا تو اس سے پہلے کہ میری تلوار اس پر پڑے اس کا سر تن سے کٹ چکا ہوتا۔ اسی طرح بعض جسمانی طور پر کمزور صحابہؓ نے بڑے طاقتور مشرکوں کو قیدی بنا لیا جس کے بارے وہ کفار بھی کہتے تھے کہ میں نہیں جان سکتا کہ اس نے مجھے کس طرح باندھ لیا ہے بس

اتنی خبر ہے کہ میں اس کے ہاتھوں میں ہل نہیں سکتا تھا۔

اسی طرح میدان اُحد میں بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بہت سے مشاہدات بیان ہوئے ہیں جیسے حضرت انس بن نصر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پہاڑ کے دامن سے جنّت کی خوشبو آرہی ہے اسی طرف لپکے اور شہید ہو گئے، یا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ایک فرشتے نے بڑھ کر جھنڈا تھام لیا اور گرنے نہ دیا۔ جب حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے مصعبؓ! آگے بڑھو تو فرشتے نے کہا میں مصعبؓ نہیں ہوں اور آپ ﷺ نے دیکھا کہ فرشتہ ہے یا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان کہ میں تیر پھینکتا تھا تو ایک سفید رنگ کا جوان مجھے واپس لا دیتا تھا۔ یہ واقعات تفسیر کبیر میں صفحہ ۲۳ پر ارشاد ہوئے ہیں۔ صفحہ ۲۵ پر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ رویت ملائکہ کے بارے جسے شبہ گزرے وہ قرآن اور نبوّت کا منکر ہے۔ اور اگر اقرار کرنے والا ہے تو ایسا شبہ اس کے دل میں نہیں آسکتا اور نزولِ ملائکہ کے بارے میں ارشاد فرتے ہیں کہ تمام مفسّرین اور جملہ مورخین متفق ہیں۔

ان جملہ امور میں معجزاتِ نبوی ﷺ اور کراماتِ صحابہ رضی اللہ عنہم واضح ہیں اور یہ سب قربِ الٰہی کی برکات کا ظہور ہے۔ نیز غیر نبی کو یہ مقام حاصل نہیں ہو سکتا۔ کہ فرشتوں کو دیکھے یا ان سے کلام کرے یا کسی کو اس درجہ کی فناء تمام نصیب ہو کہ وہ جس کی طرف متوجّہ ہو وہ کام اللہ کی طرف سے انجام پا جائے اور اسی طرح صوفیاء توجہ اور القا سے طالبین کے دلوں کو مضبوط اور روشن کرتے ہیں اور یہ کام نبی کی اطاعت کے سبب اپنی حیثیت کے مطابق نصیب ہوتے ہیں۔

لیس لک من الامر شیئ .... واللہ غفور رحیم۔

حضور نبی کریم ﷺ جب اُحد میں زخمی ہوئے تو آپ ﷺ کو بہت رنج ہوا۔ اور ارشاد فرمایا کہ وہ قوم کیسے فلاح پاسکتی ہے جس نے اپنے نبی کا چہرہ (رُخِ انور) خون آلود کر دیا۔ درآں حالیکہ وہ ان کو اللہ کی طرف بلاتا ہے تو ارشاد ہوا ہر فرد کا معاملہ ربّ العٰلمین سے ہے اور آپ ﷺ کو اس میں کچھ دخل نہیں۔ اگر چاہے تو توبہ کی توفیق ارزاں کردے اور چاہے تو انہیں عذاب کرے کہ وہ ناحق پر تو ہیں ہی۔

آپ ﷺ کو صبر کرنا ہی سزاوار ہے کہ یہی عبدیتِ کاملہ ہے کہ انسان ہر حال میں اظہارِ عجز کرے اور اس کی مملکت کو جاننے کا مدعی نہ ٹھہرے۔ یہی ظاہر ہوا کہ بعض کو تو مثالی توبہ نصیب ہوئی جیسے حضرت خالد اور حضرت عکرمہ بن ابو جہل رضی اللہ عنہما جلیل القدر صحابہ اور عالی قدر سالار ہوئے اور بعض کفر میں بھٹکتے ہوئے ہلاک ہو گئے۔ دراصل ہر شخص

کی کیفیاتِ قلبی اور اللہ کے ساتھ تعلق باطنی پر اجر مرتب ہوتے ہیں جن کی حقیقت کو جاننا صرف اللہ ہی کو سزاوار ہے کہ ارض و سما اور جو کچھ ان میں ہے سب کا مالک وہی ہے اور وہی منتظم بھی ہے جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب میں مبتلا کر دے۔ بخش دینے میں تو کوئی حیرت کی بات نہیں کہ وہ غفور اور رحیم ہے اس کی رحمت ہر چیز سے سابق ہے، اور مبتلائے عذاب کرنے کا سبب پہلے ارشاد ہوا کہ فانھم ظلمون۔ کہ وہ خود ناحق کرنے والے ہیں۔

شیخ کا کام صرف توجّہ دینا ہے

یہ بات واضح ہوئی کہ شیخ توجہ تو دے سکتا ہے مگر اثر تب مرتب ہو گا جب طالب کے دل میں بھی خالص طلب ہو ورنہ اللہ دلوں کے حال جانتا ہے جنہیں جاننا شیخ کے لئے ضروری نہیں اور اکثر تو وہ معاف فرما دیتا ہے اور دلوں کو خلوص عطا فرما دیتا ہے مگر بعض بدنصیب اپنے قلبی اثرات کے باعث تباہی کے گڑھے میں بھی گر جاتے ہیں۔

اللہ کریم ہم سب کو اپنے عذابوں سے محفوظ رکھے! آمین۔

رکوع نمبر ۱۴ آیات ۱۳۰ تا ۱۴۳ لن تنالوا ۴/۵

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾	اے ایمان والو! دُگنا چوگنا سُود نہ کھاؤ اور خدا سے ڈرو تاکہ نجات حاصل کرو (۱۳۰)	130. O ye who believe! Devour not usury, doubling and quadrupling (the sum lent). Observe your duty to Allah, that ye may be successful.
وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾	اور دوزخ کی آگ سے بچو جو کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے (۱۳۱)	131. And ward off (from yourselves) the Fire prepared for disbelievers.
وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾	اور خدا اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحمت کی جائے (۱۳۲)	132. And obey Allah and the messenger, that ye may find mercy.
وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾	اور اپنے پروردگار کی بخشش اور بہشت کی طرف لپکو جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے اور جو (خدا سے) ڈرنے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے (۱۳۳)	133. And vie one with another for forgiveness from your Lord, and for a Paradise as wide as are the heavens and the earth, prepared for those who ward off (evil);
الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾	جو آسودگی اور تنگی میں (اپنا مال خدا کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں اور خدا نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے (۱۳۴)	134. Those who spend (of that which Allah hath given them) in ease and in adversity, those who control their wrath and are forgiving toward mankind; Allah loveth the good;
وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ڞ وَلَمْ يُصِرُّوْا	اور وہ کہ جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے حق میں کوئی اور بُرائی کر بیٹھتے ہیں تو خدا کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور خدا کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ اور جان بوجھ کر	135. And those who, when they do an evil thing or wrong themselves remember Allah and implore forgiveness for their sins—Who forgiveth sins save Allah only?—and will not knowingly repeat (the

عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣٥﴾
اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ
رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ
اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿١٣٦﴾
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ
فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١٣٧﴾
هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّ
مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٣٨﴾
وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ
الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾
اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ
الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ
الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ
وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ
مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٠﴾
وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٤١﴾
اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ
وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا
مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٤٢﴾
وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ
مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۠ فَقَدْ
رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿١٤٣﴾ ع

اپنے افعال پر اڑے نہیں رہتے ﴿١٣٥﴾
ایسے ہی لوگوں کا صلہ پروردگار کی طرف سے
بخشش اور باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی
ہیں (اور) وہ اُن میں ہمیشہ بستے رہیں گے اور
(اچھے) کام کرنے والوں کا بدلہ بہت اچھا ہے ﴿١٣٦﴾
تم لوگوں سے پہلے بھی بہت سے واقعات گزر چکے
ہیں۔ تو تم زمین میں سیر کر کے دیکھ لو کہ جھٹلانے
والوں کا کیسا انجام ہوا ﴿١٣٧﴾
یہ (قرآن) لوگوں کے لئے بیان صریح اور اہلِ تقویٰ
کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے ﴿١٣٨﴾
اور (دیکھو) بیدل نہ ہونا اور نہ کسی طرح کا غم کرنا اگر تم
مومن (صادق) ہو تو تم ہی غالب رہو گے ﴿١٣٩﴾
اگر تمہیں زخم (شکست) لگا ہے تو اُن لوگوں کو بھی
ایسا زخم لگ چکا ہے۔ اور یہ دن ہیں کہ ہم ان کو
لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں۔ اور اس سے یہ بھی
مقصود تھا کہ خدا ایمان والوں کو متمیز کر دے اور تم
میں سے گواہ بنائے اور خدا بے انصافوں کو پسند نہیں کرتا ﴿١٤٠﴾
اور یہ بھی مقصود تھا کہ خدا ایمان والوں کو خالص
(مومن) بنادے اور کافروں کو نابود کر دے ﴿١٤١﴾
کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ (بے آزمائش) بہشت میں جا داخل ہو گے (حالانکہ)
ابھی خدا نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو تو اچھی طرح معلوم کیا ہی نہیں
(اور یہ بھی مقصود ہے کہ) وہ ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کرے ﴿١٤٢﴾
اور تم موت (شہادت) کے آنے سے پہلے اس کی تمنا
کیا کرتے تھے سو تم نے اُس کو آنکھوں سے
دیکھ لیا ﴿١٤٣﴾

wrong) they did

136. The reward of such will be forgiveness from their Lord, and Gardens underneath which rivers flow, wherein they will abide for ever—a bountiful reward for workers!

137. Systems have passed away before you. Do but travel in the land and see the nature of the consequence for those who did deny (the messengers).

138. This is a declaration for mankind, a guidance and an admonition unto those who ward off (evil).

139. Faint not nor grieve, for ye will overcome them if ye are (indeed) believers.

140. If ye have received a blow, the (disbelieving) people have received a blow the like thereof.[15] These are (only) the vicissitudes which We cause to follow one another for mankind, to the end that Allah may know those who believe and may choose witnesses[16] from among you; and Allah loveth not wrong-doers.

141. And that Allah may prove those who believe, and may blight the disbelievers.

142. Or deemed ye that ye would enter Paradise while yet Allah knoweth not those of you who really strive, nor knoweth those (of you) who are steadfast?

143. And verily ye used to wish for death before ye met it (in the field). Now ye have seen it with your eyes!

اسرار و معارف

یایها الذین امنوا لاتأکلوا الربو .... اعدت للکفرین -

توکل

نیز توکل کا اطلاق مومن کے جملہ کردار پر ہوتا ہے۔ زندگی کے تمام شعبوں میں اسے اپناؤ ! کہ میدان میں
لڑنا جہادِ اصغر ہے اور پوری عمر اپنی خواہشات کو مرضیاتِ باری کے تابع رکھنا جہادِ اکبر ہے کہ مسلسل اور

طویل جنگ ہے۔

زندگی میں عموماً حصولِ رزق ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے گرد انسانی کوششیں گردش کرتی ہیں اس میں حلال و حرام کی تمیز اور حصولِ رزق کے جائز ذرائع اختیار کرنا اصل کام ہے جس کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ سُود کو قطعی طور پر چھوڑ دو اور دوگنا چوگنا کر کے اگرچہ بہت زیادہ آمدن کا امکان ہے مگر حرام ہو کر خلافِ تقویٰ ہے۔ نیز کفّار سُودی رقمیں جنگ کی تیاری پر بھی لگاتے تھے تو مسلمان یہ نہ سوچے کہ اس طرح زیادہ سامانِ حرب حاصل کیا جاسکے گا بلکہ حقیقی فلاح اور کامیابی کو نگاہ میں رکھے جو اطاعت الٰہی اور تقویٰ پر مرتب ہوتی ہے۔

اس طرح یہ ایک خالص معاشی مسئلہ جنگ اور صلح کے انداز بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مومن نہ صرف میدانِ جنگ میں بلکہ زندگی کے ہر میدان میں اللہ پر بھروسہ کرے اور کبھی اطاعت کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دے اگر کبائر میں مبتلا ہوا تو آگ سے عذاب دیئے جانے کا اندیشہ ہے جو بنیادی طور پر کفار کے لئے تیار ہوئی ہے کہ ممکن ہے کبائر پر اصرار ایمان کے ضیاع کا باعث بن جائے اور خاتمہ کفر پر ہو یا کبائر کی سزا میں جہنم میں جانا پڑے جو حقیقتاً کفار کی جگہ ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ ہر حال میں اور ہر کام میں مومن کی نگاہ اُخروی نتائج پہ ہونی چاہیئے اور دنیا سے مرعوب ہو کر لالچ میں آکر کبھی ایسے ذرائع اختیار نہ کرے جو اللہ کی اطاعت کے خلاف ہوں اور توکل کے منافی ہوں۔

واطیعوا اللہ والرسول .... اعدت للمتقین۔

اللہ کی عبادت کرو اور اس کے رسُول کی اطاعت کو شعار بناؤ تا کہ تم اللہ کی رحمت کو حاصل کر سکو کہ رسُول اللہ ﷺ کا ایک منصب اور مقام یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ کا کلام اس کے بندوں تک پہنچایا۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ ہمارے لئے تو یہ بہت کافی ہے تو اس طرح درُست ہوگا کہ وہ اس کلام کی شرح اور مفہوم کو اللہ کے رسُول ﷺ سے حاصل کرے کیونکہ یہ بھی منصبِ نبوّت و رسالت ہے کہ کتاب کا مفہوم اور تبیین ارشاد فرمائے لتبین للناس مانزل الیھم آپ ﷺ بیان فرمائیں کہ نازل شدہ آیات کا مفہوم کیاہے۔

اطاعتِ رسُول ﷺ کا مفہوم

اطاعتِ رسُول ﷺ کے لئے بطورِ خاص ارشاد فرمایا کہ کوئی بھی شخص اپنی پسند کے معانی نہ پہنا سکے ورنہ حضور ﷺ کے مخاطب تو فصحائے عرب تھے اور اپنی تمام علمی قوّت اور فصاحت و بلاغت کے باوجود کتاب اللہ کو سمجھنے میں آپ ﷺ کے محتاج تھے اکثر

حکام مجمل ارشاد ہوئے اور پھر ان کی تشریح اور تفصیل آپ ﷺ نے لوگوں تک پہنچائی، جیسے ارشاد ہے اقیموا الصلوٰۃ واٰتوالزکوٰۃ۔ اب نماز میں رکوع، سجود، تسبیحات، قیام یا تعداد رکعت نیز اوقات۔ یہ جملہ امور آپ ﷺ نے ارشاد فرمائے اور یہ بھی وحیِ الٰہی سے ہی تھا کہ آپ ﷺ کا منصب تھا۔ ایسے ہی زکوٰۃ کے مختلف نصاب یا دیگر امورِ بیع و شرا یا حلال و حرام سب کی تفصیل آقائے نامدار ﷺ کے ارشاداتِ عالیہ میں ہی مل سکتی ہے نیز آپ ﷺ نے ایک پورا معاشرہ تیار فرمایا جس میں ہر طرح کے لوگ شامل تھے شہری، بدوی، عالم، جاہل بوڑھے، بچے، مرد، عورتیں، کاشت کار، مزدور اور تاجر، ان لاکھوں نفوسِ قدسیہ کی تربیت کتاب اللہ کے منشاء کے مطابق فرمائی۔ آیات نازل ہوئیں آپ ﷺ نے ان کا مفہوم ارشاد فرمایا۔ اور ان ہی لوگوں نے آپ ﷺ سے وہ آیات سنیں، مفہوم بھی سمجھا پھر آپ ﷺ کے سامنے اس کے مطابق عمل کر کے حضور ﷺ سے اس کی تائید اور تصدیق حاصل کی۔ اور اس امانت کو آنے والی نسلوں کے سپرد فرمایا۔ اللہ کریم ان سب پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے آمین۔

یہ کسی طرح درست نہیں کہ کوئی شخص قرآن کے الفاظ تو ان سے حاصل کرے اور معانی و مفہوم خود متعین کرے یا ذخیرۂ حدیث کو قرآن سے الگ سمجھ کر انکار کر بیٹھے۔ یہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ حفاظتِ الٰہیہ کا وعدہ صرف الفاظِ قرآنی تک محدود نہیں بلکہ مفاہیم کو بھی شامل ہے اور اللہ کریم نے جس طرح حفاظتِ حدیث کی سعادت اہلِ حق کو نصیب فرمائی ہے یہ انھیں کا حصہ ہے۔

ارشاد ہے کہ اپنے رب کی بخشش اور جنت کی طرف دوڑو یعنی اللہ کی اطاعت حضور ﷺ کی تعلیمات و ارشادات کی روشنی میں اپنی پوری ہمت سے کرو اور اپنی ساری توانائیاں اس پر صرف کردو۔ جس طرح مقابلے کی دوڑ لگانے والا اپنی پوری قوت صرف کردیتا ہے اس طرح حصولِ مغفرت کے لئے اور دخولِ جنت کے لئے جو کہ رضائے باری کا مظہر ہے پوری کوشش کرو۔ یہاں مغفرت کے ساتھ صفاتی نام "رب" ارشاد ہوا ہے۔ ربوبیت جس طرح ہر شے کی پرورش کرتی ہے وہاں یہ اہتمام بھی کرتی ہے کہ جو شے جہاں مناسب یا ضروری ہو وہ وہیں رکھی جائے اور حسنِ ترتیب بھی ربوبیت کا ہی کرشمہ ہے کبھی کیکر پر آم نہ آئیں گے اور کیلے کے درخت کو بیری کا پھل نہ لگے گا۔

مغفرت بھی یقیناً اسبابِ مغفرت پہ مرتب ہوگی یعنی اعمالِ صالحہ اور اتباعِ سنت پر، نیز جنت کا داخلہ بغیر مغفرت کے ناممکن ہے ایک ایسی عالیشان جگہ جو اس اعتبار سے بھی بہت ہی اعلیٰ ہے کہ ارض و سماء مل کر بھی اس کی

قیمت نہیں ہو سکتے یا اس کی وُسعت کا حال یہ ہے کہ زمینوں اور آسمانوں کو بچھا کر جوڑا جائے تو اس کے عرض کا مقابلہ نہیں طُول خدا جانے۔ گویا انسان کے علم میں کوئی ایسی وسیع تر شے نہیں جس کی مثال سے وہ جنّت کی وُسعت کا اندازہ کرسکے اور یہ وسیع مملکت ان لوگوں کے لِئے تیار کی گئی ہے جو متقی ہیں۔

الذین ینفقون .... وموعظة للمتقین۔

محبُوبانِ حق

ایسے لوگ تنگی و فراخی ہر حال میں اپنی تمام صلاحیتیں اللہ کے لِئے صَرف کرتے ہیں۔ مال و دولت ہو یا قوت و طاقت، حکومت و اختیار ہو یا علم و حکمت، دین و دانش ہو یا آرام و راحت ہر حال میں اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لِئے قربان کرتے رہتے ہیں اور بندگانِ خدا کو ہمیشہ حق و انصاف کی طرف بلاتے ہیں اگر کوئی ان کے حقوق ضائع بھی کرے تو انھیں بھی دُکھ ہوتا ہے خواصِ بشری سے وہ بالاتر نہیں ہوتے۔ مگر اس دُکھ یا غصّے کا اظہار نہیں کرتے یعنی کسی سے بگڑ کر نیکی کرنے کی عادت ترک نہیں کرتے بلکہ لوگوں سے درگزر کرتے ہیں۔ یعنی دُوسروں کے صرف حقوق ادا کرنے پر بس نہیں کرتے بلکہ اپنے حقوق ان پر نچھاور کرتے ہیں اور اس سے کوئی اور غرض نہیں رکھتے صرف اللہ کی رضا کے طالب ہوتے ہیں، اور یہ سب کچھ نہایت خلوص کے ساتھ اور دل کی گہرائیوں سے کرتے ہیں یقیناً ایسے لوگ اللہ کے محبُوب ہوتے ہیں۔ اللہ ان سے محبّت کرتے ہیں جو انسانیت کے لِئے منتہائے کمال ہے گویا کسی ایسے شخص کو جو نہ اللہ کے حقوق ادا کرے اور نہ بندوں کے، ولی گمان کرنا ہرگز درُست نہیں۔

یہ تو ایسے لوگ ہوتے ہیں جو نہ صرف اپنا دل روشن رکھتے ہیں بلکہ دوسروں کے قلوب کو روشن کرنے کی فکر کرتے ہیں اس کے باوجود انسان ہوتے ہیں اور بشری تقاضے اپنے اندر رکھتے ہیں۔ ان سے بھی خطا ہو سکتی ہے یہ بھی غلطی کرسکتے ہیں کہ عصمت خاصۂ نبوّت ہے انبیاءؑ معصُوم ہوتے ہیں۔ اولیاء محفوظ ضرور ہوتے ہیں مگر معصُوم نہیں۔ ہاں! اُن کا حال یہ ہے کہ اگر کوئی گناہ یا برائی کر بیٹھیں تو فوراً اللہ کا ذکر تے ہیں اور اس سے بخشش طلب کرتے ہیں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ،

"ذکر نسیان کے مقابل ہے۔"

ذکرِ قلبی

اور یہ جان لیں کہ کلام باری کا مخاطب قلب ہے ذہن نہیں تو لازماً نسیان یا ذکر بھی قلب ہی کا مراد ہونا چاہیئے اسی طرح بحرِ محیط میں ہے کہ زبانی استغفار جس کے ساتھ دل شامل نہ ہو لائق اعتبار نہیں۔ گویا اس

لوگوں کے قلب زندہ ہوتے ہیں اور یہی زندگی کا حاصل ہے اسی لئے قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قلبی ذکر کا حصول ہر مرد و عورت پر واجب ہے۔

اللہ ہی خطاؤں کو بخشنے والا ہے نیز یہ لوگ گناہ اور برائی کو وطیرہ نہیں بنا لیتے یعنی چھوڑ دیتے ہیں۔ گویا صدور ذنب منافی ولایت نہیں مگر اصرار علی الذنب منافی ولایت ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے ان کی جزا بخشش ہے ان کے رب کی طرف سے اور جنت جس کے تحت نہریں رواں ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے کہ جنت میں داخل ہونے والوں کو کبھی وہاں سے نکلنا نہیں ہوگا۔ یہ اطاعت کرنے والوں کے لئے کتنا بہترین اجر ہے کہ کام تو ایک نہایت قلیل مدت تک کیا مگر انعام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نصیب ہوا۔ پھر اطاعت انسانی طاقت کے مطابق کی بلکہ اس میں بھی متعدد کمزوریاں باقی رہیں مگر بدلہ اور اجرت عطائے باری کے شایان شان نصیب ہوئی۔

نیز ان جملہ ارشادات باری کی تصدیق زمین کے چپے چپے پر موجود ہے تم لوگوں سے پہلے زمین آباد تھی، جس میں ہر طرح کے لوگ تھے نیک بھی اور بدکار بھی۔ ان کے حالات کا مطالعہ کرو تو تم جان لوگے کہ ہمیشہ آرام و سکون اور عزت و عظمت دینداروں کے حصے میں رہی۔ کفار ہمیشہ بے چین و بے کل بھی رہے اور انجام کار تباہ و برباد بھی ہوئے۔ ان کی اجڑی ہوئی بستیاں اب تک ان کی فانی شوکت پہ نوحہ کناں نظر آتی ہیں۔

یہ سارا بیان انسانیت کے لئے سرمایۂ عبرت ہے اور اپنے اندر سامانِ ہدایت رکھتا ہے اس کی روشنی میں تمام انسان اخلاق فاضلہ اور حسن عقیدہ کو حاصل کر سکتے ہیں مگر یہ دولت صرف وہ لوگ حاصل کر پاتے ہیں جن کے دلوں کا تعلق یاد الٰہی سے ہو اور جنہیں اللہ کی عظمت کا اپنی حیثیت کے مطابق کچھ احساس ہو۔

(تقویٰ اس نسبت کا نام ہے جو دل کو اللہ کی بارگاہ میں حضوری سے نصیب ہوتی ہے)

ولا تھنوا .... وانتم تنظرون۔

تمہیں اس جنگ کی شدت سے بددل ہونا زیب نہیں دیتا اور نہ اس کی ضرورت ہے کہ فتح بہرحال تمہی کو نصیب ہوگی اور ہمیشہ تم ہی غالب ہوگے شرط صرف یہ ہے کہ خلوص دل کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کرو۔ ایمان مضبوط اور عمل صالح، یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت کاملہ حاصل ہو کہ یہی حق ہے اور حق کسی حال میں باطل سے مغلوب نہیں ہوتا۔ تمہیں ہمیشہ دین کے احیاء کے لئے اور ظلم و جور کو مٹانے کے لئے میدان عمل میں رہنا ہوگا، یعنی

مسلمان کبھی بھی بددل ہو کر جہاد سے دست بردار نہ ہوں، نیز ذاتی زندگی ہو یا ملکی و قومی تمام امور میں کامیابی کی شرط ایمان کی مضبوطی ہے اگر تمہارا عقیدہ درست رہا اور اتباع سنت پہ کاربند رہے تو کبھی ناکام نہیں رہو گے۔ یہ عارضی تنگی یا شدت کوئی معنی نہیں رکھتی کہ اگر موجودہ جنگ میں (یعنی احد میں)، تمھیں دکھ پہنچا تو اس سے پہلے بدر میں تمہارے مقابل کو بھی بہت زخم کھانے پڑے تھے۔ آج اگر مسلمان شہید اور زخمی ہیں تو کل وہ بھی اپنے سرداروں کی سربریدہ نعشیں چھوڑ گئے تھے قید ہوئے اور زخموں سے چور۔ تو یہ معاملات دنیا اُلٹتے پلٹتے رہتے ہیں۔ تنگی و فراخی آتی جاتی رہتی ہے کہ اگر ہمیشہ کافر پہ تنگی اور مومن پر فراخی رہے تو بہت لوگ اضطراراً ایمان کی طرف لپکیں۔

ایسا تو کبھی نہیں ہوگا بلکہ حالات بدلتے رہیں گے اور انسان ہمیشہ اپنے عقل و شعور کے ساتھ اور حقانیت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرنے کا مکلف رہے گا۔ ہاں! قابلِ غور امر یہ ہے کہ کفار لڑے بھی تو باطل کے لیئے، قتل ہوئے تو باطل کے لیئے اور مر کر دوزخ میں جھونکے گئے کہ وہ ظالم تھے اور ظالموں کو کبھی اللہ کی محبت نصیب نہیں ہوتی۔ مگر تم لڑے تو حق کے لیئے جس کا عنداللہ بہت بڑا اجر ہے، زخمی ہوئے تو عنداللہ منازل قرب میں ترقی پائی قتل ہوئے تو شہادت پائی اور اللہ نے تمھیں اپنی عظمت کا گواہ چن لیا اور تمھاری عظمت کو چار دانگ عالم پہ روشن کر دیا فلیعلم اللہ سے یہی اظہار ہے ورنہ اللہ کا علم تو ازلی ہے وہ قبل وقوع بھی جانتا ہے اور بعد وقوع بھی۔

مومنوں پر مصائب کا فلسفہ

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی طرف عدم علم شے کے عدم وجود کو لازم ہے ایسے ہی علم شے، وجودِ شے کو۔ گویا یہاں مراد ہے کہ تمھیں یہ نعمتیں نصیب ہوں اور اللہ مومنین کو پاک صاف کر دے اور کفار کو ملیامیٹ کر دے۔ کہ دنیا کی تکالیف جب مومن پہ آتی ہیں تو تلافیٔ مافات کا سبب بنتی ہیں اور ترقیٔ درجات کا باعث۔

عنداللہ کچھ منازل و مقامات ایسے ہیں جو بغیر مصائب کے حاصل ہو ہی نہیں سکتے جیسے مثال کے طور پر شہادت ہی کو لے لیں کہ اس منزل کو پانے کے لیئے راہ حق میں نقدِ جاں لٹانا پڑتا ہے۔ نیز طاعات و عبادات میں بھی کمی رہ جاتی ہے۔ اکثر اوقات بھول چوک بھی ہوتی رہتی ہے تو شاید ان کا مداوا بن جاتے ہیں۔ اس کے برعکس کفار کی بے نصیبی کہ ان پر شدائد بھی بطور عقوبات کے وارد ہوتے ہیں اور ان کے ذریعے انھیں دنیا میں ذلیل و رسوا کیا جاتا ہے اگر بدستور اسی ہٹ پر قائم رہیں تو بالآخر تباہ ہو جاتے ہیں اور ابدی ذلت سے دوچار ہوتے ہیں۔

کوئی یہ خیال نہ کرے کہ وہ بغیر عمل کے جنّت میں داخل ہو جائے گا اس کے لیے دو اوصاف بنیادی ہیں، جہاد اور صبر۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

ان المراد ان دخول الجنۃ وترك المصابرۃ علی الجهاد لا یجتمعان ۔

کہ دخولِ جنّت اور جہاد پر ترکِ صبر جمع نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے نام پر خلافِ اسلام اُٹھنے والی تحریکوں کے بانیوں نے جہاد کو حرام قرار دیا۔ مقصد مسلمانوں کو کفر کی طرف دھکیلنا تھا۔ نیز تفسیرِ کبیر میں ہی اسی بحث کو یوں آگے بڑھاتے ہیں کہ حاصلِ کلام یہ ہے کہ حُبِّ دُنیا اُخروی سعادت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی جس قدر ایک زیادہ ہو گی دوسری صفت گھٹتی جائے گی کیونکہ حصولِ دُنیا بھی تب ہی ممکن ہے جب دل دُنیا کی طلب میں لگ جائے اور اُخروی سعادت کا مدار بھی اس بات پر ہے کہ دِل ماسوا کی طلب سے فارغ ہو اور اللہ کی محبّت سے لبریز۔ یہ دو باتیں بیک وقت جمع نہیں ہو سکتیں۔ مزید فرماتے ہیں، اللہ کی محبّت نرا دعویٰ کرنے سے ثابت نہیں ہوتی اور نہ ہر مدعی سچا ہے بلکہ صداقت کی دلیل یہ ہے کہ جو کام اللہ کو ناپسند ہیں انھیں چھوڑ دے اور اپنی پسند کو قربان کرے کہ،

فان الحب ہوالذی لاینقص بالجفاء ولا یزاد بالوفاء فان بقی عند تسلیط اسباب البلاء ظہران ذالك الحب کان حقیقتًا ۔

محبّت ایک پاکیزہ جذبہ ہے جو محبُوب کی سختی سے گھٹتا نہیں اور اس کے وفا کرنے سے بڑھتا نہیں بلکہ حقیقی محبّت وہ ہے جو مصائب و شدائد میں بھی برقرار رہے۔ اسی لیے ارشاد ہُوا کہ بغیر مجاہدہ اور صبر کے اور اطاعتِ الٰہی میں خلوصِ قلب کے ساتھ کوشش کرنے کے دخولِ جنّت کی اُمید فضول ہے۔ اسبابِ رحمت کو ترک کرنا غضب کو دعوت دینے کے برابر ہے۔ اور تم لوگ تو شہادت کی تمنّا رکھتے تھے، اللہ نے وہ مبارک موقع مہیّا کر دیا اور تم نے موت کو کھلی آنکھوں دیکھ لیا اب اس سے گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں یعنی اگر کبھی کفار کو عارضی غلبہ بھی نصیب ہو تو اس میں مومنین کے لئے شہادت اور قربِ الٰہی کے اسباب موجود ہوں گے۔ نیز بددل ہونے کی بجائے ان کمزوریوں کا پتہ لگانا چاہیے کہ کہاں سے سُنّتِ خیر الانام ﷺ کا دامن چھوٹا کہ اتباعِ سُنّت کے ساتھ کامیابی یقینی ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ
مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ
اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓي اَعْقَابِكُمْ ۭ
وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ
اللّٰهَ شَـيْـــًٔا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (۱۴۴)
وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا
بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۭ وَمَنْ
يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ
وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ
مِنْهَا ۭ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ (۱۴۵)
وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ
رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ
اَصَابَھُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا
وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ (۱۴۶)
وَمَا كَانَ قَوْلَھُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا
رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا
فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا
عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (۱۴۷)
فَاٰتٰىھُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَ
حُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ
يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (۱۴۸) ع

اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو صرف (خدا کے) پیغمبر ہیں ان سے
پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو گزرے ہیں۔ بھلا اگر یہ مر جائیں
یا مارے جائیں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ؟ (یعنی مرتد ہو جاؤ؟)
اور جو اُلٹے پاؤں پھر جائیگا تو خدا کا کچھ نقصان نہیں کر سکے گا
اور خدا شکر گزاروں کو (بڑا) ثواب دے گا (۱۴۴)
اور کسی شخص میں طاقت نہیں کہ خدا کے حکم کے بغیر
مر جائے (اُس نے موت کا) وقت مقرر کر کے لکھ رکھا ہے
اور جو شخص دنیا میں (اپنے اعمال کا) بدلہ چاہے اسکو ہم یہیں بدلہ دیدینگے
اور جو آخرت میں طالب ثواب ہو اسکو وہاں اجر عطا کرینگے
اور ہم شکر گزاروں کو عنقریب (بہت اچھا) صلہ دینگے (۱۴۵)
اور بہت سے نبی ہوئے ہیں جنکے ساتھ ہو کر اکثر اہل اللہ (خدا کے
دشمنوں سے) لڑے ہیں۔ تو جو مصیبتیں اُن پر راہ خدا میں
واقع ہوئیں اُنکے سبب انہوں نے نہ تو ہمت ہاری اور نہ بزدلی کی نہ
(کافروں سے) دبے اور خدا استقلال رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے (۱۴۶)
اور (اس حالت میں) اُن کے مُنہ سے کوئی بات نکلتی
تو یہی کہ اے پروردگار ہمارے گناہ اور زیادتیاں
جو ہم اپنے کاموں میں کرتے رہے ہیں معاف فرما
اور ہمکو ثابت قدم رکھ اور کافروں پر فتح عنایت کر (۱۴۷)
تو خدا نے اُن کو دنیا میں بھی بدلہ دیا اور آخرت
میں بھی بہت اچھا بدلہ (دے گا) اور خدا نیکو کاروں
کو دوست رکھتا ہے (۱۴۸)

144. Muhammad is but a messenger, messengers (the like of whom) have passed away before him. Will it be that, when he dieth or is slain, ye will turn back on your heels? He who turneth back doth no hurt to Allah, and Allah will reward the thankful.[17]

145. No soul can ever die except by Allah's leave and at a term appointed. Whoso desireth the reward of the world, We bestow on him thereof; and whoso desireth the reward of the Hereafter, We bestow on him thereof, We shall reward the thankful.

146. And with how many a prophet have there been a number of devoted men who fought (beside him). They quailed not for aught that befell them in the way of Allah, nor did they weaken, nor were they brought low. Allah loveth the steadfast.

147. Their cry was only that they said: Our Lord! Forgive us for our sins and wasted efforts, make our foothold sure, and give us victory over the disbelieving folk.

148. So Allah gave them the reward of the world and the good reward of the Hereafter. Allah loveth those whose deeds are good.

اسرار و معارف

وما محمدٌ الا رسول .... وسنجزی الشکرین۔

نیز محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہی تو ہیں اللہ کے کسی بھی وصف میں شریک نہیں کہ صفاتِ الوہیت کے حامل ہوں بلکہ ان سے قبل بھی بہت سے اللہ کے رسول گزر چکے ہیں کہ رسول دنیا میں اللہ کا پیغام بندوں تک لاتے ہیں اور اپنا فریضہ ادا فرما کر قانونِ قدرت کے مطابق اس دارِ فانی سے گذر جاتے ہیں۔

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو جائے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو جائیں تو آپ کا پیغام اور آپ کا لایا ہوا دین

تو چھوڑ نہ دیا جائے گا۔ بلکہ اس پر عمل بدستور جاری رہے گا اور فیوضات و برکات مرتب ہوتے رہیں گے یہ تو درست نہیں کہ پیغمبر کی موت کے بعد اس کا اتباع ترک کر دیا جائے تو کیا تم صرف حضور ﷺ کی دنیاوی زندگی کے عرصے میں ہی اتباع کرو گے اور آپ کی وفات اگر واقع ہو جائے جیسا کہ آپ ﷺ سے پہلے ہوتا آیا ہے اور آپ ﷺ پر بھی یقیناً موت وارد ہو گی تو تم الٹے پھر جاؤ گے؟ کیا آپ ﷺ کا دنیا سے چلا جانا آپ کی برکات کو ختم کر دے گا اور آپ ﷺ کا اتباع چھوڑ دو گے؟

جب حضور ﷺ کا رخِ انور زخمی ہوا اور مسلمانوں کا لشکر نہایت ابتری کی حالت میں لڑ رہا تھا کسی نے آواز لگائی، "محمد قتل ہو گئے!" ﷺ۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ آواز لگانے والا ابلیس تھا۔ اکثر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہو چکے تھے۔ باقی میں سے بیشتر زخموں سے چور تھے میدان میں افراتفری کا عالم تھا کہ یہ آواز بجلی بن کر گری۔ جس کے مختلف حضرات پر مختلف اثرات مرتب ہوئے بعض نے تو یہ سن کر کہا اب زندگی کس کام کی بے جگری سے لڑو اور جس مقصد پہ حضور ﷺ نے جان دی اسی پر جان دے دو! کچھ لوگوں کا ردِ عمل یہ تھا کہ جب حضور ﷺ شہید ہو گئے تو اب ہم کس کے لئے لڑیں؟ بعض دوسرے لوگ مبہوت ہو کر رہ گئے اور کوئی فیصلہ نہ کر پا رہے تھے۔ کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو پہچان لیا۔ اور نعرہ لگایا کہ مسلمانو! بشارت ہو آپ ﷺ یہاں ہیں۔ اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ پندرہ سولہ کے قریب جاں نثار تھے تو سب اس طرف لپکے آپ ﷺ کو محفوظ مقام پر پہنچایا اور مشرکین میدان چھوڑ گئے۔

اگرچہ محبتِ رسول ﷺ ہی عین ایمان ہے اور آپ ﷺ کا ادب تمام نیکیوں کی بنیاد۔ مگر اس کا یہ مفہوم کہ صرف محبت کی جائے اور اطاعت ترک کر دی جائے بالکل صحیح نہیں۔ یہ سخت غلطی ہے۔ محبت کا تقاضا بھی محبوب کی اطاعت ہے فان المحب لمن یحب مطیعٌ کہ محبّ محبوب کے تابع ہوتا ہے اور ادب کا تقاضا بھی خلوصِ دل کے ساتھ اطاعت ہے۔ اگر آپ ﷺ واقعی شہید ہو جائیں تو بھی تم جہاد کے ویسے ہی مکلف ہو اور جہاد اتنا اہم رکن ہے کہ اسے ترک کرنا ترکِ اسلام کے مترادف قرار دیا۔ اور فرمایا، تم الٹے پھر جاؤ گے یعنی معاذ اللہ! مرتد ہو جاؤ گے۔

اصحابِ کشف کے لیے

یہاں اصحابِ کشف کے لئے یہ جان لینا ضروری ہے کہ شیطان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہکانے کے لئے میدانِ اُحد میں آپ ﷺ کے موجود ہوتے ہوئے نعرہ لگانے سے نہیں چُوکا تو موجودہ دَور کے لوگوں کو دھوکا دینا اس کے لئے کیا مشکل ہوگا۔؟

تمام مشاہدات کی سند قولِ رسول ﷺ ہی ہے جو بات بھی اس سے ٹکرائے گی وہ خود پاش پاش ہو جائے گی۔ آپ ﷺ کی اطاعت بہر حال ضروری ہے اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ موت شے عدمی نہیں ہے کہ مرنے والا معدوم ہو جائے اگر ایسا ہو تو پھر اس کی برکات بھی ختم ہو جانا چاہئیں۔

لیکن یہاں عارضی سراسیمگی پر جو اس خبرِ وحشت اثر کا فطری اثر تھا کس قدر سخت عتاب ہوا کہ جہاد میں ذرا سے تساہل کو دین سے پھر جانا کہا گیا۔ ایک تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تربیت اس اعلیٰ پائے کی کرنا مقصود تھی کہ وہ دُنیا کی قیادت کا حق ادا کرسکیں۔ دُوسرے اتباعِ رسالت اور خصوصاً جہاد کی اہمیت بھی اجاگر فرما دی گئی اور ارشاد ہوا کہ اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑے گا یعنی خود اپنی ذات کو تباہی میں گرادے گا۔ اللہ تو شکر گزاروں کو اجر عطا فرمائیں گے۔ یہاں بھی متبعین کو شاکرین کے لقب سے یاد فرمایا گیا ہے یعنی اطاعت ہی حقیقی شکر ہے اور جو لوگ جہاد میں ثابت قدم رہے پریشان ہو کر چھوڑ نہیں بیٹھے وہی شکر گزار تھے۔

امین الشاکرین

یہاں مفسرین کرام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل فرمائی ہے بحرِ محیط میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) امین الشاکرین ہیں کہ آپ کا قدم ذرا سا نہ ڈگمگایا۔ ایسے ہی تفسیر قرطبی اور روح المعانی میں امیر الشاکرین اور تفسیر کبیر میں سید الشاکرین لکھا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں بڑی مزیدار بحث فرمائی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ قول کس قدر صادق ہے کہ اُحد میں مثالی اثبات ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے تو واقعتاً جب آپ ﷺ کا وصال ہوا تو بھی یہی ذاتِ واحد تھی جو ثابت قدم رہی اور سب کو سنبھالا پھر فوراً بعد مرتدین اور مدعیانِ نبوت کی شورش اٹھی تو اس نے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سوچنے پہ مجبور کر دیا مگر صدیق اکبر سید الشاکرین رضی اللہ عنہ ہی وہ ہستی ہے جس نے ثابت قدم رہ کر واضح اور دوٹوک فیصلہ فرمایا اور جہاد کر کے ان فتنوں کو نابود کر دیا۔

نیز ارشاد ہوا کہ موت کا ایک معین وقت ہے اور اللہ کے مقرر کردہ وقت سے پہلے نہیں آسکتی۔ اسی طرح

جب وقت مقررہ آجائے تو ٹالی بھی نہیں جا سکتی۔ ایسے حالات میں گھبرانا یا موت کے ڈر سے جہاد میں شرکت نہ کرنا وغیرہ ہرگز مفید نہیں اور نہ ان کی ضرورت۔

بات صرف اسقدر ہے کہ اس زندگی کو جس نے حصولِ دُنیا پہ صرف کر دیا وہ صرف دُنیا ہی کو پا سکا جس کا پالینا نہ پانے سے بھی زیادہ ایذا رساں ہے کہ آخر چھوڑنا پڑتا ہے اور جس نے یہاں رہ کر آخرت بنانا چاہی اسے آخرت سے حظِ وافر نصیب ہوا کہ ہم ایسے ہی حق شناسوں کو ان کا اجر عطا فرمائیں گے۔

وکائن من نبیّ قاتل معہٗ ربیون کثیر .... واللہ یحب المحسنین۔

قبل ازیں بھی متعدد انبیاء علیہ السلام نے جہاد فرمایا اور اللہ کے بندوں نے ان کی اطاعت میں جانیں قربان کیں بڑے بڑے مشکل وقت بھی ان پر پڑے مگر انھوں نے نہ ہمتیں ہاریں نہ کاہلی دکھائی اور نہ ہی لشکرِ کفار سے مرعوب ہوئے بلکہ ایسی شاندار قربانی کے ساتھ اور اتنے عظیم صبر کے باوجود کہ جس پر وہ اللہ کے محبوب قرار پائے وہ یہی دعا کرتے ہے کہ اے اللہ! ہماری خطاؤں سے درگزر فرما۔ اور جو غلطیاں ہم سے سرزد ہوئی ہیں معاف کر دے ہمیں ثابت قدم رکھ اور کفار کے مقابل ہماری مدد فرما اور ہمیں فتح یاب کر! ۔ یعنی باوجود ساری محنت کے بھی عبادات اتنی عظمت نہیں حاصل کر پاتیں جتنی عظیم اس کی بارگاہ ہے۔ پھر بتقاضائے بشریت کئی طرح کی کمی رہ جاتی ہے۔ ساری محنت کے باوجود اللہ کے بندے اپنی عبادت پہ نازاں نہیں ہوتے۔ بلکہ اپنی کوتاہیوں کی بخشش طلب کرتے ہیں اور نصرت الٰہیہ کے خواستگار رہتے ہیں۔ تو تم خیرالامم ہو تمھیں ان امُور میں ان پر بہت سبقت حاصل ہونی چاہیئے۔

اللہ ایسے لوگوں کو دنیا میں بھی سربلند رکھتا ہے اور آخرت کا بہترین اجر عطا فرماتا ہے کہ ایسے ہی صدق دل اور کامل اخلاص کے ساتھ اطاعت کرنے والوں سے اللہ کریم محبت رکھتے ہیں۔

رکوع نمبر ١٦ آیات ١٤٩ تا ١٥٥ لن تنالوا ٤

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿١٤٩﴾	مومنو! اگر تم کافروں کا کہا مان لو گے تو وہ تم کو اُلٹے پاؤں پھیر (کر مرتد کر) دیں گے پھر تم بڑے خسارے میں پڑ جاؤ گے ﴿١٤٩﴾	149. O ye who believe! If ye obey those who disbelieve, they will make you turn back on your heels, and ye turn back as losers.
بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿١٥٠﴾	(یہ تمہارے مددگار نہیں ہیں) بلکہ خدا تمہارا مددگار ہے اور وہ سب سے بہتر مددگار ہے ﴿١٥٠﴾	150. But Allah is your Protector, and He is the best of helpers.
سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا	ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں تمہارا رُعب بٹھا	151. We shall cast terror into the hearts of those who disbelieve because they ascribe unto Allah partners, for which

no warrant hath been revealed. Their habitation is the Fire, and hapless the abode of the wrong-doers.

کیونکہ یہ خدا کے ساتھ شرک کرتے ہیں جس کی
اس نے کوئی بھی دلیل نازل نہیں کی۔ اور اُن کا
ٹھکانا دوزخ ہے وہ ظالموں کا بہت بُرا ٹھکانا ہے ﴿۱۵۱﴾

الرُّعْبَ بِمَآ أَشْرَكُوا بِاللّٰهِ مَا لَمْ
يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَأْوٰىهُمُ
النَّارُ ۚ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِينَ ﴿١٥١﴾

152. Allah verily made good His promise unto you when ye routed them by His leave, until (the moment) when your courage failed you, and ye disagreed about the order and ye disobeyed, after He had shown you that for which ye long.[18] Some of you desired the world, and some of you desired the Hereafter. Therefore He made you flee from them, that He might try you. Yet now He hath forgiven you. Allah is the Lord of Kindness to believers.

اور خدا نے اپنا وعدہ سچا کر دیا (یعنی) اُس وقت جبکہ
تم کافروں کو اس کے حکم سے قتل کر رہے تھے یہاں
تک کہ جو تم چاہتے تھے خدا نے تم کو دکھا دیا۔ اس کے
بعد تم نے ہمت ہار دی اور حکم (پیغمبر) میں جھگڑا کرنے
لگے اور اُس کی نافرمانی کی۔ بعض تو تم میں سے دنیا کے
خواستگار تھے اور بعض آخرت کے طالب۔ اُس وقت خدا
نے تم کو اُن (کے مقابلے) سے پھیر (کر بھگا) دیا تاکہ
تمہاری آزمائش کرے اور اُس نے تمہارا قصور معاف
کر دیا۔ اور خدا مومنوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے ﴿۱۵۲﴾

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ إِذْ
تَحُسُّونَهُمْ بِإِذْنِهٖ ۚ حَتّٰىٓ إِذَا فَشِلْتُمْ
وَتَنٰزَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ
مِّنْ بَعْدِ مَآ أَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّونَ ۚ
مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيدُ الدُّنْيَا وَ
مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيدُ الْأٰخِرَةَ ۚ
ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ
وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۗ وَاللّٰهُ ذُوْ
فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٥٢﴾

153. When ye climbed (the hill) and paid no heed to anyone, while the messenger, in your rear, was calling you (to fight). Therefor He rewarded you grief for (his) grief, that (He might teach) you not to sorrow either for that which ye missed or for that which befell you. Allah is Informed of what ye do.

(وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے) جب تم لوگ دُور
بھاگے جاتے تھے اور کسی کو پیچھے پھر کر نہیں دیکھتے تھے اور
رسول اللہ تم کو تمہارے پیچھے کھڑے بلا رہے تھے تو خدا نے
تم کو غم پر غم پہنچایا تاکہ جو چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہی
یا جو مصیبت تم پر واقع ہوئی ہے اس سے تم اندوہناک نہ ہو
اور خدا تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے ﴿۱۵۳﴾

إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى
أَحَدٍ وَّالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ
فِيٓ أُخْرٰىكُمْ فَأَثٰبَكُمْ غَمًّا
بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلٰى مَا
فَاتَكُمْ وَلَا مَآ أَصٰبَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ
خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٥٣﴾

154. Then, after grief, He sent down security for you. As slumber did it overcome a party of you, while (the other) party, who were anxious on their own account, thought wrongly of Allah the thought of ignorance. They said: Have we any part in the cause? Say (O Muhammad): The cause belongeth wholly to Allah. They hide within themselves (a thought) which they reveal not unto thee, saying: Had we had any part in the cause we should not have been slain here. Say: Even though ye had been in your houses, those appointed to be slain would have gone forth to the places where they were to lie. (All this hath been) in order that Allah might try what is in your breasts and prove what is in your hearts. Allah is Aware

پھر خدا نے غم و رنج کے بعد تم پر تسلی نازل فرمائی۔
(یعنی) نیند کہ تم میں سے ایک جماعت پر طاری ہو گئی
اور کچھ لوگ جن کو جان کے لالے پڑ رہے تھے خدا کے
بارے میں ناحق (ایامِ) کفر کے سے گمان کرتے تھے۔
اور کہتے تھے بھلا ہمارے اختیار کی کچھ بات ہے؟ تم کہہ دو
کہ بے شک سب باتیں خدا ہی کے اختیار میں ہیں۔ یہ لوگ
(بہت سی باتیں) دلوں میں مخفی رکھتے ہیں جو تم پر
ظاہر نہیں کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ ہمارے بس کی بات
ہوتی تو ہم یہاں قتل ہی نہ کئے جاتے۔ کہہ دو کہ اگر
تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کی تقدیر میں
مارا جانا لکھا تھا وہ اپنی اپنی قتل گاہوں کی
طرف ضرور نکل آتے۔ اس سے غرض یہ تھی کہ
خدا تمہارے سینوں کی باتوں کو آزمائے اور جو کچھ
تمہارے دلوں میں ہے اس کو خالص اور صاف کر دے۔

ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ
الْغَمِّ أَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى
طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ
أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ
بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجٰهِلِيَّةِ ۚ
يَقُولُونَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْأَمْرِ
مِنْ شَيْءٍ ۗ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهٗ
لِلّٰهِ ۗ يُخْفُونَ فِيٓ أَنْفُسِهِمْ مَّا
لَا يُبْدُونَ لَكَ ۚ يَقُولُونَ لَوْ
كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا
هٰهُنَا ۗ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ
لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ
إِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ
مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِي

قُلُوبِكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١٥٤﴾
إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى
الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ
بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا ۖ وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ
عَنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٥٥﴾

اور خدا دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے (۱۵۴)
جو لوگ تم میں سے (احد کے دن) جبکہ (مومنوں اور کافروں
کی) دو جماعتیں ایک دوسرے سے گتھ گئیں (جنگ سے) بھاگ گئے
تو ان کے بعض افعال کے سبب شیطان نے انکو پھسلا دیا مگر خدا نے
انکا قصور معاف کر دیا بیشک خدا بخشنے والا (اور) بردبار ہے (۱۵۵)

of what is hidden in the breasts (of men)

155. Lo! those of you who turned back on the day when the two hosts met, Satan alone it was who caused them to backslide, because of some of that which they have earned. Now Allah hath forgiven them. Lo! Allah is Forgiving, Clement.

اسرار و معارف

یاایھاالذین آمنوا .... وھو خیر الناصرین - ۱۴۹ ، ۱۵۰

مومنین کو ہمیشہ ارشاداتِ نبوی ﷺ کو مدِ نظر رکھنا چاہیئے کہ اگر کفار کی بات پر کان دھریں گے تو وہ مومنوں کو بھی کھینچ کر کفر کی دلدل میں پھینک دیں گے جو ایک عظیم نقصان ہے اور جس کی عملی صورت اُحد میں ظاہر ہوئی کہ کفار نے علی الاعلان کہا کہ ہمیں واپس اپنے آبائی دین کی طرف لوٹ جانا چاہیئے۔

اُحد مدینہ منورہ سے کچھ دور نہیں تھا اور منافقین اگرچہ ابن ابی کی سرکردگی میں لوٹ کر چلے گئے تھے مگر پھر بھی دور نزدیک سے جنگ کا تماشہ دیکھ رہے تھے جب مشرکین نے درّہ سے حملہ کیا! اور ان کی ساری فوج پلٹی تو وقتی طور پر ایک افراتفری کا عالم ضرور برپا ہوا اور ہونا بھی چاہیئے تھا کہ مسلمان پہلے بھی تعداد میں کم تھے اور سخت جانفشانی سے لڑے تھے کہ مشرکین بھاگ نکلے اور اسی جوش تعاقب میں درّہ پر متعین لوگ بھی تعاقب میں شامل ہو گئے

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو ایک طرف متوجہ تھے۔ کہ مشرکوں کے ایک رسالے نے درّے سے نکل عقب پر حملہ کر دیا، ان کی طرف پلٹے تو بھاگتی ہوئی مشرک فوج پلٹ پڑی اور چکی کے دو پاٹوں میں آ گئے اور اس پر آپ ﷺ کی شہادت کی گپ نے، جو شیطان مردود نے اڑا دی تھی، کسر ہی نکال دی۔ مگر تائید باری نے ان خوش نصیبوں کو محروم نہ رکھا پھر فتحمند ہوئے اور بھاگتے ہوئے مشرکوں کا حمرالاسد کے مقام تک تعاقب بھی کیا اور منافقین کو شرمندگی نصیب ہوئی۔

تو جب مسلمان انتہائی مصیبت کی حالت میں دو طرفہ گھرے ہوئے لڑ رہے تھے۔ ان کی صفیں منتشر ہو چکی تھیں اور زخموں سے چور جسم میدان میں تڑپ رہے تھے کہ بھاگ دوڑ کر لڑنے والوں کے زخموں پر مزید نمک پاشی منافقین

کے قول نے کی۔

"ابن اُبی کے پاس آجاؤ! تمھیں ابوسفیان سے امان حاصل کردے گا۔ یا آبائی مذہب کو پلٹ آؤ کہ اب اس دین میں کیا رکھا ہے؟ جب نبی ہی قتل ہو چکا۔" (معاذ اللہ)

تو اللہ کریم نے مومنوں کو ان کی خباثت سے مطلع فرما کر حکم دیا کہ خبردار! ان کی بات پر ہرگز کان نہ دھرنا تو پھر کفر کی ذلت اور تباہی میں گرانے کی کوشش کریں گے اور تمھارا مددگار تو اللہ ہے۔

وَلی اللہ

اور یہی ولایت ہے کہ ولی اللہ محفوظ ہوتے ہیں۔ اللہ کریم گناہوں کے مقامات اور حالات سے ان کی حفاظت فرماتے ہیں۔ جیسے یہاں ارشاد ہوا کہ اللہ تمھارا مولیٰ اور وَلی ہے کہ تمھیں منافقین کے ارادوں سے مطلع فرما کر حفاظت کا سامان کر دیا اور وہی سب سے بہتر مددگار ہے۔

یہ بات واضح ہو گئی کہ بدکار اور تارکِ سُنت ولی اللہ نہیں ہو سکتا۔ ایسے لوگوں کے پیچھے پھرنا نری جہالت ہے نیز شیطان کسی بڑے سے بڑے آدمی پر بھی وار کرنے سے نہیں چوکتا کہ عین میدانِ جہاد میں حضور ﷺ کے موجود ہوتے ہوئے نعرہ لگانے سے باز نہ آیا۔ مگر مخلصین کو رحمتِ باری تھام تھام لیتی ہے اور ابلیس کے یہ داؤ صرف ان لوگوں کو متاثر کرتے ہیں جو اللہ سے کٹ جائیں جیسا کہ ارشاد ہے، سنلقی فی قلوب الذین کفروا الرعب بما اشرکو باللہ ... واللہ ذو فضل علی المومنین۔

کافروں کے قلوب کو مرعوب کر دیا جائے گا کہ خود انھوں نے اللہ سے شرک کر کے جس کی کوئی دلیل نہیں اس حال کو دعوت دی ہے کہ شرک کا وبال ہمیشہ انسان کو متعدد دروازوں پر بھٹکاتا رہتا ہے اور ایک ایک شے کا خوف اس کے دل میں بٹھاتا رہتا ہے۔ بخلاف اس کے توحید اللہ سے ڈرنے کی دعوت بھی ہے اور اعتماد علی اللہ مخلوق کے ڈر سے فارغ بھی کر دیتا ہے۔

یہ حال تو دنیا میں ہے۔ آخرت میں مشرک کا ٹھکانہ دوزخ ہے جو بہت بُرا ٹھکانہ ہے اور ایسے ظالموں کے لئے سزا اور بھی ہے۔ نیز تمھیں ان کی طرف متوجہ ہونے کی کیا ضرورت کہ اللہ نے تمھارے ساتھ کئے ہوئے وعدے سچ ثابت فرمائے اور باوجود قلتِ تعداد کے اور سامانِ حرب کی کمی کے تم محض اللہ کی مدد سے انھیں قتل کر رہے تھے اور ان کے بڑے لشکر کو بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا کہ تمھاری رائے میں کمزوری آگئی اور تم میں اختلافِ رائے پیدا ہو گیا۔ جو غیر شعوری

طور پر اور عین حصولِ فتح یا تکمیلِ فتح کے موقع پر تم سے چھوٹ گیا۔ یعنی درّہ پر متقررہ پچاس تیر اندازوں میں سے بیشتر نے کفار کے بھاگتے ہوئے لشکر کا تعاقب کرنا چاہا کچھ لوگوں نے وہیں جمے رہنے پر اصرار کیا۔ تھوڑے لوگ وہاں رہ گئے۔ اکثر چلے گئے۔ ان کی رائے یہ تھی کہ آپ ﷺ کا حکم لڑائی تک تھا اب جنگ ختم ہو گئی مشرک بھاگ رہے ہیں۔ یہاں کھڑا رہنے کی ضرورت نہیں مگر حقیقتاً ایسا نہ تھا۔ انہیں وہاں پر پہرہ دینا چاہیئے تھا۔ مگر وہ وہاں سے ہٹ گئے تو یہ غیر ارادی طور پر سرزد ہونے والی نافرمانی بھی وجہ ابتلا بن گئی۔ حالت پلٹ گئی کہ تمھارا یہ فیصلہ بڑی حد تک دُنیا کی عظمت کی طلب رکھتا تھا۔ حالانکہ وہاں کھڑے رہنے والے محض آخرت کی طلب میں کھڑے رہے۔

یہاں یہ بات ضرور دیکھ لی جائے کہ اکثر حضرات نے دنیا سے مراد غنیمت کو لیا ہے حالانکہ غنیمت لُوٹنے سے نہیں ملتی بلکہ سارا مال ایک جگہ جمع ہو کر باقاعدہ تقسیم ہوتا ہے کوئی بہت لُوٹے یا تھوڑا جو حصے میں آئے وہ مل جاتا ہے میری نظر میں یہاں دُنیا سے مراد وہ جوش ہے جو تعاقب کرنے والوں میں شامل ہونے کا سبب بنا۔ اس میں کسی حد تک تفاخر کی جھلک بھی ہے جو عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نہیں جچتی۔ فوراً امتحان میں ڈال دیا اور حالات کو اُلٹ دیا اب صحابہؓ کٹنے لگے، شہید ہوئے اور زخموں سے چُور ہو گئے تو پھر معافی کی اطلاع بھی کر دی، نہ صرف معاف فرمایا بلکہ بذریعہ وحیٔ الٰہی آگاہ بھی فرما دیا اور فرمایا کہ اللہ تو مومنین کے حق میں بہت ہی مہربان ہے اسی لئے تم پر فضل کیا ہے۔ یہ آیۂ کریمہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کمالِ ایمان پر نص ہے۔

اذ تصعدون ولا تلوٗن علٰی احدٍ .... ان اللہ غفور حلیم۔

اس کے بعد اس وقت کی حالت کا نقشہ کھینچا ہے کہ وہ وقت یاد کرو جب تم جدھر کو منہ اٹھاتے اُدھر کو بڑھنے لگتے تھے اور میدان میں تتر بتر ہو چکے تھے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کو آوازیں دینا پڑیں۔

یہاں بھی بعض حضرات نے لکھا ہے کہ کچھ لوگ بھاگ گئے تھے۔ مگر یہ بات قرینِ قیاس نہیں ہے کہ جو لوگ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے ہوں انہیں پیچھے سے بلایا جائے اوّل تو یہ فرار اکبر الکبائر ہے۔ دوسرے شہر قریب تھا بھاگنے والے گھروں میں جا رکتے۔ پھر وہ کس کی سنتے؟ بات صرف اتنی تھی کہ دو طرفہ حملے میں مٹھی بھر صحابہ رضی اللہ عنہم کوئی ترتیب قائم نہ رکھ سکے اور میدان میں بکھر گئے جس کے باعث بیشتر شہید اور زخمی ہوئے اور اس پر یہ اعلان سُن کر کہ حضور ﷺ شہید ہو گئے اور بھی حالت دگرگوں ہو گئی تھی۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے آواز دی اور اپنے گرد جمع ہونے کے

لئے فرمایا تو سب وہاں جمع ہو گئے بکھری ہوئی قوت سمٹ آئی اور مشرکین کو نہ صرف بھگایا بلکہ تعاقب بھی کیا۔

یہی ارشاد یہاں موجود ہے کہ تمہیں غم پہ غم دیکھنا پڑا۔ غرض اصلی تربیت تھی کہ کامل فنا حاصل ہو جائے اور کسی بھی کام کے ہو جانے پر تمہاری قلبی کیفیت میں فرق نہ آئے۔ یعنی جو واقعہ بھی سامنے آئے تم اس کے پیچھے اس ذات کو دیکھ سکو جو افعال کی خالق ہے اور تمہارے اعمال سے بہت ہی باخبر۔ اسی لئے تو اس تمام امر کے بعد تم پر اُونگھ سی نازل کر دی جس نے مخلصین کو ڈھانپ لیا۔ یہ استغراقی کیفیت مراد ہے جو نزولِ تجلیات پر پیش آتی ہے اور صوفی پر بھی جب انوار کی کثرت ہو تو یہ حالت ہو جاتی ہے کہ بیدار بھی ہوتا ہے اور جسم بے حس ہو جاتا ہے جیسے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اُحد میں یہ حال ہوا کہ میں تلوار کو مضبوطی سے تھامنا چاہ رہا تھا اور وہ میرے ہاتھ سے گری جا رہی تھی۔
رہے منافق! تو یہ برکات ان کے نصیب کہاں، بلکہ عین اُ[illegible] وقت جب یہ نزولِ رحمت ہو رہا تھا اور وہ اسی جاہلیت کے دور میں اور وہموں میں مبتلا تھے اور [illegible] ظن ہو رہے تھے کہ جب خزرج کے لوگوں کو شہید ہوتے دیکھا تو ابن اُبی نے کہا کیا کسی بات کا فیصلہ ہمارے اختیار میں بھی یا محض دوسروں کے فیصلوں کی وجہ سے ہمارے بھائی کٹتے رہیں گے۔ مراد آپ ﷺ کے فیصلے سے تھی تو ارشاد ہُوا کہ کہہ دیجئے! سب کام اللہ کے دستِ قدرت میں ہے اور میرا فیصلہ اُسی ذاتِ عظیم کا فیصلہ ہے کہ یہی بات انھوں نے دلوں میں چھپا رکھی تھی جسے آپ ﷺ کے سامنے نہیں کہہ پاتے ورنہ ان کے دل میں ہے کہ اگر ہماری بات پر عمل ہوتا تو یہ ہمارے لوگ کٹ کر نہ مرتے۔

انھیں فرما دیں کہ اگر تم اندر چھپ جاؤ تو بھی جنہیں [illegible] ہونا تھا۔ انھیں تقدیر وہیں لے آتی۔ جہاں ان کے لئے قتل ہونا مقدر ہو چکا تھا۔ اور یہ جنگ جو تمہارے لئے وجہِ امتحان بن گئی کہ منافقین کا بھید کُھل گیا، اور مخلصین کے دل مزید صاف ہو گئے۔ منافقین کے پیدا کردہ وساوس کی بنیاد ہل گئی [illegible] دلوں کے بھیدوں سے آگاہ ہے اور وہی دلوں [illegible] پیدا فرماتا ہے اور یہ بات یاد رکھو کہ میدان [illegible] حضرات [illegible] قدم ڈگمگاتے انھیں شیطان نے لغزش دے دی تھی کہ بعض نے مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کی منشاء مبارک کے خلاف رائے دے کر اور کچھ لوگوں نے درہ سے ہٹ کر قصور کیا تھا اس غیر ارادی غلطی کی [illegible] بھی ان کے دلوں سے انوار کی وہ کثر[illegible] جاتی رہی جو شیطان کے وساوس کو بے اثر کرتی تھی۔ اس نے لغزش [illegible] کرا ہی دی۔ لیکن اللہ نے ان کو معاف فرما دیا۔ کہ یہ [illegible] صادر نہ ہوا تھا۔ بلکہ دونوں مقامات پر غیر ارادی قصور تھا [illegible] اللہ کریم نے معاف فرما دیا مگر دنیوی مصائب

تکلیف اس پر بھی مرتب ہوئیں اور ان سے دامن نہ بچایا جا سکا۔ بیشک اللہ بہت بڑا بخشنے والا اور تحمل والا ہے۔

یہاں ایسے لوگوں کو غور کرنا چاہیئے جو بدقسمتی سے عمداً ترکِ سُنت میں مبتلا ہیں۔ کیا وہ ایسے افعال پر کسی اچھے نتیجے کی اُمید کر سکتے ہیں؟ کہ ان کا شان صحابہؓ کا سا ہے، نہ جذبہ اور نہ خطا اجتہادی۔

رکوع نمبر ۱۷ آیات ۱۵۶ تا ۱۷۱ لن تنالوا ۴

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا
كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ
اِذَا ضَرَبُوْا فِى الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا
غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا
لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِىْ
قُلُوْبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۗ
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾

مومنو! اُن لوگوں جیسے نہ ہونا جو کفر کرتے ہیں اور
اُن کے (مسلمان) بھائی جب (خدا کی راہ میں) سفر کریں
اور مر جائیں، یا جہاد کو نکلیں (اور مارے جائیں) تو اُن کی
نسبت کہتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ
مارے جاتے۔ ان باتوں سے مقصود یہ ہے کہ خدا اُن لوگوں کے دلوں
میں افسوس پیدا کرے۔ اور زندگی اور موت تو خدا ہی کے اختیار
اور خدا تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے ﴿۱۵۶﴾

156. O ye who believe! Be not as those who disbelieved and said of their brethren who went abroad in the land or were fighting in the field: If they had been (here) with us they would not have died or been killed; that Allah may make it anguish in their hearts. Allah giveth life and causeth death, and Allah is Seer of what ye do.

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ
رَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

اور اگر تم خدا کے رستے میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو جو (مال
متاع) لوگ جمع کرتے ہیں اس سے خدا کی بخشش
اور رحمت کہیں بہتر ہے ﴿۱۵۷﴾

157. And what though ye be slain in Allah's way or die therein? Surely pardon from Allah and mercy are better than all that they amass.

وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى
اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

اور اگر تم مر جاؤ یا مارے جاؤ خدا کے حضور میں
ضرور اکٹھے کئے جاؤ گے ﴿۱۵۸﴾

158. What though ye be slain or die, when unto Allah ye are gathered?

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ
وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ
لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ
عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ
فِى الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى
اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾

(اے محمد) خدا کی مہربانی سے تمہاری اُفتادِ مزاج اُن
لوگوں کے لئے نرم واقع ہوئی ہے اور اگر تم بدخو اور
سخت دل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے
ہوتے۔ تو اُنکو معاف کر دو اور اُن کیلئے (خدا سے) مغفرت
مانگو اور اپنے کاموں میں اُنسے مشورت لیا کرو اور جب (کسی کام کا) عزم مصمم
کر لو تو خدا پر بھروسہ رکھو بیشک خدا بھروسہ رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے ﴿۱۵۹﴾

159. It was by the mercy of Allah that thou wast lenient with them (O Muhammad), for if thou hadst been stern and fierce of heart they would have dispersed from round about thee. So pardon them and ask forgiveness for them and consult with them upon the conduct of affairs. And when thou art resolved, then put thy trust in Allah. Lo! Allah loveth those who put their trust (in Him).

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ
وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِىْ يَنْصُرُكُمْ
مِّنْ بَعْدِهٖ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

اگر خدا تمہارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا
اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے کہ تمہاری مدد کرے
اور مومنوں کو چاہیئے کہ خدا ہی پر بھروسہ رکھیں ﴿۱۶۰﴾

160. If Allah is your helper none can overcome you, and if He withdraw His help from you, who is there who can help you? In Allah let believers put their trust.

وَمَا كَانَ لِنَبِىٍّ اَنْ يَّغُلَّ ۗ وَمَنْ
يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ
ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ
وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾

اور کبھی نہیں ہو سکتا کہ پیغمبر (خدا) خیانت کریں۔ اور
خیانت کرنیوالوں کو قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز
(خدا کے رُوبرو) لا حاضر کرنی ہوگی۔ پھر ہر شخص کو اسکے اعمال کا
پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور بے انصافی نہیں کی جائیگی ﴿۱۶۱﴾

161. It is not for any Prophet to deceive (mankind). Whoso deceiveth will bring his deceit with him on the Day of Resurrection. Then every soul will be paid in full what it hath earned; and they will not be wronged.

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ
بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ

بھلا جو شخص خدا کی خوشنودی کا تابع ہو وہ اس شخص کی
طرح (مرتکب خیانت) ہو سکتا ہے جو خدا کی ناخوشی میں

162. Is one who followeth the pleasure of Allah as one who hath earned condemna-

tion from Allah, whose habitation is the Fire, a hapless journey's end?

163. There are degrees (of grace and reprobation) with Allah, and Allah is Seer of what ye do.

164. Allah verily hath shown grace to the believers by sending unto them a messenger of their own who reciteth unto them His revelations, and causeth them to grow, and teacheth them the Scripture and wisdom;[19] although before (he came to them) they were in flagrant error.

165. And was it so, when a disaster smote you, though ye had smitten (them with a disaster) twice (as great),[20] that ye said: How is this? Say (unto them, O Muhammad): It is from yourselves. Lo! Allah is Able to do all things.

166. That which befell you, on the day when the two armies met, was by permission of Allah; that He might know the true believers;

167. And that He might know the hypocrites, unto whom it was said: Come, fight in the way of Allah, or defend yourselves. They answered: If we knew aught of fighting we would follow you. On that day they were nearer disbelief than faith. They utter with their mouths a thing which is not in their hearts. Allah is best aware of what they hide.

168. Those who, while they sat at home, said of their brethren (who were fighting for the cause of Allah): If they had been guided by us they would not have been slain. Say (unto them, O Muhammad): Then avert death from yourselves if ye are truthful.

169. Think not of those, who are slain in the way of Allah, as dead. Nay, they are living. With their Lord they have provision:

170. Jubilant (are they) because of that which Allah hath bestowed upon them of His bounty, rejoicing for the sake of those who have not joined them but are left behind: that there shall no fear come upon them neither shall they

گرفتار ہوا اور جس کا ٹھکانا دوزخ ہے؟ اور وہ بُرا ٹھکانا ہے (۱۶۲)
ان لوگوں کے خدا کے ہاں (مختلف اور متفاوت) درجے ہیں
اور خدا اُن کے سب اعمال کو دیکھ رہا ہے (۱۶۳)
خدا نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں
انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجے جو اُن کو
خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور اُن کو
پاک کرتے اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے
ہیں. اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے (۱۶۴)
(بھلا یہ) کیا بات ہے کہ جب (اُحد کے دن کفار کے
ہاتھ سے) تم پر مصیبت واقع ہوئی حالانکہ (جنگ بدر میں)
اس سے دو چند مصیبت تمہارے ہاتھ سے اُن پر پڑ چکی ہے تو تم چلا اٹھے
کہ (ہائے) آفت (ہم پر) کہاں سے آ پڑی کہہ دو کہ یہ تمہاری ہی شامت اعمال ہے
(کہ تم نے پیغمبر کے حکم کے خلاف کیا) بیشک خدا ہر چیز پر قادر ہے (۱۶۵)
اور جو مصیبت تم پر دونوں جماعتوں کے مقابلے کے
دن واقع ہوئی سو خدا کے حکم سے (واقع ہوئی) اور اس
سے یہ مقصود تھا کہ خدا مومنوں کو اچھی طرح معلوم کرلے (۱۶۶)
اور منافقوں کو بھی معلوم کرلے اور (جب) اُن سے کہا گیا
کہ آؤ خدا کے رستے میں جنگ کرو یا (کافروں کے حملوں کو)
روکو. تو کہنے لگے کہ اگر ہم کو لڑائی کی خبر ہوتی تو ہم ضرور
تمہارے ساتھ رہتے. یہ اُس دن ایمان کی نسبت کفر سے
زیادہ قریب تھے مُنہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو اُن کے دل میں
نہیں ہیں. اور جو کچھ یہ چھپاتے ہیں خدا اُس سے خوب واقف ہے (۱۶۷)
یہ خود تو (جنگ سے بچ کر) بیٹھ ہی رہے تھے مگر جنہوں نے
راہ خدا میں جانیں قربان کردیں (اپنے) اُن (بھائیوں) کے
بارے میں بھی کہتے ہیں کہ اگر ہمارا کہا مانتے تو قتل نہ ہوتے
کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو اپنے اوپر سے موت کو ٹال دینا (۱۶۸)
جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے اُن کو مرے ہوئے
نہ سمجھنا (وہ مرے ہوئے نہیں ہیں) بلکہ خدا کے نزدیک
زندہ ہیں اور اُن کو رزق مل رہا ہے (۱۶۹)
جو کچھ خدا نے اُن کو اپنے فضل سے بخش رکھا ہے اس
میں خوش ہیں اور جو لوگ اُن کے پیچھے رہ گئے اور (شہید
ہو کر) ان میں شامل نہیں ہو سکے اُن کی نسبت خوشیاں
منا رہے ہیں کہ (قیامت کے دن) اُن کو بھی نہ کچھ خوف

جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٦٢﴾
هُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ
بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٣﴾
لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ
إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ
أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ
وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ
وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿١٦٤﴾ النصف
أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ
قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا قُلْتُمْ
أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ
أَنْفُسِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٦٥﴾
وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى
الْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ
الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٦٦﴾
وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ۚ وَقِيلَ لَهُمْ
تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوِ ادْفَعُوا ۖ
قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَاتَّبَعْنَاكُمْ ۗ هُمْ
لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ
يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۗ
وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿١٦٧﴾
الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ
وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا ۗ
قُلْ فَادْرَءُوا عَنْ أَنْفُسِكُمُ
الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٦٨﴾
وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا
فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ
أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿١٦٩﴾
فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ
فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ
لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ
أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

grieve.

171. They rejoice because of favour from Allah and kindness, and that Allah wasteth not the wage of the believers.

ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے (۱۷۰)

اور خدا کے انعامات اور فضل سے خوش ہو رہے ہیں اور اس سے کہ خدا مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا (۱۷۱)

وقف لازم يَحْزَنُونَ ﴿١٧٠﴾

يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٧١﴾ ع

اسرار و معارف

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا .... او قتلتم لالی اللّٰہ تحشرون ۔

اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مومنین کو زیب نہیں دیتا کہ کفّار کی سی حرکت کرے یا اُن کی طرح سوچے اور بات کرے کیونکہ کافر کے اقوال و افعال بھی اس کے لئے اپنے اندر سزا کی کیفیت ر یے س طرح منافقین کا قول ہے کہ اگر ہمارے پاس ہمارے یہ بھائی رہتے اور اطاعتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم میں سفر اختیار نہ کرتے ، نہ جہاد میں حصّہ لیتے تو ہرگز قتل نہ ہوتے اور نہ ان کی یوں موت آتی ۔

یہ سوچ ، ایک کرب ہے، ایک حسرت ہے جو دل کو جلا رہی ہے ایک چبھن ہے جس سے دل بے قرار ہے اور یہ صرف کافر کا حصّہ ہے ورنہ موت اور زندگی اللہ کے دستِ قدرت میں ہے ۔ جسے چاہے موت دے دے اور جسے چاہے زندہ رکھے ۔ وہ قادر ہے پھر حسرت کس بات کی ۔ اور پریشانی کیسی ؟

یہ دولت ایمان سے نصیب ہوتی ہے اور اللہ تمھارے تمام اعمال کو دیکھ رہا ہے یعنی جو شخص بھی جس راہ کو اپنائے گا اس کے نتائج اس پر وارد ہوں گے اور پھر موت تو ہر حال وارد ہو کر رہے گی ۔ اس سے مفر نہیں، اور ہر مرنے والا یا اللہ کی راہ میں موت سے ہمکنار ہوتا ہے اور یا شیطان کے رستہ پر موت سے دوچار ۔ پہلی راہ سعادت کی ہے کہ راہِ خدا میں قتل ہو یا یادِ خدا میں موت آئے تو یہ بڑی نعمت ہے کہ اس پر اللہ کی مغفرت اور اس کی رحمت مرتب ہوگی جس کا ایک شمہ، تمام دُنیا کی دولت سے بہت زیادہ بہ ی ہے اور یہ موت ایک تحفہ ہے ۔ جیسا کہ ارشاد ہے تحفہ المؤمن الموت ۔ یہ ایک انعام ہے اور عطا ہے ۔ ورنہ تو ہر ایک کو مرنا ہے اگر ویسے مارے گئے یا مر گئے، تو بھی اللہ کی بارگاہ میں جمع ہونا ہے ۔ اس کے سوا کوئی راستہ نہیں ۔

اب سوچو کہ جو شیطان کی راہ میں مر گئے یا مارے گئے وہاں ان کی حالت کیا ہوگی تب اندازہ ہو سکے گا کہ اللہ کی راہ میں نصیب ہونے والی موت اِس حیاتِ مستعار سے قیمتی اور پُر لطف ہے ۔

فبما رحمة من الله لنت لهم .... ان الله يحب المتوكلين

اللہ کی رحمت کس قدر عام ہے کہ اے نبیؐ! آپ بھی اُسی کی رحمت سے سب کے ساتھ بہت نرمی اور محبت کا سلوک فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ کی شفقت اور رافت ان کی ڈھال ہے اور آپ کا عفو و درگزر ان کی جائے پناہ۔ آپ کی یہ عظمتِ شان اور آپ کا حلم کے ساتھ جُود و سخا سب رحمتِ باری ہی کے کرشمے ہیں۔ نیز اگر یہ اوصافِ حمیدہ اور اخلاقِ جلیلہ آپ کے ہاں نہ ہوتے تو لوگ آپ ﷺ کے گرد جمع نہ ہو پاتے اور اصلاحِ خلائق کا فریضہ حسبِ منشا انجام نہ پا سکتا۔ اور لوگ محرُوم رہتے۔ اپنی اصلاح اور تزکیہ اخلاق کے لیے انھیں کوئی دروازہ نصیب نہ ہو پاتا۔ مگر اللہ کی رحمت نے یہ گوارا نہ کیا اور آپ ﷺ جیسے کریم اور رؤف و رحیم پیمبر کو مبعُوث فرما کر عفوِ عام کا اذن فرمایا۔

اب بھی اگر کوئی محرُوم ہے یہ کمزوری یا نقص اس شخص کی اپنی ذات میں ہے جس کے بارے اُسے دنیا میں محرومی کا اور آخرت میں وہاں کے مؤاخذہ کا سامنا کرنا ہو گا۔

آپ (ﷺ) مومنین کے ساتھ درگزر کا معاملہ ہی فرمایئے کہ نادانی میں یا بحیثیت ایک انسان کے ان سے جو لغزشیں سرزد ہو سکتی ہیں وہ آپ ﷺ کے قلبِ اطہر کو مکدّر نہ کر سکیں۔

تکدرِ قلبی

تکدرِ قلبی منافیِ رافت ہے اور فیوضات کو منقطع کر دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ شیخ کے دل میں کدُورت آ جائے تو طالب کے فیوضات اور مقامات برباد ہو جاتے ہیں۔

آپ ﷺ ان کے لیے اللہ سے بخشش مانگا کریں کہ آپ ﷺ کی دعا ان کے لیے باعثِ برکات اور موجبِ تسلّی ہو گی۔ نیز ایسے امُور میں جو وحی سے متعین نہیں فرما دیئے جاتے مومنین سے مشورہ فرمایا کریں کہ انھیں آپ کا لطفِ خاص حاصل رہے۔

سُبحان اللہ! کیا انداز ہے اپنے نبی ﷺ کی عظمت کے اظہار کا بھی اور خود ذاتِ باری صحابہ رضی اللہ عنہم کی سفارشی بھی ہے اور ان کے طفیل قیامت تک پیدا ہونے والا وہ انسان جسے ان کا اتباع نصیب ہو، اسی کرم کا امیدوار بھی ہے۔

صاحبِ معارف القرآن مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے یہاں مشورہ کی شرعی حیثیت اور طریقِ کار نیز شوریٰ اور اسلامی حکومت وغیرہ جملہ امُور پر خوب دادِ تحقیق دی ہے، اللہ ان کی قبر کو منوّر فرمائے۔ آمین۔ اگر دیکھنا چاہیں تو دوسری

جلد کے صفحہ نمبر ۲۱۵ سے صفحہ نمبر ۲۲۴ تک ملاحظہ فرمائیں۔

مشورہ اور شوریٰ

لیکن مشورہ کی حیثیت بہر حال اپنی ہوگی کہ بعد مشورہ بھی آپ ﷺ جو فیصلہ فرمالیں خواہ مشورہ کے مطابق ہو یا آپ ﷺ اس کے خلاف پسند فرمالیں۔ تو پھر اللہ پر بھروسہ کریں کہ تمام امور اسی کے دستِ قدرت میں ہیں۔

مغربی جمہوریت تو کثرتِ رائے کو چاہتی ہے کہ دو اندھے اگر دن کو رات کہہ دیں تو ایک آنکھوں والا قبول کرنے پر مجبور ہے مگر اسلامی طرزِ زندگی میں امیر یا حاکم یا شیخ یعنی ہر طرح کا سربراہ وہی بن سکتا ہے جو ان لوگوں میں سب سے بہتر علمی و عملی اعتبار سے ورع و تقوےٰ کے لحاظ سے ہو ایسے انسان کی رائے بفضل اللہ سب سے بہتر ہوگی۔ اسے چاہیے کہ سب سے مشورہ کرے۔ ممکن ہے اکثریت کی رائے ہی اس کے اطمینان کا سبب بن جائے یا خود اس کی رائے سے مطابقت رکھتی ہو لیکن اگر نہ بھی ہو تو وہ پابند نہیں بلکہ اپنی صوابدید کے مطابق ان سب لوگوں کی بہتری کی خاطر اللہ کو حاضر جانتے ہوئے خود فیصلہ کرے اور اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس پر عمل کرے کہ اللہ توکل کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

صاحب کشف الاسرار فرماتے ہیں۔ کہ بو علی وقاق کا ارشاد ہے کہ توکل کے تین درجے ہیں۔ اوّل توکلؔ دوم تسلیم اور سوم تفویض۔ پھر فرماتے ہیں، صاحبِ توکل وعدۂ حق پر اُمید رکھتا ہے۔ صاحب تسلیم علمِ باری پر مطمئن ہے اور صاحب تفویض راضی برضا ہے۔ صاحبِ توکل طالب عطا ہے۔ صاحب تسلیم منتظر لقا اور صاحب تفویض آسودہ رضا ہوتا ہے۔

ان ینصرکم اللہ .... واللہ بصیر بما یعملون۔

چونکہ آپ ﷺ کی رائے اطاعتِ باری کے لئے ہی تو ہوگی یا جو شخص آپ ﷺ کے بعد بھی شرعی قاعدہ کے مطابق امیر ہوگا اس کی اطاعت نصرتِ الٰہی کا سبب بنے گی اور جب اللہ مدد فرمائے گا تو اے مسلمانو! تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔

یہی حال شیخ کا ہوتا ہے کہ اس کی محنت و کاوش یا رائے اور مشورہ مفاداتِ ذاتی سے بالاتر ہوتا ہے اسی لئے اُسے اللہ کی طرف سے نصرت حاصل ہوتی ہے اور مسلمانوں کی ترقی کا بنیادی سبب یہی چیز ہے لیکن خدانخواستہ کوئی ایسی صورت بن جائے کہ نااہل کسی منصب پر قابض ہو جائیں اور مفاداتِ ذاتی کی خاطر فیصلے کریں تو پھر نہ صرف خود ذلیل ہوں گے بلکہ اُمت کی رُسوائی کا سبب بنیں گے کیونکہ جب للّٰہیت اُٹھ گئی تو نہ صرف نصرتِ الٰہی ہاتھ سے گئی

بلکہ خذلان اور ذلّت حصّے میں آئی اور جن لوگوں کو اللہ رُسوا کر دے کوئی ان کی مدد نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اگر شیخ کی مسند پر قابض ہوں گے تو لوگوں کا دین برباد کرنے کا باعث بنیں گے اور محبّت کی جگہ دلوں میں نفرت اور منافقت آ جائے گی۔ اعاذنا اللہ منہا۔

نیز مومن تو اللہ پر ہی بھروسہ رکھتا ہے، ظاہر ہے کہ توکل بھی تو جائز امُور میں ہی کرے گا۔ یعنی ایمان کے ساتھ نیکی اور خلوص ہی زیب دیتا ہے۔ نیز خیانت کی اُمید نبی سے رکھنا فضول ہے کہ یہ ایسا مذموم فعل ہے کہ ہر خائن اپنی خیانت کردہ چیز سمیت میدانِ حشر میں حاضر ہو گا۔ جس طرح آیات و احکام نازل ہوتے ہیں اللہ کا رسُول ﷺ اسی طرح پہنچاتے ہیں گے۔ منافقین یا کفار یہ امید نہ رکھیں کہ ان کے عقائد کی جو خرابی آیات میں بیان کی جاتی ہے وہ آپ ﷺ ارشاد نہ فرمایا کریں یا کوئی بھی شخص اجرائے احکام میں یا تقسیم غنائم میں آپ ﷺ سے کسی ناروا رورعایت کی ہرگز امید نہ رکھے کہ یہ فعل نبی کو تو زیب ہی نہیں دیتا۔ غیر نبی بھی جو اس کا مرتکب ہو گا یہ اس کے لئے باعث رسوائی بنے گی۔ یہاں کفار کے اس شبہ کا رد بھی ہے کہ معاذ اللہ آپ ﷺ نے فلاں کو زیادہ مال عطا فرمایا اور فلاں کو کم۔ اور اس کے ساتھ یہ اصول بھی ارشاد ہوا کہ غلول نہایت رُسوا کُن فعل ہے اور یہ ہر طرح کی خیانت کو محیط ہے جیسے خانقاہوں، مساجد اور مدارس وغیرہ کے اموال یا خزانہ سرکار یعنی بیت المال کی اشیاء۔ قوم خواہ ان میں چوری کرے۔ لاپرواہی سے ضائع کرے تو اس بارہ حدیث شریف میں وعید آئی ہے آپ ﷺ کی شفاعت سے یہ لوگ محروم رہیں گے۔

اور دوسرے درجہ میں ہر گناہ کو خیانت کر کے غضبِ الٰہی کو دعوت دینے والے تو کبھی بھی ایک جیسے نہیں ہو سکتے کہ مظہرِ غضب تو جہنّم ہے اور وہی ایسے لوگوں کا ٹھکانہ ہو گا جو بہت ہی تکلیف دہ جگہ ہے اور یاد رہے کہ عنداللہ لوگوں کے مدارج مختلف ہیں۔ نہ سب جنّتی ایک درجے کے ہیں اور نہ سب دوزخی ایک جیسے۔ جنّت میں درجات بلندی کی طرف ہیں کہ دُنیا میں جس قدر اطاعت خلوص کے ساتھ کر کے درجات پا لیئے یا پھر عدمِ اطاعت کے وبال میں گرفتار جتنا کوئی نیچے گرتا چلا گیا اور اللہ کریم سب کے اعمال دیکھتے ہیں اور جہنم کے درجات نیچے کو چلتے ہیں۔

لقد من اللہ .... لفی ضلٰلٍ مبین۔

مومنین پر تو اللہ کا خاص احسان ہے کہ انہی میں سے ایک عظیم الشان رسُول مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں اور دُنیا کی ساری رونقیں آپ ﷺ ہی کے طفیل ہیں جن سے ہر نوع تخلیق متمتع ہو رہی ہے

مگر مسلمانوں پر تو یہ احسانِ عظیم ہے کہ یہ لوگ آپ ﷺ کی برکات سے ابدی طور پر مالا مال ہو رہے ہیں اور باقی لوگ صِرف دُنیا میں وہ بھی مادی چیزوں سے۔ انسان کی اصل رُوح ہے اور بدن اس کا آلہ۔ اس لیئے حقیقی نعمتیں بھی لذتِ روحانی اور نعمائے رُوحانی ہیں جن سے مومنین مستفید ہو رہے ہیں۔

پھر آپ ﷺ اگر کسی اور جنس سے ہوتے یعنی فرشتے یا جنّ، تو انسان پوری طرح استفادہ نہ کر سکتا۔ یہ بہت بڑا احسان ہے کہ آپ کی بعثت سے بشریت کو وہ شرف نصیب ہوا کہ ساری مخلوق سے اس کی شان زیادہ ہے۔ یاد رہے کہ آپ ﷺ کی بشریت کا انکار کفر ہے صاحب رُوح المعانی اسی آیہ کریمہ کے تحت لکھتے ہیں کہ شیخ ولی الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ کو بشر اور عرب جاننا کیا صحتِ ایمانی کی شرط ہے۔

فرمایا، "بے شک!"

پھر فرمایا "اگر کوئی آپ ﷺ کی رسالت کا اقرار تو کرے مگر یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آپ بشر ہیں یا فرشتے یا جنّ اور پھر عرب یا عجم کے رہنے والے تو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں"۔

یہ آپ ﷺ کی ہی برکات ہیں کہ اللہ کی آیات تلاوت فرماتے ہیں یعنی،

ع کر دیا ہم سخن بندوں کو اللہ سے تُو نے

اس مُشتِ خاک کو وہ عزم اور وہ طلب بخشی کہ اب ذاتِ باری سے ہمکلام ہے اور اپنے تمام امُور میں اللہ سے رہنمائی حاصل کرتا ہے اسی کی خاطر مومنین کا تزکیہ فرماتے ہیں۔

تزکیہ

تزکیہ کیا ہے؟ ایک قلبی اور روحانی کیفیت کا نام ہے جس کے طفیل دِل میں خلوص اور اطاعتِ الٰہی کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور گناہ اور معصیت سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ اس کا ثبوت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مقدس زندگیاں ہیں کہ آپ ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا کی اخلاقی حالت عموماً اور اہلِ عرب کی خصوصاً تباہی کے آخری کنارہ پر پہنچ چکی تھی کہ آپ ﷺ کی بعثت نے انسانیت کو حیاتِ نو بخشی اور ان ہی لوگوں کو وہ اخلاقی عظمت اور خلوص وللّٰہیت عطا فرمائی کہ تاریخ انسانی اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔

آپ ﷺ کی تعلیمات، ارشادات اور اس کے ساتھ فیضِ صحبت تزکیہ کی اصل ہے صرف تعلیمات تو کافر بھی سنتا اور جانتا ہے مگر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے فیضِ صحبت سے محروم ہو کر تزکیہ سے محروم رہتا ہے اور مومن ایمان

لاکر ان کیفیات کو حاصل کرتا ہے۔ جو آپ ﷺ کی صحبت میں بٹتی ہیں چنانچہ ایک نگاہ پانے والا صحابیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوا اور یہ نعمتِ عظمیٰ بٹتی رہی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحبت میں آنے والے تابعین کہلائے اور ان سے تبع تابعین مستفید ہوئے پھر اہل اللہ نے اسی نعمت کو ان کے مقدس سینوں سے حاصل کیا اور خلقِ خدا کے دلوں کو روشن کرتے رہے اور کرتے رہیں گے انشاء اللہ۔ کہ اسی کی برکت سے کتاب و حکمت یا کتاب و سنت کی تعلیم حاصل کی جا سکتی ہے یہ تزکیہ یا فیضِ صحبت ہی حصولِ تعلیم کی اساس ہے۔ کتاب و حکمت کی وہ تعلیم جو انسان کے لیے راہِ عمل کو آسان کر دے جو اس کی عملی زندگی بن جائے ورنہ پھر محض حروف کی شناخت رہ جائے گی اُسے تعلیم کہنا درست نہ ہوگا۔

یہ بھی وضاحت فرما دی کہ کتاب کے ساتھ مفہوم کتاب یا حکمت بھی ہے یعنی حدیث مبارک اور کتاب اللہ کی وہ شرح جو آپ ﷺ نے فرمائی۔ ورنہ قبل ازیں تو لوگ ایسی گمراہی میں مبتلا تھے جسے وہ خود بھی جانتے تھے یعنی اپنے گمراہ ہونے کا خود انھیں بھی علم تھا۔ اور غالباً آج کے دور کی مصیبت بھی یہی ہے کہ کیفیاتِ باطنی دُنیا میں بہت کم نصیب ہوتی ہیں۔ ایسے لوگ جن کے نہ صرف دل روشن ہوں بلکہ دُوسرے دلوں کو روشن کرنے کی ہمت بھی رکھتے ہوں دُنیا میں نظر نہیں آتے اور جب یہ نعمت نصیب نہیں ہوتی تو قوتِ عمل نصیب نہیں ہوتی۔ لوگ کتاب اللہ پڑھتے بھی ہیں پڑھاتے بھی ہیں مگر عمل بہت ہی کم نصیب ہوتا ہے اللہ کریم دلوں کی روشنی نصیب فرمائے۔ آمین!

اور اس کے لِئے ضروری ہے کہ ایسے لوگوں کو تلاش کیا جائے جو ایک روشن دل رکھتے ہوں اور آپ ﷺ کی عطا کردہ کیفیات کے نہ صرف امین ہوں بلکہ انھیں تقسیم بھی کر سکیں اور دُوسروں کے دلوں میں بھی وہ روشنی منتقل کریں جس کے وہ امین ہوں۔

چنیں مردے کہ یابی خاکِ اوشو
اسیرِ حلقۂ فتراکِ اُو شو

ایسے ہی مردوں کی غلامی حیات آفریں ہوا کرتی ہے اور حقیقی علم سے آشنائی نصیب کرتی ہے یہی ترتیب قرآنی سے بھی مترشح ہوتا ہے کہ تلاوت آیات، پھر تزکیہ اور اس کے بعد تعلیمِ کتاب و حکمت۔ یہ سب کچھ حاصل ہو جانے کے بعد بھی انسان تکالیف و مصائب میں گھر سکتا ہے کہ کبھی تو بحیثیت انسان اس سے کوئی لغزش ہو جاتی ہے۔

تو یہ مصیبت تلافیٔ مافات کا کام دیتی ہے اور کبھی ترقیٔ درجات کا سبب بن جاتی ہے۔ نیز مومن و منافق کی پہچان بھی ہو جاتی ہے۔

اولما اصابتکم مصیبۃ .... ان کنتم صادقین۔

کہ یومِ اُحد جو نقصان تمھیں پہنچا یا جتنا نقصان لشکرِ اسلامی کا ہوا اس سے دوچند تو یومِ بدر کفّار کا ہو چکا ہے یعنی اے مسلمانو! تم انھیں اس سے دوچند صدمہ پہنچا چکے ہو پھر اس بات پہ پریشانی کیسی؟

دوسری اور اصل بات یہ ہے کہ آپ حضرات نے غیر ارادی طور پر سہی، درہ خالی کر کے نبی رحمت ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں کوتاہی کی ہے اس کا نتیجہ بھی ضرور سامنے آنا تھا۔ اور تیسری وجہ یہ بھی کہ اس مصیبت میں ڈال کر اللہ بعض مومنین کو تو شہادت سے سرفراز کرنا چاہتا تھا اور باقیوں کو بھی دنیا کی نگاہ میں سرفراز کرنا مقصود تھا۔ نیز منافقین کی شناخت کا باعث بھی یہی بات بنی کہ جب انھیں جنگ یا دشمن کی مدافعت کے لئے کہا گیا تو کہتے ہیں کہ اگر یہ جنگ ہوتی تو ہم ضرور ساتھ دیتے مگر یہ تو صریحاً خودکشی ہے۔ ارشاداتِ رسول ﷺ کے ساتھ یہ سلوک انھیں ایمان کی نسبت کفر کے زیادہ قریب لے گیا۔ حالانکہ یہ صرف زبانی بات تھی۔ ان کے دل میں تو اس سے کہیں زیادہ کدورت بھری ہوئی تھی اور اللہ تو ان کی پوشیدہ باتوں کو بہت اچھی طرح جانتا ہے۔ یہ بدبخت خود تو جنگ سے علیحدہ ہو ہی گئے تھے دوسروں کو بھی کہتے تھے کہ اے کاش! ہمارا کہا مان لیتے تو یوں تہ تیغ نہ کئے جاتے۔ تو ان سے کہیئے کہ تم اپنے آپ سے تو موت کو منع کر کے دیکھو۔ جب تم اپنی ذات سے موت کو نہیں روک سکتے تو دوسروں سے موت کو منع کرنے کی طاقت کیسے رکھتے ہو؟

صاحبِ روح المعانی فرماتے ہیں کہ عین اس روز بھی متعدد منافقین موت کا شکار ہوئے تھے۔

ولا تحسبنّ الذین قتلوا .... وان اللہ لا یضیع اجر المؤمنین۔

شہید کی حیات

جنھیں تم مقتول سمجھتے ہو وہ شہید ہیں اور شہید کو کبھی مُردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ یہ ارشاد ان لوگوں کے بارے ہے جو لوگوں کے سامنے قتل ہوئے اور جنھیں قبروں میں دفن بھی کیا گیا۔ اس کے باوجود حکم یہ ہے کہ انھیں مُردہ نہ سمجھا جائے بلکہ یہ زندہ ہیں۔

اگر یہاں یہ کہا جائے کہ حیاتِ رُوحانی مراد ہے تو وہ ہر مرنے والے کو حاصل ہے مومن ہو یا کافر، روح دونوں

کی زندہ رہتی ہے اور سوال وجواب قبر کے بعد نیک لوگوں کے لئے راحت اور کفار و فجار کے لئے عذاب قرآن و سُنت سے ثابت ہے ۔ اگر یہ کہا جائے کہ حیات سے مراد وہ حیات ہے جو آخرت میں نصیب ہوگی تو صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں کہ یہ قول معتزلہ کا ہے اور باطل ہے پھر اس کی وجوہات بیان فرماتے ہیں تو پھر یقیناً ایسی زندگی ہے ۔ جس میں روح کا تعلق بدن سے بھی بہت مضبوط طور پر قائم ہے ۔ اس قدر تعلق تو ہر رُوح کو بدن سے ہوتا ہے کہ جو ثواب یا عذاب روح کو پہنچے بدن کے ذرات بھی اس سے متاثر ہوں اور اپنے حصّے کی راحت یا رنج جھیلتے رہیں ۔ مگر شہید کی رُوح کا تعلق اس سے بہت قوی ہوتا ہے کہ ارشاد ہوتا ہے انھیں رزق ملتا ہے کھاتے پیتے ہیں ۔

یہاں کوئی کہے کہ شہید کی قبر میں مادّی رزق تو نظر نہیں آتا ، تو آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ابیت عند ربی یطعمنی و یسقینی ۔ موجود ہے کہ کئی کئی روز حضور ﷺ کچھ کھاتے پیتے نہ تھے ۔ اللہ کی طرف سے کھلائے پلائے جاتے تھے اور وہ رزق نہ مادی ہوتا تھا نہ کسی کو نظر آتا تھا ۔ اس کے باوجود وجودِ اقدس کو بھی غذا کی کمی محسوس نہ ہوتی تھی نہ کوئی ایسا اثر مرتب ہوتا تھا ، ایسا ہی رزق شہید بھی پاتا ہے پھر لذت و الم کا احساس وادراک رکھتا ہے جس کے لئے بھی حیات شرط ہے اور نہ صرف اپنی ذات سے بلکہ اپنے پسماندگان کے حالات سے بھی خوشی اور سرور حاصل کرتا ہے کہ وہ بھی اطاعتِ الٰہی کے راستے پر گامزن ہیں اور یہ تو انھوں نے دیکھ ہی لیا کہ اللہ مومنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ۔ اس بات پہ خوش ہوتے ہیں کہ ہمارے پسماندگان بھی آکر انعامات پائیں گے ۔

تو اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ شہید زندہ ہوتا ہے اور رُوح کا تعلق بدن سے اسقدر قوی ہوتا ہے کہ بدن نہ گلتا سڑتا ہے اور نہ خراب ہوتا ہے ، رزق دیا جاتا ہے ، خوشی اور الم کو محسوس کرتا ہے اس کا علم پہلے سے بھی وسیع ہو جاتا ہے کہ دُنیا میں رہ جانے والوں کے حالات کی بھی اطلاع پاتا رہتا ہے یعنی باعتبار حیات کے حیات دنیوی حاصل ہوتی ہے اگرچہ باعتبار احکام کے حیاتِ اُخروی حاصل ہوتی ہے کہ عالم برزخ میں رہتا ہے ۔ کھانا پینا ، سونا جاگنا راحت و الم اور جملہ امور کا تعلق عالم برزخ سے ہے اگر شہید زندہ ہے تو یہ نبی کی برکات میں سے حصہ پاکر شہادت سے سرفراز ہو تو خود نبی کی حیات اس سے بھی اقویٰ ہوگی جس کی مثل غیر نبی کی نہیں ہو سکتی ۔

172. As for those who heard the call of Allah and His messenger after the harm befell them (in the fight); for such of them as do right and ward off (evil), there is great reward.

جنہوں نے باوجود زخم کھانے کے خدا اور رسُول (کے حکم) کو قبول کیا۔ جو لوگ ان میں نیکوکار اور پرہیزگار ہیں اُن کے لئے بڑا ثواب ہے ﴿۱۷۲﴾

ٱلَّذِينَ ٱسْتَجَابُوا۟ لِلَّهِ وَٱلرَّسُولِ مِنۢ بَعْدِ مَآ أَصَابَهُمُ ٱلْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا۟ مِنْهُمْ وَٱتَّقَوْا۟ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿۱۷۲﴾

173. Those unto whom men said: Lo! the people have gathered against you, therefore fear them. (The threat of danger) but increased the faith of them and they cried: Allah is sufficient for us! Most Excellent is He in Whom we trust!

(جب) اُن سے لوگوں نے آکر بیان کیا کہ کفار نے تمہارے (مقابلے کے) لئے (لشکر کثیر) جمع کیا ہے تو اُن سے ڈرو۔ تو اُن کا ایمان اور زیادہ ہو گیا۔ اور کہنے لگے ہم کو خدا کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے ﴿۱۷۳﴾

ٱلَّذِينَ قَالَ لَهُمُ ٱلنَّاسُ إِنَّ ٱلنَّاسَ قَدْ جَمَعُوا۟ لَكُمْ فَٱخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَـٰنًا وَقَالُوا۟ حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ ﴿۱۷۳﴾

174. So they returned with grace and favour from Allah, and no harm touched them. They followed the good pleasure of Allah, and Allah is of infinite bounty.

پھر وہ خدا کی نعمتوں اور اُسکے فضل کے ساتھ (خوش و خرم) واپس آئے اُن کو کسی طرح کا ضرر نہ پہنچا اور وہ خدا کی خوشنودی کے تابع رہے اور خدا بڑے فضل کا مالک ہے ﴿۱۷۴﴾

فَٱنقَلَبُوا۟ بِنِعْمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوٓءٌ وَٱتَّبَعُوا۟ رِضْوَٰنَ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ﴿۱۷۴﴾

175. It is only the devil who would make (men) fear his partisans. Fear them not; fear Me, if ye are true believers.

یہ (خوف دلانے والا) تو شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے۔ تو اگر تم مومن ہو تو اُن سے مت ڈرنا اور مجھی سے ڈرتے رہنا ﴿۱۷۵﴾

إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ ٱلشَّيْطَـٰنُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَآءَهُۥ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۷۵﴾

176. Let not their conduct grieve thee, who run easily to disbelief, for lo! they injure Allah not at all. It is Allah's will to assign them no portion in the Hereafter, and theirs will be an awful doom.

اور جو لوگ کفر میں جلدی کرتے ہیں اُن (کی وجہ) سے غمگین نہ ہونا۔ یہ خدا کا کچھ نقصان نہیں کر سکتے خدا چاہتا ہے کہ آخرت میں اُن کو کچھ حصہ نہ دے اور اُن کیلئے بڑا عذاب (تیار) ہے ﴿۱۷۶﴾

وَلَا يَحْزُنكَ ٱلَّذِينَ يُسَـٰرِعُونَ فِى ٱلْكُفْرِ ۚ إِنَّهُمْ لَن يَضُرُّوا۟ ٱللَّهَ شَيْـًٔا ۗ يُرِيدُ ٱللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِى ٱلْـَٔاخِرَةِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۷۶﴾

177. Those who purchase disbelief at the price of faith harm Allah not at all, but theirs will be a painful doom.

جن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر خریدا وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اُن کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا ﴿۱۷۷﴾

إِنَّ ٱلَّذِينَ ٱشْتَرَوُا۟ ٱلْكُفْرَ بِٱلْإِيمَـٰنِ لَن يَضُرُّوا۟ ٱللَّهَ شَيْـًٔا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۷۷﴾

178. And let not those who disbelieve imagine that the rein We give them bodeth good unto their souls. We only give them rein that they may grow in sinfulness. And theirs will be a shameful doom.

اور کافر لوگ یہ نہ خیال کریں کہ ہم جو اُن کو مہلت دیئے جاتے ہیں تو یہ اُن کے حق میں اچھا ہے (نہیں بلکہ) ہم اُن کو اسلئے مہلت دیتے ہیں کہ اور گناہ کر لیں آخرکار اُن کو ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا ﴿۱۷۸﴾

وَلَا يَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓا۟ أَنَّمَا نُمْلِى لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِى لَهُمْ لِيَزْدَادُوٓا۟ إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿۱۷۸﴾

179. It is not (the purpose) of Allah to leave you in your present state till He shall separate the wicked from the good. And it is not (the purpose of) Allah to let you know the unseen. But Allah

(لوگو) جب تک خدا ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دے گا مومنوں کو اس حال میں جس میں تم ہو ہرگز نہیں رہنے دے گا۔ اور اللہ تم کو غیب کی باتوں سے بھی مطلع نہیں کرے گا۔ البتہ خدا اپنے

مَّا كَانَ ٱللَّهُ لِيَذَرَ ٱلْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَآ أَنتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ ٱلْخَبِيثَ مِنَ ٱلطَّيِّبِ ۗ وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى ٱلْغَيْبِ وَلَـٰكِنَّ

اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۪
فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا
وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾
وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ
بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ
خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ
سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ ۭ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ ع

پیغمبروں میں سے جسے چاہتا ہے انتخاب کر لیتا ہے
تو تم خدا پر اور اسکے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور اگر ایمان
لاؤ گے اور پرہیزگاری کرو گے تو تمکو اجر عظیم ملے گا ﴿۱۷۹﴾
جو لوگ مال میں جو خدا نے اپنے فضل سے
اُن کو عطا فرمایا ہے بخل کرتے ہیں وہ اس بخل
کو اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں (وہ اچھا نہیں)
بلکہ اُن کے لئے بُرا ہے وہ جس مال میں بخل کرتے
ہیں قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ان کی گردنوں
میں ڈالا جائیگا اور آسمانوں اور زمین کا وارث خدا ہی ہے
اور جو عمل تم کرتے ہو خدا کو معلوم ہے ﴿۱۸۰﴾

chooseth of His messengers whom He will, (to receive knowledge thereof.) So believe in Allah and His messengers. If ye believe and ward off (evil), yours will be a vast reward.

180. And let not those who hoard up that which Allah hath bestowed upon them of His bounty think that it is better for them. Nay, it is worse for them. That which they hoard will be their collar on the Day of Resurrection. Allah's is the heritage of the heavens and the earth, and Allah is Informed of what ye do.

اسرار و معارف

الذین استجابوا للّٰہ والرسول .... ان کنتم مومنین۔

یہ جملہ فضائل ان لوگوں کو حاصل ہیں جنہوں نے لاکھوں مشکلات کے باوجود اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت سے منہ نہ موڑا ۔ یہی لوگ نیک بھی ہیں اور پرہیزگار بھی ۔ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

قرآن حکیم ساری انسانیت کے لئے اور ہمیشہ کے لئے اللہ کی آخری کتاب ہے۔ اس لئے اصولی باتیں بیان فرماتا ہے کہ مصائبِ دُنیا بھی دراصل ترقیِ درجات کا سبب بن جاتے ہیں کہ جس قدر مشکلات میں اطاعت کرے گا اُسی قدر اجر میں زیادتی ہو گی چونکہ مثالی اور معیاری مومن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں اس لئے ذکر اُن کا کیا جاتا ہے جیسے یہاں ارشاد ہے۔

صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں کہ اُحد کے دوسرے روز حضور اکرم ﷺ نے تعاقب کا حکم دیا تو جاں نثارانِ رسول ﷺ زخموں سے چُور تھے ۔ ستر شہید ہو چکے تھے اور زخموں کا یہ حال تھا کہ دو دو ل کر چلے ۔ تھوڑی دُور ایک دوسرے پر بوجھ ڈال کے چلتا تو پھر کچھ دُور اس کو سنبھالتا اور وہ اس پر بوجھ ڈال کر چلتا۔ مگر تعاقب سے باز نہ آئے اور حمرالاسد تک پہنچے ۔ جو مدینہ منورہ سے تقریباً تین میل کا فاصلہ تھا ۔ نہ صرف مرد بلکہ بیبیوں کا یہ حال تھا کہ بقول امام

رازی رحمۃ اللہ علیہ ایک عورت کا باپ شوہر بھائی اور بیٹا میدان میں شہید ہو کر پڑے تھے مگر وہ آپ ﷺ کو تلاش کر رہی تھی۔ جب رُخِ انور کو دیکھا تو پکار اُٹھی کل مصیبة بعدك هدرة۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو حضور ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ انھیں روکیں کہیں بھائی کی لاش کے بکھرے ہوئے اعضاء کو دیکھ کر واویلا نہ کریں۔ تو انھوں نے فرمایا، میں جانتی ہوں کہ حمزہؓ کا مثلہ کیا گیا ہے۔ تشریف لائیں اور دیکھ کر فرمایا، اس قیمت پر بھی اطاعت نصیب ہو تو یہ سودا مہنگا ہرگز نہیں۔

یہاں جملہ مفسرین کرام نے "من" بیانیہ لکھا ہے۔ کہ جملہ صحابہؓ ان اوصافِ عالیہ سے متصف تھے کہ احسنوا منھم واتقوا سے پہلے للذین استجابوا ارشاد ہوا ہے اور یہ استجابت بغیر احسان و تقویٰ کے ممکن ہی نہیں، اس من کا ماحصل ہوگا کہ وہ سب لوگ جنہیں شرفِ استجابت نصیب ہوا۔ احسان و تقویٰ سے متصف تھے اور اجرِ عظیم کو پانے والے۔ نیز اطاعت کے لئے خلوص درکار ہے کہ کوئی بھی کام بظاہر کتنا ہی اعلیٰ ہو اگر خلوصِ قلب سے نہ کیا جائے تو عند اللہ مقبول نہ ہوگا کہ محض بہادری سے لڑنا تو کفار سے بھی ثابت ہے۔

یہاں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بہادری، مکمل اطاعت اور اس کے ساتھ احسان و تقویٰ یعنی کمالِ خلوص بھی بیان ہو رہا ہے۔ احسان کا مفہوم تو حدیثِ جبریل علیہ السلام سے یوں ارشاد ہوا کہ اللہ کی عبادت کرو گویا تو اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ گویا مراد حضوری ہے اور تقویٰ اعمال میں اسی حضوری کے باعث حد درجہ احتیاط کا نام ہے اور یہ اطاعت رسول اللہ ﷺ کی ہے کہ تعاقب کا حکم آپؐ نے دیا تھا۔ اس کے لئے نئی وحی نازل ہوئی مگر یہاں آپ ﷺ کے ارشاد کو اللہ کا حکم قرار دیا گیا ہے جس سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی صوابدید پر جو حکم دیں وہ بھی وہی درجہ رکھتا ہے جو اللہ کے نازل کردہ احکام کا ہے منکرین حدیث کو غور کرنا چاہیے۔

دوسرا کمال یہ ارشاد ہوا کہ لوگوں نے یعنی منافقین و مشرکین نے خوفزدہ کرنا چاہا اور کہا کہ اہلِ مکہ پلٹ رہے ہیں ان سے بچنے کی تدبیر کرو، مگر صحابہؓ کا ایمان اور مضبوط ہوا کہ ان کا ایمان تو اوّل روز سے کامل تھا۔ یہ بھی خوب جانتے تھے کہ جس راہ کو اُنھوں نے اختیار کیا ہے اس میں کس قدر مصائب اور تکالیف آئیں گی۔ آنے والی ہر مصیبت اُن کے جوشِ ایمان کو اور بڑھا دیتی تھی۔ نیز اعمال بھی تو ایمان ہی کا حصہ ہیں کہ ایمان ایک دعویٰ ہے جس کی گواہی اعمال ہی مہیا کر سکتے ہیں۔ ہر طاعت زیادتی ایمان کا باعث ہے اور ہر گناہ اس میں کمی کا سبب حتیٰ کہ مسلسل گناہ کرنے والے

لوگ ایمان ضائع کر دیتے ہیں اور اسلام کے نام پر کسی کفر کا نوالہ بن جاتے ہیں۔ مگر یہاں یہ حال ہے کہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔

سُبحان اللہ! کس قدر تقیہ کی نفی ہو رہی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی موجود تھے مگر کسی نے تقیہ کا سہارا نہ لیا اور خدا نے اس عمل کو ایمان کی زیادتی قرار دیا اور ساری انسانیت کے سامنے بطور نمونہ پیش کیا پھر اس پر اجر ملاحظہ ہو کہ وہ اللہ کی نعمت اور اس کے ساتھ لوٹے اور انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچی۔ مشرکین مکہ خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حمرالاسد کے بازار میں خرید و فروخت کر کے منافع بھی حاصل کیا۔ اور اطاعت کا حق بھی ادا کر دیا پھر سب سے بڑھ کر رضائے الٰہی حاصل ہوئی جو سب سے بڑی نعمت ہے اور اللہ تو ہے ہی بڑے فضل والا۔

یہاں توکّل علی اللہ کا بہت اعلیٰ مقام ارشاد ہوا ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ دیکھ لیا جائے کہ حضور اکرم ﷺ نے جس قدر اسبابِ ظاہری ممکن تھے اختیار فرمائے۔ اسلحہ ساتھ لیا۔ احباب اگرچہ زخمی تھے مگر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ نہ رہے بلکہ تعاقب میں روانہ ہوئے اور کہا حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

توکّل یہ ہے کہ جائز اسباب اختیار کرے اور بغیر کسی خوف و خطر کے اطاعت پر ثابت قدم رہے کہ غیر اللہ سے ڈرنا مومن کو زیبا ہی نہیں، یہ تو شاطین کا کام ہے کہ وہ اپنے دوستوں کو مختلف حیلوں بہانوں سے خوفزدہ کر کے برائی پر آمادہ کرتا رہتا ہے شیطان جنّوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے اس کا بڑا ہتھیار یہ ہے کہ غیر اللہ کا خوف دل میں ڈال دیتا ہے اور خوفزدہ انسان صرف اس کی گرفت سے بچنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا رہتا ہے لیکن مومن کو ارشاد ہے کہ تم کسی سے ہرگز مت ڈرو۔ کمالِ ایمان یہ ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔

ارشاد ہے کہ وَخَافُوْنِ یعنی مجھ سے ڈرو، میری نافرمانی سے ڈرو!

اس خطاب میں کس قدر حضوری ہے کہ گویا ذاتِ باری روبرو ہے اور ارشاد ہو رہا ہے تم تو میرے بندے ہو میری رضا کو اپنا مقصد بناؤ اور میری ناراضمندی سے ڈرتے رہو۔ جب تم میری بارگاہ میں حاضر ہو تو پھر کسی سے کیا اندیشہ؟ اور تقیہ کر کے یعنی جھوٹ بول کر زندگی کی بھیک مانگنا، چہ معنی دارد؟

یہ بات بھی واضح ہوئی کہ شیطان کی اطاعت کر کے کبھی سکون نصیب نہیں ہو سکتا کہ اس کا قرب بھی انسان کو خوفزدہ ہی رکھتا ہے۔ ہاں! اس سے دُوری مختلف خطرات سے بے نیاز کر دیتی ہے اور سکون صرف اتباعِ سُنّت

میں نصیب ہوتا ہے۔ دورِ حاضرہ کے لوگ شیطانی ہتھکنڈوں سے مال یا اقتدار حاصل کر کے آسودہ حالی کو تلاش کرتے ہیں مگر ایسی دلدل میں پھنس جاتے ہیں جہاں سے واپسی کا راستہ بھی نہیں پاتے۔ سو ارشاد ہوا خافونِ ان کنتم مومنین کہ شانِ ایمان یہ ہے کہ صرف اور صرف اللہ کی ناراضگی سے ڈرتا رہے جس سے مراد محض آنسو پونچھنا نہیں بلکہ ان اُمور کو چھوڑ دینا ہے جن پر اللہ کریم ناراض ہوتے ہیں۔

ولا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر .... ولھم عذاب مھین ۔

آپ (ﷺ) ایسے لوگوں کے لئے متفکر نہ ہوا کریں جو بات بے بات کفر میں جا پڑتے ہیں، کفار کی طاقت کو بڑھانے کا سبب بنتے ہیں۔ یہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ نہ ان کی حرکاتِ بد اللہ کے دین کو کوئی ضرر پہنچا سکتی ہیں اور نہ ہی یہ اندیشہ کریں کہ یہ بیچارے کیوں جہنم کی طرف رواں ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ ان کی بُری حرکتوں کی وجہ سے اللہ نے ارادہ فرما لیا ہے کہ آخرت کی نعمتوں سے انھیں یکسر محروم رکھا جائے اور مزید یہ کہ اس محرومی کے ساتھ ان کو بہت بڑا عذاب بھی ہوگا کہ ان کا جُرم بہت بڑا ہے کہ ایمان کو چھوڑ کر کُفر کو اپنا رکھا ہے جس کی دردناک سزا ان کی منتظر ہے یہ اللہ کے دین کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اور انھیں یہ خیال بھی نہ رہے کہ دُنیا میں انھیں جو مہلت نصیب ہے وہ ان کے حق میں بہتر ہے۔ ایسا بھی ہرگز نہیں کہ مال اولاد یا اقتدار و حکومت دے کر ان پر مہربانی کی جا رہی ہے دراصل یہ بھی ان کے لیئے عذاب ہی کی ایک صورت ہے کہ ان متذکرہ بالا تمام نعمتوں کے باوجود نہ انھیں دُنیا میں سکونِ قلب نصیب ہے اور نہ اُخروی آرام کی اُمید۔ بلکہ یہ مال و زر یا اقتدار و اختیار انھیں مزید گناہوں میں گرفتار کرتا جا رہا ہے اور اللہ کی نافرمانی میں بڑھتے جا رہے ہیں۔ جس کا نتیجہ ایک رُسوا کُن عذاب ہوگا۔

گناہ دراصل ایک زہر ہے جو ہضم ہو جائے تو موت کا سبب ہے اور اگر قے وغیرہ شروع ہو جائے تو وقتی تکلیف کے بعد جان بچ جاتی ہے۔ ایسے ہی گناہ پہ اگر تھوڑی بہت تنبیہ ہوتی رہے تو اجتناب معاصی کا باعث بنتی ہے لیکن اگر ڈھیل مل جائے تو تباہ کر دیتی ہے اس ڈھیل پہ خوش ہونا نادانی ہے۔

ما کان اللہ لیذر المومنین .... فلکم اجرٌ عظیم

رہی یہ بات کہ مسلمانوں پہ یہ تکالیف کیوں آتی ہیں جیسا کہ حالیہ واقعہ اُحد میں پیش آئیں تو یہ مشیتِ باری ہے کہ مومن و منافق میں امتیاز ہو جائے ظاہر میں تو سب ایک جیسے نظر آتے ہیں مگر مصیبت یا تکلیف میں صرف مومن ثابت قدم

رہتا ہے منافق کے لئے ایسا ممکن نہیں کہ وہ تو دعویٰ اسلام ہی دُنیا کے لالچ میں کئے بیٹھا ہے۔ جب دُنیا جاتی دیکھی یا جان ہی کی بازی لگانا پڑی تو بھاگ کھڑا ہوا جیسے اُحد میں منافق بھاگ گئے تھے۔

نیز آئندہ کا وعدہ بھی مذکور ہے کہ منافقین ذلیل ہوں گے اور اسلام و مومنین کو غلبہ اور عزت نصیب ہوگی۔ بعد کے حالات نے کتاب اللہ کی پیشگوئی کے ساتھ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے کمالِ ایمان کی تصدیق بھی کردی کہ ان مقدس وجودوں کو اللہ نے غلبہ اسلام کا سبب بنایا۔ یعنی مصائب و شدائد ایک طرف مومنین کی ترقی کا باعث بنے تو دوسری طرف منافقین کا نفاق کھُل کر سامنے آگیا اور قرآن پاک کی اصطلاح میں طیّب کو خبیث سے جُدا کر دیا گیا۔ سُبحان اللہ! یہ کام تو اللہ کے بتانے سے بھی ہوسکتا تھا کہ منافقین و مومنین کے نام گِنوا دیئے جاتے۔ تو ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ ہر کسی کو غیب پر مطلع نہیں فرماتا۔ اگر ایسا ہو تو پھر نبی اور غیر نبی میں امتیاز ہی کیا رہا نیز منافق یہ بھی تو کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں خواہ مخواہ منافق قرار دیا گیا ہے ہم تو پکے مسلمان ہیں مگر اب وہ کس مُنہ سے کہیں جب ان کے کردار نے ان کا نفاق کھول دیا۔ نیز مومنین کو ان سے قطع روابط بھی آسان ہوگیا اور امورِ غیبیہ پر اللہ کریم ہر ایک کو اطلاع بھی نہیں دیتے بلکہ اپنے انبیاءؑ کا انتخاب کرکے بذریعہ وحی اطلاع دیتے ہیں اور ان ہی کی شریعت لوگوں کے امتحان کا سبب بنتی ہے کہ کھرا اور کھوٹا جُدا ہو جاتا ہے۔

یہاں یہ گمان نہ کیا جائے کہ پھر تو انبیاء علیہم السلام عالم الغیب ہوگئے کہ یہ علم غیب نہیں بلکہ امورِ غیبیہ پر اطلاع دینا ہے اور جو علم اللہ کا ہے اس میں دو اوصاف ہیں ایک وہ ذاتی ہے کسی اطلاع پر اس کا مدار نہیں۔ دُوسرے محیط ہے کہ ماضی اور مستقبل سب کو شامل ہے اور اس سے کسی ادنیٰ شے کا علم بھی مخفی نہیں ہے ان اوصاف میں کسی کو بھی شریک ماننا شرک ہے۔ ہاں! جن امورِ غیبیہ پر چاہے انبیاءؑ کو مطلع فرما دیتا ہے اور یہ اطلاع علی الغیب ہے علم غیب نہیں۔

دُوسرے یہ بھی واضح ہوگیا کہ منافقین کو حضور ﷺ پر بذریعہ وحی واضح اور ظاہر کر دیا تھا۔ یہ عام مسلمانوں کے سامنے ابتلا میں ظاہر ہوئے تو پھر جن حضرات کو آپ ﷺ نے خود اپنی جگہ اُمت کا امام مقرر فرمایا ہو۔ اُن پر کس طرح سے معمولی شبہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ العیاذ باللہ!

تم لوگ اللہ پر یقین رکھو اور تمام انبیاءؑ کے ساتھ ایمان لاؤ! یعنی آپ ﷺ کی نبوت پر ایمان تمام انبیاء پہ ایمان لانا ہے کہ سب انبیاءؑ نے اپنی اُمتوں کو اس کا حکم دیا تھا۔ یہ معمولی کام نہیں کہ توفیق ایمان نصیب ہوجائے اور

اس پر عمل کرنا بھی نصیب ہو، جائے تقویٰ یہی تو چیز ہے اور یہی بہت بڑے اجر کا حامل ہے۔

ولا تحسبن الذین .... واللہ بما تعملون خبیر۔

اور اس فتنہ کی اصل تو یہود و نصاریٰ کے وہ علماء ہیں جو آپ ﷺ کے اوصاف کو ظاہر نہیں کرتے حالانکہ کتب سابقہ میں مفصل مذکور ہیں۔ لیکن اُنھوں نے بات چھپا کر سخت بُخل کیا ہے اور لوگوں کو اضطرابی کیفیت میں مبتلا کرنے کا سبب بن گئے ہیں انہیں اس بات پر مطمئن نہ ہو جانا چاہیئے کہ اس سب کے باوجود ان کے مال و دولت یا اولاد و ریاست وغیرہ ہے تو شاید یہ اللہ کی رضامندی کی دلیل ہے ہرگز نہیں! دُنیا کی دولت و اقتدار اُن لوگوں کے لئے نعمت ہے جنہیں اس کے ساتھ دین بھی نصیب ہو ورنہ تو یہ مال و منال بھی سخت مصیبت اور ذلت کا باعث ہے۔ چہ در دُنیا وچہ در آخرت۔ بُخل سے مراد واجبات سے اعراض کرنا ہے جیسے زکوٰۃ نہ دے یا علم کو چھپائے۔ یا جہاد میں باوجود قدرت ہونے کے شامل نہ ہو۔ غرض کوئی بھی شے جس کا دینا یا اظہار واجب تھا مگر اُس نے ایسا نہ کیا تو بُخل ہوگا جو حرام ہے اور اس پر جہنّم کی وعید ہے، ہاں! تطوع اس میں داخل نہیں۔ یعنی جس کام کا کرنا یا جس شے کا دینا مستحب ہو یا محض افضل ہو اس کے ترک پر نہ وعید ہے اور نہ وہ بخل ہے۔ جان اور مال کے چھپانے سے حق کا چھپانا بہت ہی بُرا فعل ہے اور ایسے لوگوں کی گردنوں میں یوم حشر طوق ڈالے ہوئے ہوں گے۔

اگر مال میں بخل کیا تو سانپ بن کر گلے کا طوق بنا ہوا ہوگا اور ساتھ لے کر دوزخ میں جائے گا یا آگ کے طوق ہوں گے جن کے بارے ارشاد ہوتا ہے کہ سب لوگ ان سے پناہ مانگیں گے مگر بخیل کے گلے میں ہوں گے اور اسے جہنّم میں گرانے کا سبب بنیں گے۔ نیز ارض و سماء کی تمام اِملاک بھی تو اللہ کی ملکیت ہیں۔ اگر وقتی طور کسی کے قبضہ میں کوئی دولت ہو بھی تو کیا، بالآخر تمام لوگوں کو چھوڑ کر جانا ہے حقیقی مالک تو اللہ کریم ہی کی ہے اور وہ ہر شخص کے جملہ اعمال سے باخبر ہے۔

رکوع نمبر ۱۹ آیات ۱۸۱ تا ۱۸۹ لن تنالوا ۴/۱۰

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا
اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ
سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ

خدا نے اُن لوگوں کا قول سُن لیا ہے جو کہتے ہیں
کہ خدا فقیر ہے اور ہم امیر ہیں۔ یہ جو کچھ کہتے ہیں ہم
انکو لکھ لیں گے اور پیغمبروں کو جو یہ ناحق قتل کرتے

181. Verily Allah heard the saying of those who said, (when asked for contributions to the war): "Allah, forsooth, is poor, and we are rich!"21 We

shall record their saying with their slaying of the Prophets wrongfully and We shall say: Taste ye the punishment of burning!

182. This is on account of that which your own hands have sent before (you to the judgement). Allah is no oppressor of (His) bondmen.

183. (The same are) those who say: Lo! Allah hath charged us that we believe not in any messenger until he bring us an offering which fire (from heaven) shall devour. Say (unto them, O Muhammad): Messengers came unto you before me with miracles, and with that (very miracle) which ye describe. Why then did ye slay them? (Answer that) if ye are truthful!

184. And if they deny thee, even so did they deny messengers who were before thee, who came with miracles and with the Psalms and with the Scripture giving light.

185. Every soul will taste of death. And ye will be paid on the Day of Resurrection only that which ye have fairly earned. Whoso is removed from the Fire and is made to enter Paradise, he indeed is triumphant. The life of this world is but comfort of illusion.

186. Assuredly ye will be tried in your property and in your persons, and ye will hear much wrong from those who were given the Scripture before you, and from the idolaters. But if ye persevere and ward off (evil), then that is of the steadfast heart of things.

187. And (remember) when Allah laid a charge on those who had received the Scripture (He said): Ye are to expound it to mankind and not to hide it. But they flung it behind their backs and bought thereby a little gain. Verily evil is that which they have gained thereby.

188. Think not that those who exult in what they have given, and love to be praised for what they have not done—Think not, they are in safety from the doom. A painful doom is theirs.

189. Unto Allah belongeth

لے رہے ہیں اسکو بھی (قلمبند کر رکھیں گے) اور (قیامت کے روز)
کہیں گے کہ عذاب (آتش) (سوزاں کے مزے) چکھتے رہو ﴿۱۸۱﴾
یہ اُن کاموں کی سزا ہے جو تمہارے ہاتھ آگے بھیجتے رہے ہیں
اور خدا تو بندوں پر مطلق ظلم نہیں کرتا ﴿۱۸۲﴾
جو لوگ کہتے ہیں کہ خدا نے ہمیں حکم بھیجا کہ جب تک
کوئی پیغمبر ہمارے پاس ایسی نیاز لے کر نہ آئے
جسکو آگ (آکر) کھا جائے تب تک ہم اُس پر ایمان نہ لائینگے
(اے پیغمبر ان سے) کہہ دو کہ مجھ سے پہلے کئی پیغمبر تمہارے
پاس کھلی ہوئی نشانیاں لیکر آئے اور وہ (معجزہ) بھی لائے جو تم
کہتے ہو تو اگر سچے ہو تو تم نے اُن کو قتل کیوں کیا؟ ﴿۱۸۳﴾
پھر اگر یہ لوگ تم کو سچا نہ سمجھیں تو تم سے پہلے بہت سے پیغمبر
کھلی ہوئی نشانیاں اور صحیفے اور روشن کتابیں لیکر
آ چکے ہیں اور لوگوں نے اُن کو بھی سچا نہیں سمجھا ﴿۱۸۴﴾
ہر متنفس کو موت کا مزا چکھنا ہے اور تم کو قیامت کے دن
تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا تو جو شخص آتش جہنم
سے دور رکھا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچ
گیا۔ اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے ﴿۱۸۵﴾
(اے اہل ایمان) تمہارے مال و جان میں تمہاری آزمائش
کی جائے گی اور تم اہل کتاب سے اور اُن لوگوں سے جو مشرک
ہیں بہت سی ایذا کی باتیں سنو گے۔ تو اگر صبر اور
پرہیزگاری کرتے رہو گے تو یہ بڑی ہمت کے
کام ہیں ﴿۱۸۶﴾
اور جب خدا نے اُن لوگوں سے جن کو کتاب
عنایت کی گئی تھی اقرار لیا کہ (اس میں جو کچھ لکھا ہے) اسے
صاف صاف بیان کرتے رہنا اور اس (کی کسی بات) کو
نہ چھپانا تو انہوں نے اسکو پس پشت پھینک دیا۔ اور اسکے
بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کی یہ جو کچھ حاصل کرتے ہیں بُرا ہے ﴿۱۸۷﴾
جو لوگ اپنے (ناپسند) کاموں سے خوش ہوتے ہیں
اور (پسندیدہ کام) جو کرتے نہیں اُن کیلئے چاہتے ہیں
کہ اُنکی تعریف کی جائے اُنکی نسبت خیال نہ کرنا کہ وہ عذاب سے
رستگار ہو جائینگے۔ اور انہیں درد دینے والا عذاب ہوگا ﴿۱۸۸﴾
اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی خدا ہی کو ہے

بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ
الْحَرِيْقِ ﴿١٨١﴾
ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ
اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿١٨٢﴾
اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ
اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى
يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ
قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِىْ
بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِىْ قُلْتُمْ فَلِمَ
قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٨٣﴾
فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ
مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ
وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿١٨٤﴾
كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا
تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ
زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ
فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿١٨٥﴾
لَتُبْلَوُنَّ فِىْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ
وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا
اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا
فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿١٨٦﴾
وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ
وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ۫ فَنَبَذُوْهُ
وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ
ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿١٨٧﴾
لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ
بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا
بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ
مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٨٨﴾
وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

اسرار و معارف

لقد سمع اللّٰہ .... وان اللّٰہ لیس بظلام للعبید۔

اللہ ان کی بات بھی سُن رہے ہیں جو صدقات و زکوٰۃ کے احکام کا تمسخر اڑاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم تو مالدار ہیں اور اللہ فقیر اور مفلس ہے کہ اپنے لیے خرچ کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ حالانکہ یہ خرچ کرنا بھی مخلوق ہی کو فائدہ پہنچانا ہے اور خود یہود کا بھی ممکن ہے ایسا عقیدہ تو نہ ہو صرف آپ ﷺ کی مخالفت میں ایسی لغو بات کہہ دی جو بداہتہً باطل ہے اور کسی طرح قابلِ جواب بھی نہیں۔

ارشاد ہوا کہ یہ جملہ کلمات لکھے جارہے ہیں۔ یہ محض بات نہیں جو کہہ دی اور ختم ہو گئی۔ بلکہ نامۂ اعمال کا حصّہ ہے جو بالآخر سامنے آجائے گا۔ آپ ﷺ ان کی خرافات کی پرواہ نہ کریں کہ ان کا نامۂ اعمال تو اس سے بھی بڑے جرائم سے پُر ہے۔ یہ تو انبیاء کے قتل سے بھی نہیں چوکے۔ حالانکہ خود ان کے نزدیک بھی یہ قتل ناحق تھے۔

گناہ میں شرکت

یہاں یہ امر قابلِ غور ہے کہ بُرائی پہ رضامندی بھی برائی میں شرکت کے برابر ہے۔ جیسا کہ ارشادِ نبوی ﷺ کہ کسی کے سامنے جُرم ہو مگر وہ اس سے منع کرے اور اس پر راضی نہ ہو تو ایسا ہے گویا وہ تھا ہی نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص وہاں موجود نہ بھی ہو مگر اس جُرم پہ راضی ہو تو ویسا ہے جیسے واقعی اس میں شریک تھا۔ جیسے یہ یہود کہ اپنے آباؤ اجداد کے قتلِ انبیاء پہ راضی ہونے کی وجہ سے شریکِ جُرم ٹھہرے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کسی نے امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کی تعریف کی۔ آپ نے فرمایا، "سرت شریکا دمہ" یعنی تو بھی ان کے قتل میں شریک ہو گیا۔

اس کے بدلے انھیں جہنم میں داخل کیا جائے گا کہ آگ کے عذاب کی لذّت چکھو۔ یہ سب تمھارا اپنا کیا دھرا ہے کہ اللہ کبھی بھی بندوں پر زیادتی نہیں کرتا۔ یہ سب عذاب ان گناہوں کی عملی شکل ہیں جو تم نے دنیا میں کئے تھے۔

الذین قالوا .... والکتب المنیر۔

پھر یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے تو انبیاء کو یا موسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ دیا کہ جو مال اللہ کی راہ میں پیش کیا جاتا اسے آگ آسمانوں سے آکر جلا دیتی اور ہمیں ان کے ماننے کا حکم دیا تھا۔ اب آپ ﷺ یہ مال لے کر دین کی ترویج پر اور غرباء کی امداد پر خرچ کرنا چاہتے ہیں۔ تو گویا آپ ﷺ معاذ اللہ نبی نہیں ہیں۔

ارشاد ہوا۔ انھیں فرما دیجئے! کہ کس قدر انبیاء مجھ سے پہلے تمھارے پاس بہت سے معجزات لائے جن میں یہ باتیں بھی شامل تھیں جن کا تم مطالبہ کرتے ہو۔ مگر تم نے یعنی تمھارے پیشروں نے انھیں قتل کر دیا۔ جب تمھیں ان پر ایمان لانا نصیب نہ ہوا تو آج اگر یہ چیز بھی ظاہر بھی ہو جائے تو تم کب مانو گے کہ اگر تم اپنی بات میں سچے ہوتے تو ان پر ایمان لے آتے اور چونکہ ہر نبی نے آپ ﷺ پر ایمان لانے کا حکم دیا تھا۔ تمھیں یہ سعادت بھی نصیب ہوتی، مگر ایسا نہیں ہوا یعنی نہ صرف یہ کہ تم نے نبوتِ محمدیہ ﷺ کا انکار کیا بلکہ اس انکار کے ذریعے سے تو تم نبوتِ موسوی کے بھی منکر ٹھہرے۔ پھر آپ ﷺ کو ارشاد ہوا کہ آپ ﷺ ان کی حرکات سے دل گرفتہ نہ ہوا کریں کہ یہ عادی مجرم ہیں اور پہلے بھی بہت سے انبیاء کا انکار کر چکے ہیں۔ جو صحیفے اور روشن کتابیں لے کر ان کے پاس تشریف لائے۔

کل نفس ذائقۃ الموت .... ذالک من عزم الامور۔

دنیوی مال و دولت کے لئے حق سے منہ موڑنے کا کچھ بھی تو فائدہ نہیں کہ بالآخر ہر متنفس کو مرنا ہے اور اس آیہ کریمہ کا شانِ نزول بھی یہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس یہودی کو مارنے سے منع فرمایا جس نے گستاخی کرتے ہوئے کہا کہ معاذ اللہ! خدا تو فقیر ہے اور ہم غنی۔ جو ہمیں صدقہ دینے کا حکم دے رہا ہے اس پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تلوار پر ہاتھ رکھا کہ آپ ﷺ نے منع فرمایا تو یہ آیات نازل ہوئیں۔

غرض یہ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح جان و مال پر، اعزہ و اقارب پر بھی اور کفار کی بدزبانی پر بھی صبر کیا جائے اور اللہ کے لئے انتقام سے ہاتھ اٹھا لیا جائے کہ بدکار تو برائی کرتا ہی ہے اگر نیک بھی وہی روش اپنالیں گے تو دنیا میں نیکی یا شرافت کا وجود کیسے باقی رہے گا؟

نیز صبر کے ساتھ تقویٰ کا حکم ہے کہ ایسا رویہ اپنایا جائے جو دو عالم کو خوبصورت بنا دے۔ یعنی دنیا میں برائی کم ہو اور آخرت میں نعمتیں بڑھتی رہیں اور یہ بڑی جرأت کا کام ہے۔ ہاں! جہاد بقائے حق اور احیائے دین کے لئے تو

ضروری ہے مگر محض اپنی ذات کے لئے جھگڑا کھڑا کرنا جہاد نہیں اور دین کی حفاظت اور نفاذ کے لئے نیز برائی کو روکنے اور ظلم و جور کو ختم کرنے کے لئے جہاد فرض ہے۔ اس میں بھی ذات اور ذاتی خواہشات پر تو صبر ہی کرنا پڑتا ہے۔

واذ اخذ اللہ .... واللہ علیٰ کل شیٍٔ قدیر۔

انھوں نے تو آپ اور آپ کے متبعین کو ایذا دینے کے لئے اللہ کے احکام کو بھی پس پُشت ڈال دیا ہے کہ اللہ نے اہلِ کتاب سے تو ان کی کتاب اور نبی کے ذریعے سے یہ عہد لے رکھا ہے کہ آپ ﷺ کے جملہ محاسن جو تورات و انجیل میں بیان ہوئے ہیں وہ لوگوں پر بیان کریں۔ خود ایمان لائیں اور دوسروں کے ایمان لانے کا سبب بنیں مگر انھوں نے اس عہد کی پاسداری نہیں کی اسے پسِ پُشت ڈال دیا اور لوگوں سے دُنیا کا مفاد حاصل کرنے کی خاطر آپ ﷺ کی تکذیب کی اور آپ ﷺ کے اوصاف جو ان کی کتابوں میں مذکور تھے ان کو چُھپا لیا۔

انھوں نے یہ بہت گھاٹے کا سودا کیا کہ اگر دُنیا کی سب نعمتیں بھی حاصل کر لیتے تو بھی فنا ان کے انتظار میں ہے اور آخرت ابدی اور لازوال نعمتوں کی جگہ ہے وہ بھی چھوٹ گئیں اور وہاں کے دائمی عذاب کا شکار ہوئے یہاں سے ظاہر ہے کہ علم کا اظہار ضروری ہے۔ جاننے والا شخص اگر خاموش رہا اور لوگ گمراہ ہوتے رہے تو حدیث پاک کے مطابق میدانِ حشر میں اسے آگ کا لگام دیا جائے گا۔ ایسے ہی اپنے ذاتی مفاد کی خاطر احکامِ الٰہی ترجمۂ قرآن مجید یا دین کے لئے مصائب اٹھانے پہ گھبرانا نہ چاہیئے کہ تمام غم و حزن بھی موت آنے پہ ختم ہو جائیں گے اور مرنا تو سب کو ہے اِس سب میں بظاہر تو خیال پیدا ہوتا ہے کہ جُملہ نفوس پہ موت آئے خواہ وہ جنّتی ہوں یا دوزخی کہ سب نفوس ہیں۔ نیز ذاتِ باری کو بھی نفس کہا گیا ہے تو پھر عموم میں وہ بھی داخل ہوا ایسے ہی جمادات وغیرہا۔

صاحبِ تفسیر کبیر فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں، بلکہ مراد وہ مکلف افراد ہیں جو دارِ تکلیف میں موجود ہیں کہ اس کے بعد ارشاد ہے کہ فمن زحزح عن النار وادخل الجنۃ فقد فاز۔ کہ جو جہنم سے بچ گیا اور جنّت میں داخل ہوا کامیاب ٹھہرا۔ نیز نفس بدن کے علاوہ ہے اور یہی آیت اس کی زندگی اور بقا پر دلیل ہے کہ وہ تو ذائق ہے چکھنے والا ہے اور ظاہر ہے کہ چکھنے والا تو نہ صرف باقی ہوگا بلکہ اُسے وہ اوصاف بھی حاصل ہوں گے کہ وہ ذائقہ چکھے گا۔

ظاہر ہُوا کہ موت حیاتِ جسمانیہ کا خاصہ ہے ارواحِ مجرّدہ کا نہیں، حیاتِ دُنیا کا انجام

موت کیا ہے؟

موت ہے اور اس کے بعد حصولِ اجر کی باری ہے وہ اجر دُنیا کی نسبت بہت شدید بھی ہو گا اور نہ ختم ہونے والے عرصے کے لئے ہوگا۔ تو عقلمندی کی بات یہ ہے کہ اس روز کی فکر کی جائے کہ یہی فکر دُنیا کے سارے دکھوں کا علاج ہے نگاہ آخرت پر ہو تو دین کی راہ میں پیش آنے والی مصیبتیں بھی پیاری لگتی ہیں کہ آخرت میں بہت بڑے انعام کا سبب بننے والی ہوتی ہیں اور وہاں جو آگ سے بچ گیا عذاب سے چھٹکارا پاکر جنّت میں داخل ہو گیا اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کرلی اور یہ نعمت صرف مسلمانوں کو حاصل ہوگی خواہ شروع سے نجات نصیب ہو یا چندے سزا بھگت کر، مگر یہ بات یقینی ہے کہ ایمان لے کر مرنے والے تمام لوگ ضرور جنت میں داخل ہوں گے اور ابدی نعمتیں پائیں گے۔ اس کے برعکس کافر کو ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے اور اگر اسی چند روزہ زندگی میں مال و دولت بھی مل گیا تو کیا حاصل کہ دُنیا کی لذتیں بھی اس کے لئے ابدی کلفت کا سبب ہوں گی کہ دُنیا اور اس کی زندگی تو محض ایک دھوکہ دینے والا سرمایہ ہے۔ نیز اسلام نام ہی امتحان و آزمائش کا ہے کہ جان و مال نثار کرنا پڑے یا باطل فرقوں کی زبانوں سے زخم سہنے پڑیں۔ بلکہ ارشاد ہوا کہ تم اہل کتاب اور مشرکین سے بہت بدگوئی سنو گے۔ یعنی نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بدگوئی یا توہین مشرکین اور یہود کا شیوہ ہے اور یہی امتحان عموماً نیک لوگوں کو پیش آتے ہیں کہ بدکار اپنی زبانوں سے اُنھیں ایذا پہنچاتے ہیں اور یہ جان و مال نذر کرنے سے زیادہ مشکل کام ہے اور راہِ سلوک مشکل ترین گھاٹی ہے لیکن ارشاد ہے کہ تم صبر کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو یہ بہت بڑی ہمّت کا کام ہے۔ اِس حدیث پاک میں تبدیلی کرکے یا کوئی حصّہ چھپا کر بیان کرنا انتہائی ظلم ہے اور ابدی خُسران کا باعث ہے۔ نیز ایسے لوگوں کو یہ خوشی راس نہیں آئے گی کہ باوجود اس قبیحہ جُرم کے لوگ تو انھیں نیک اور دیندار ہی سمجھتے ہیں اور ان کی تعریف کرتے ہیں کہ انھوں نے دین بیان کیا ہے حالانکہ انھوں نے ایسا نہیں کیا ہوتا بلکہ اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے دین کے نام پر اپنی بات کی ہوتی ہے۔ اُنھیں لوگوں کی تعریف اللہ کی گرفت سے بچا نہیں سکے گی۔ بلکہ ایسے دھوکا بازوں کو تو بڑا دردناک عذاب ہوگا۔

یہ وصف بنیادی طور پر تو یہود و نصاریٰ کے اُن علماء کا ہے جنھوں نے ذاتی مفاد کی خاطر حق کو چھپایا مگر جو بھی اور جب کبھی بھی اپنے مفاد کے لئے لوگوں کو دھوکا دے گا۔ یعنی دین کے نام پر ایسی بات کہے گا جو دین نہیں تو وہ انھی

لوگوں میں شمار ہوگا۔ اسی طرح بے شمار لوگ جنہوں نے تصوّف و سلوک کے نام پر بے شمار بدعات جمع کر رکھی ہیں، اور جب کوئی پوچھے کہ حضرت! یہ بات شرعاً جائز نہیں تو بڑی دیدہ دلیری سے کہہ دیتے ہیں کہ شریعت اور شے ہے اور طریقت اور ہے۔ حالانکہ ان کا مقصد صرف دُنیا جمع کرنا ہوتا ہے ورنہ شریعت پر عمل کرنے کے لئے اور اس عمل میں خشوع و خضوع پیدا کرنے کے لئے جو محنت اور مجاہدہ کیا جاتا ہے اسی کا نام تصوّف ہے تو پھر یہ اور کیسے ہوسکتا ہے؟ ایسے ہی وہ علما، جو محض حصولِ دُنیا کے لئے خلافِ اصل فتویٰ دیتے ہیں یا فروخت کرتے ہیں۔

غرض دنیا کے حصُول کا سبب دین کو بنانا یعنی دین کو بیچ کر دنیا خریدنا انتہائی بُرا فعل ہے اور اس پر بڑا دردناک عذاب ہوگا، اعاذنا اللہ منہا۔ پھر اگر کسی نے دُنیا جمع بھی کر لی تو وہ اس کا مالک تو نہیں۔ آخر چھوڑ کر چل دے گا کہ ارض و سماء کی ریاست تو اللہ ہی کے لئے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اس کا حکم ہمہ وقت نافذ ہے یعنی چاہے تو دین فروش کو رائی بھر فائدہ دنیا کا بھی حاصل نہ کرنے دے یا اُسی دولت کو اس کے لئے مصیبت بنا دے۔ نیز بالآخر تو سب کو چھوڑ ہی کر جانا ہے۔

رکوع نمبر۲ آیات ۱۹۰ تا ۲۰۰ لن تنالوا ۴/۱۱

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾	بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں ﴿۱۹۰﴾	190. Lo! in the creation of the heavens and the earth and (in) the difference of night and day are tokens (of His sovereignty) for men of understanding.
اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾	جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) خدا کو یاد کرتے اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے (اور کہتے) ہیں کہ اے پروردگار تو نے اس (مخلوق) کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا۔ تُو پاک ہے۔ تو (قیامت کے دن) ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچائیو ﴿۱۹۱﴾	191. Such as remember Allah, standing, sitting, and reclining, and consider the creation of the heavens and the earth, (and say): Our Lord! Thou createdst not this in vain. Glory be to Thee! Preserve us from doom of Fire!
رَبَّنَآ اِنَّکَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾	اے پروردگار جس کو تو نے دوزخ میں ڈالا اُسے رُسوا کیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ﴿۱۹۲﴾	192. Our Lord! Whom Thou causest to enter the Fire: him indeed Thou hast confounded. For evil-doers there will be no helpers.
رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا	اے پروردگار ہم نے ایک ندا کرنے والے کو سُنا کہ ایمان کے لئے پکار رہا تھا (یعنی) اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے۔ اے پروردگار ہمارے	193. Our Lord! Lo! we have heard a crier calling unto Faith: "Believe ye in your Lord!" So we believed. Our Lord! Therefor forgive us

our sins, and remit from us our evil deeds, and make us die the death of the righteous!

گناہ معاف فرما۔ اور ہماری برائیوں کو ہم سے محو کر
اور ہم کو دنیا سے نیک بندوں کے ساتھ اٹھا ﴿۱۹۳﴾

وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ
الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾

194. Our Lord! And give us that which Thou hast promised to us by Thy messengers. Confound us not upon the Day of Resurrection. Lo! Thou breakest not the tryst.

اے پروردگار تو نے جن جن چیزوں کے ہم سے اپنے
پیغمبروں کے ذریعے سے وعدے کیے ہیں وہ ہمیں عطا فرما اور
قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کیجیو کچھ شک نہیں کہ تو خلاف وعدہ نہیں کرتا ﴿۱۹۴﴾

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى
رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ
اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾

195. And their Lord hath heard them (and He saith): Lo! I suffer not the work of any worker, male or female, to be lost. Ye proceed one from another.[22] So those who fled and were driven forth from their homes and suffered damage for My cause, and fought and were slain, verily I shall remit their evil deeds from them and verily I shall bring them into Gardens underneath which rivers flow—A reward from Allah. And with Allah is the fairest of rewards.

تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کر لی (اور
فرمایا) کہ میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو مرد ہو
یا عورت ضائع نہیں کرتا تم ایک دوسرے کی جنس ہو۔
تو جو لوگ میرے لیے وطن چھوڑ گئے اور اپنے
گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور لڑے
اور قتل کیے گئے میں ان کے گناہ دور کر دوں گا
اور ان کو بہشتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے
نہریں بہ رہی ہیں۔ (یہ) خدا کے ہاں سے بدلہ ہے
اور خدا کے ہاں اچھا بدلہ ہے ﴿۱۹۵﴾

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّىْ لَاۤ
اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ
ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ
فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ
دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِىْ سَبِيْلِىْ
وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ
سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ
تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ
عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

196. Let not the vicissitude (of the success) of those who disbelieve, in the land, deceive thee (O Muhammad).

(اے پیغمبر) کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا تمہیں دھوکا
نہ دے ﴿۱۹۶﴾

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
فِى الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾

197. It is but a brief comfort. And afterwards their habitation will be hell, an ill abode.

(یہ دنیا کا) تھوڑا سا فائدہ ہے پھر (آخرت میں) تو ان
کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے ﴿۱۹۷﴾

مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۟ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ
وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾

198. But those who keep their duty to their Lord, for them are Gardens underneath which rivers flow, wherein they will be safe for ever. A gift of welcome from their Lord. That which Allah hath in store is better for the righteous.

لیکن جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہے ان
کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں
(اور) ان میں ہمیشہ رہیں گے (یہ) خدا کے ہاں سے (ان کی) مہمانی ہے
اور جو کچھ خدا کے ہاں ہے وہ نیکوکاروں کے لیے بہت اچھا ہے ﴿۱۹۸﴾

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ
جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ
وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾

199. And lo! of the People of the Scripture there are some who believe in Allah and that which is revealed unto you and that which was revealed unto them, humbling themselves before Allah. They purchase not a trifling gain at the price of the revelations of Allah. Verily their reward is with their Lord, and lo! Allah is swift to take account.

اور بعض اہل کتاب ایسے بھی ہیں جو خدا پر اور
اس (کتاب) پر جو تم پر نازل ہوئی اور اس پر جو
ان پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں اور خدا کے آگے
عاجزی کرتے ہیں اور خدا کی آیتوں کے بدلے تھوڑی سی
قیمت نہیں لیتے۔ یہی لوگ ہیں جن کا صلہ ان کے پروردگار
کے ہاں (تیار) ہے اور خدا جلد حساب لینے والا ہے ﴿۱۹۹﴾

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ
يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ
وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ
لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ
اُولٰۤئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾

200. O ye who believe! Endure, outdo all others in endurance, be ready, and observe your duty to Allah, in order that ye may succeed.

اے اہل ایمان (کفار کے مقابلے میں) ثابت قدم رہو
اور استقامت رکھو اور (مورچوں پر) جمے رہو۔ اور
خدا سے ڈرو۔ تاکہ مراد حاصل کرو ﴿۲۰۰﴾

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا
وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۟ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾

اسرار و معارف

ان فی خلق السمٰوٰت والارض .... اِنّک لا تخلف المیعاد ۔

عقلِ سلیم کے لیے تو موجوداتِ عالم ہی میں عظمتِ باری کے دلائل موجود ہیں اور پھر آپ ﷺ جیسا سراپا رحمت نبی بھی مبعوث ہو جس کی ہر ادا عقلِ انسانی کو عاجز کیے دیتی ہے تو انکار صرف وہی کر سکتے ہیں جو شعورِ انسانی سے بیگانہ ہوں اور استعداد فطرت کو ضائع کر چکے ہوں ۔ ہاں ! اگر عقل باقی ہو تو ارض و سما کی تخلیق اور شب و روز کے آنے جانے میں معرفتِ الٰہی کی بہت بڑی دلیل ہے ۔

یہاں اُولوا الالباب ارشاد ہوا ہے" لب" کسی بھی شے کے مغز یا جوہر کو کہا جاتا ہے جیسے عقلِ ظاہر تو ہر حیوان میں موجود ہے ۔ دن اور رات کی تمیز رکھتے ہیں ۔ غذا حاصل کرنے اور آرام کرنے سے آشنا ہیں لیکن دن رات کے متعلق سوچنا ، یہ کیسے آتے ہیں ؟ اور جاتے ہیں ؟ کون ہے جس نے انھیں استقدر پابند بنا دیا ہے کہ اپنے راستے سے رائی برابر پرے نہیں ہو پاتے ۔ اپنے اوقات میں صدیوں سے بغیر کسی غلطی کے پوری پابندی سے رواں دواں ہیں ۔ یہ سبزے چارے یہ غذا ، پھول پھل اور پتیاں کون بنا رہا ہے ؟ ایک تو خود ارض و سما کی تخلیق عظمتِ خالق کی بہت روشن دلیل ہے اور پھر تخلیق کا ایک مسلسل عمل اربوں کھربوں بلکہ انسانی شمار سے کہیں زیادہ درختوں پر پتے ، پھل یا پھول ، گھاس پھوس اور کیڑے مکوڑے سے لے کر بہت بڑے بڑے جاندار ، خود انسان ۔ یہ کتنے ہیں جو ہر لمحہ صفحۂ ہستی پر نمودار ہو رہے ہیں ، اور یہ سب کچھ باقاعدہ ایک پروگرام سے اپنے اوقات و حالات کے مطابق انجام پا رہا ہے ۔

یہ کونسی ہستی ہے جس کا اقتدار و اختیار ہر ذرّے پر ہر وقت موجود ہے اور وقت کا ایک ایک لمحہ جس کے قبضۂ قدرت میں ہے اس کے بارے صرف وہ فکر کرتے ہیں جو صاحب لُب ہیں ، جو محض حیوانی عقل نہیں رکھتے بلکہ ایک گہرا شعور رکھتے ہیں اور وہ لوگ کون ہیں ؟ فرمایا وہی جو کبھی میری یاد سے بیگانہ نہیں ہوتے کہ سلوک کی ابتدا ، طالب ہمیشہ دلائل سے کرتا ہے اور صاحب خرد یہ چاہتا ہے کہ عظمتِ باری اور صفاتِ باری پر دلائل جمع کرے لیکن جب کوئی ذرہ معرفت کا نصیب ہوتا ہے تو پھر دلائل بھی حجابات کی طرح سامنے سے ہٹ جاتے ہیں اور نورِ معرفت سے دل منوّر ہو کر دوامِ ذکر میں پہنچ جاتا ہے وہ دلائل کی نسبت ذات کا ذکر عزیز رکھتا ہے کہ دلائل بھی وہاں تک رسائی کے اسباب

ہی تو ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگ کھڑے ہوں، بیٹھے ہوں یا لیٹے ہوں ان کا کوئی حال بھی اُس کی یاد اور اس کے ذکر سے فارغ نہیں ہوتا۔ ذکر دراصل فعلِ قلب کا ہے اور مذکورہ معانی میں تو بغیر قلب کے ممکن ہی نہیں کہ زبان ہو یا اعضا و جوارح وہ کسی بھی فعل کے ہمیشہ کرتے رہنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ کام بھی کرتے ہیں اور آرام بھی کرتے ہیں، اعضا کا وہ فعل، ذہن کا وہ خیال جو بھی اطاعتِ باری کی حدود کے اندر ہو گا ذکرِ الٰہی شمار ہو گا۔ زبان سے ہر کلمۂ خیر ذکر شمار ہو گا۔ مگر ہر آن ذکر کرنا تب ہی ممکن ہے کہ دل ذاکر ہو جائے۔

اب یہ کیسے اور کیوں کر ممکن ہے؟ تو مختصر الفاظ میں یوں عرض کیا جا سکتا ہے کہ فیوضاتِ نبوی دو طرح سے ہیں۔ ارشادات اور برکاتِ صحبت، صحابیت کا مقام ارفع برکاتِ صحبت کا مرہونِ منت ہے۔ یہ اتفاقی طور پر نصیب ہوئے۔ اللہ کریم نے اُمتِ مرحومہ سے دین کی حفاظت کا کام خُوب لیا، لے رہا ہے اور لیتا رہے گا۔ اُس وقت تک جب تک یہ دُنیا قائم ہے۔ علمائے ظواہر نے ارشاداتِ رسول ﷺ کی حفاظت کی۔ انھیں آنے والی نسلوں تک پہنچایا اور یہ سلسلہ بحمداللہ بحسن و خوبی جاری ہے۔ اسی طرح علما سے کاملین نے علمِ ظاہر کے ساتھ کمالاتِ باطن کو بھی حاصل کیا اور ان سے مخلوق کے دلوں کو گرمایا۔ یہ عمل انعکاسی ہے جیسے صحبتِ نبوی ﷺ میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، اُن کی صحبت تابعین اور ان کی صُحبت میں تبع تابعین اپنی مراد کو پہنچے۔ ایسے ہی فیوضات و برکاتِ صحبت سے سینہ بسینہ ولایت کے مدارج و مقامات منتقل ہوتے ہیں۔ جن میں پہلا قدم ذکرِ قلبی ہے اور دل جب ذاکر ہو جائے تو پھر ہر دھڑکن میں خدا جانے کے بار اللہ، اللہ کہہ اُٹھتا ہے۔ اس کے ذاکر ہونے کی نشانی یہ ہے کہ فضولیات سے رشتہ توڑ لیتا ہے اور اس کی نگاہ بلند ہو جاتی ہے اس میں تفکر پیدا ہوتا ہے یہ مآلِ کار کو دیکھنے لگ جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ارض و سما اور مافیہا کو دیکھ کر کہہ اُٹھتا ہے کہ اے ہم سب کو پالنے والے اتنا بڑا کارخانہ تُو نے محض عبث نہیں بنایا۔ تیری ذات ایسے عیوب سے بہت بلند ہے اور پاک ہے۔ جب ہم تجھ پر، تیرے رسُول ﷺ پر، آخرت پر ایمان لائے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچائے کہ جسے تُو نے دوزخ میں ڈال دیا، اُس کی رسوائی میں کوئی کمی نہ رہی اور ایسے ظالم کوئی مددگار بھی نہیں پا سکتے۔

اے اللہ! ہم نے تیرے رسُول ﷺ کی دعوت کو قبول کیا اور ایمان لائے، تو ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری لغزشوں سے درگزر فرما، اور ہمیں نیک بندوں کی صحبت اور ان کا ساتھ اس طرح نصیب فرما کہ انہی کے

ساتھ ہماری موت بھی واقع ہو ۔ اے ہمارے پروردگار ! جن انعامات کا وعدہ تو نے اپنے رسُولوں کے واسطے سے کیا ہمیں وہ عطا فرما اور ہمیں روزِ محشر رُسوا نہ کر کہ تو کبھی وعدہ کے خلاف نہیں کرتا ۔

یعنی دل جب ذاکر ہو جائے تو وہ امور کے انجام پہ نگاہ رکھتا ہے جس سے یقیناً عملی زندگی میں عظیم انقلاب بپا ہوتا ہے ۔ یہ اور بات ہے کہ بحیثیت انسان خطا بھی سرزد ہو سکتی ہے مگر فوراً ندامت ہوتی ہے اور اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے مغفرت اور کرم کی درخواست کرتا ہے اگر یہ نعمت نصیب نہ ہو تو پھر محض مادی خواہشات اور ان کی تکمیل کی کوششوں میں زندگی تج دیتا ہے ۔

فاستجاب لهم ربهم .... والله عنده حسن الثواب ۔

سو ان کی دُعا ان کے ربّ نے قبول فرمائی ۔ یہاں اجابتِ دعا کے لئے عجب ترتیب ارشاد ہے کہ صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں پہلے دلائل سے معرفت کا حصُول ارشاد ہوا ۔ پھر دوام ذکر اور پھر تفکر اور اس کے بعد ثنا ۔ ان مدارج کے بعد دُعا ہے ۔

دلائل کی حیثیت

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جیسے ارشاد ہوا فاخلع نعليك انك بالوادي المقدس طوىٰ ۔ کہ آپ مقدس وادی میں ہیں جُوتے اتار دیں ۔ گویا جوتے وہاں تک رسائی کے لئے تھے ۔ وادیٔ قدُس میں ان کی ضرورت نہ رہی ۔ دلائل بھی معرفتِ ذات کا راستہ اور زینہ ہی تو ہیں ۔ سو جب یہ مقام نصیب ہوا تو پھر معرفتِ ذات میں مستغرق ہو گیا اور دلائل کی ضرورت باقی نہ رہی ۔ ایسے لوگ ہمیشہ اسم ذات کے ذکر میں مشغول ہوتے ہیں ۔ مشغول ہوئے تو ارشاد فرمایا ان کی دعا قبول ہوئی ۔

مستجاب الدعوات

گویا ان مقامات کو پانے والا خوش نصیب ہی مستجاب الدعوات ہو سکتا ہے ۔ تو ارشاد ہوا کہ میں کسی بھی عمل کرنے والے کا اجر ضائع نہیں کرتا ۔ مرد ہو یا عورت کہ اطاعت باری میں بحیثیت انسان سب برابر ہیں اور ایک دوسرے کا جز ہیں ۔ یعنی ولایت کے اعلیٰ مدارج عورت بھی حاصل کر سکتی ہے ۔ پھر مثالی اطاعت ارشاد فرمائی کہ ایسے لوگ جنہوں نے گھر بار اطاعت رسُول ﷺ پہ قربان کر دیئے ۔ اس کے باوجود انھیں کفار کی طرف سے ایذا رسانی ہوتی رہی حتیٰ کہ نوبت جہاد تک پہنچی ۔ وہ لڑے شہید ہوئے لیکن دنیا کی ہر نعمت ، جائیداد ، گھر بار ، مال و دولت ، اعزہ و اقارب حتیٰ کہ جان تک خدمت رسُول ﷺ پہ نچھاور کر دی ۔ ان

سے اگر کچھ لغزشیں بھی ہوئی ہیں تو میں معاف کر دوں گا۔ اور ایسے باغات و محلات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے بدلہ ہے جس کے پاس بہت ہی بہتر اور سب سے حسین اجر ہے۔

عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہم پر تو یہ آیت روشن دلیل ہے ہی، اُن اولوالعزم افراد کی ہمت افزائی کو بھی کافی ہے جو آج بھی یا آئندہ لذاتِ مادی سے اطاعتِ رسول ﷺ کی طرف ہجرت کریں اور اللہ کی رضا کو پانے میں کوشاں ہیں۔ یہاں تک انعاماتِ باری کا ذکر تھا اگرچہ بعض اوقات ان کے ساتھ دنیوی مصائب بھی ہوں آگے کفر کی مصیبت کا بیان ہے خواہ اس کے ساتھ دُنیا کی لذتیں بھی شامل ہوں، ارشاد ہے۔

لا یغرنک .... وبئس المھاد۔

اے مخاطب! تو کفار کی عیش کوشی پہ دھوکا نہ کھا۔ غرور سے مراد ایسی شے ہے جو بظاہر بہت بھلی نظر آئے مگر نتیجتاً سخت مضر ثابت ہو۔ یہی حال کفار کے عیش و آرام کا ہے کہ اوّل تو وہ صرف دیکھنے والے کو آرام نظر آتا ہے۔ اندر تو دُکھ اور مصیبت ہی ہوتی ہے کہ ان کا دِل کبھی اطمینان سے آشنا نہیں ہوتا۔ اور یہ عارضی نظر آنے والا آرام بھی بہت تھوڑی مہلت لیے ہوئے ہے۔ محض چند روزہ ہے پھر تو ان کے لیے جہنم ہے جو بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے کہ جہاں اوڑھنا بچھونا آگ ہے اور کھانا پینا تک آگ ہی آگ ہے (اللہ اس سے پناہ میں رکھے)

لکن الذین اتقوا .... وما عند اللہ خیر للابرار۔

اس کے مقابل جن لوگوں نے تقویٰ یعنی احتراز عن المنہیات وعن ترک المامورات (منع کئے گئے امور سے بچنا اور احکام کی بجا آوری کو ترک کرنے سے بچنا) اختیار کیا۔ ان کے لیے جنّت ہے جہاں سدا بہار ہی بہار ہے اور نہریں جاری ہیں۔ لطف یہ ہے کہ کبھی وہاں سے نکالے نہ جائیں گے کہ یہ اللہ کی مہمانی ہے اور خوش بخت لوگوں کے لیے اللہ کے پاس بہت ہی بہتر اور بہت ہی اعلیٰ شے ہے۔

وان من اھل الکتاب .... سریع الحساب۔

اور بے شک اہلِ کتاب میں سے جو آپ ﷺ پر ایمان لائے ہیں۔ یعنی آپ ﷺ کی بعثت کے بعد آپ پر ایمان نہ لانا اور محض کتبِ سابقہ یا ادیانِ سابقہ کے ساتھ وابستہ رہنا باعثِ نجات نہیں ہو سکتا کہ آپ ﷺ کی نبوت کی تکذیب کتبِ سابقہ کے ساتھ بھی انکار کی موجب ہے۔

ارشاد ہوا کہ ان میں سے بھی جو اللہ پر اور جو کچھ آپ ﷺ پر نازل ہوا ہے اس پر۔ ایسے تمام انبیاءؑ پر جو آپ ﷺ سے پہلے تشریف لائے ایمان لاتے ہیں۔ اور اللہ کے لئے نہایت عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ کی آیات کو معمولی منافع پر یعنی دنیاوی مفاد کے لئے بیچ نہیں دیتے۔ ایسے لوگوں کے لئے اللہ کریم کے پاس اجر ہے، اور بہت جلد حساب کر لیتا ہے یعنی اس کے حضور تمام معلومات حاضر ہیں اور سب کے ثواب و عذاب کی کیفیت آشکارا ہے۔

یاایھا الذین امنوا اصبروا .... لعلکم تفلحون۔

اس سورۃ مبارکہ میں متعدد چیزیں نازل ہوئی۔ اصول جیسے کہ توحید نبوت اور آخرت اور فروع مثلاً احکام اور عبادات، حج، جہاد وغیرہ بیان ہوئے۔ آخر میں ایک جامع آیت نازل فرمائی جو گویا پوری سورۃ کا خلاصہ ہے کہ امور دو طرح پر ہیں۔ ذاتی اور اجتماعی۔

ذاتی امور میں صبر کرنے کا حکم فرمایا۔ جیسے ایمان پر صبر اور توحید، رسالت، آخرت پر اور عبادات پر صبر، نیز گناہ سے بچنے پر صبر اور مصائبِ دُنیا پہ صبر، بھوک، افلاس یا بیماری وغیرہ پر۔ ایسے ہی مصابرہ بھی صبر ہی سے بنا ہے اس سے مراد اجتماعی امور ہیں جیسے اخلاقِ عالیہ پر صبر اور ترکِ رذائل پر صبر یعنی ایسے امور جو اس کے اور کسی دوسرے کے درمیان ہیں اچھی طرح سے ادا کرنے پر صبر، جیسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ یا کفار کے مقابل احقاقِ حق اور جہاد۔ نیز غضب و شہوات پر صبر اور مسلسل اس عمل کا جاری رکھنا کہ تادمِ واپسیں نہ امورِ ذاتی میں نہ اجتماعی تعلقات میں دامنِ صبر چھوٹے۔ ہر حال میں اطاعتِ باری پہ کاربند رہو اور اسلامی سرحدات کی حفاظت کے لئے ہمہ وقت تیار رہو یعنی اپنی ذات سے لے کر اسلامی ریاست تک جو ذمہ داریاں تم پر عائد ہوتی ہیں پُوری محنت سے ان کے ادا کرنے میں مشغول رہو، اور شدائد پر صبر کرو انعامات پر بھی شکر کرو یہی صبر ہے۔

اس کا مفہوم بہت وسیع ہے حتیٰ کہ اچھی طرح وضو کرنا، نماز با جماعت کے لئے کوشاں رہنا بھی اس میں داخل ہے۔ ایسے ہی قومی اور ملکی امور میں مسلمانوں اور اسلامی ریاست کی حفاظت اور فلاح و بہبود میں کوشاں رہنا۔ دوست اعزہ و اقارب اور متعلقین کی بہتری کے لئے کوشش کرنا خواہ ذاتی آرام چھوڑنا پڑے۔ یہ جملہ امور اس ایک آیت میں داخل ہیں۔ ان تمام امور میں اللہ کا خوف اور حضوری حاصل رہے تاکہ تم اپنی مراد کو پا سکو۔ یعنی تصوف ایک بھرپور زندگی کا نام ہے جو اطاعتِ الٰہی اور دوام ذکر میں بسر ہو۔ اور جس کا فائدہ ذات، اقارب، قوم اور ملک تک پہنچے۔

اللہ کریم ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے ! آمین ۔

سورہ آلِ عمران ۱۱، رجب ۱۴۰۵ھ کو تمام ہوئی ۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

فقیر محمد اکرم عفی عنہ